کسے دا یار نہ وِچھڑے

وچھوڑے کا دکھ بڑا ہی ڈاھڈا ہوتا ہے اور یہ وچھوڑا والدین میں سے کسی ایک کا ہو یا دونوں کا، یہ وچھوڑا اولاد کی رگوں کو کاٹتا رہتا ہے۔ امی کو بچھڑے 9 سال ہو رہے ہیں۔ مگر امی ہر وقت ہماری آنکھوں میں ہوتی ہیں آنسو بن کر، کانوں میں ہوتی ہیں دعائیں دیتی ہوئی کوئی نہ کوئی حدیث سناتی ہوئیں دینی اور اخلاقی تربیت دیتی ہوئی۔ امی کی جب شدت سے یاد آتی ہے تو کسی شاعرہ کی یہ نظم میرے ہونٹوں پر آجاتی ہے۔

ماں ایسا چھتنار شجر ہے
جس کا سایہ گھور اندھیرا
جس کا موسم صرف سویرا
جس کی شاخیں چین بسیرا
جس کی چھاؤں سکھ کا گاؤں
جی کرتا ہے اتر کر جاؤں......
اس کی کوکھ میں بھر بھر جاؤں
وہ جی جائے میں مر جاؤں
لیکن ماں میری پیاری ماں
تجھے کہاں سے لاؤں......؟

ایک درخواست ان تمام اولادوں سے کہ جن کی مائیں ہیں ان کی قدر کریں، ان کی گود میں بھر بھر جائیں، ان کے ہاتھ چومیں، پاؤں چومیں، پیشانی چومیں، ان سے بہت پیار کریں، ان کی خدمت کریں......اور جو میری طرح اس نعمت سے محروم ہو چکے ہیں۔

وہ جی جائے میں مر جاؤں
لیکن ماں میری پیاری ماں
تجھے کہاں سے لاؤں میں......

خوش اور آباد رہیے اللہ تعالیٰ آپ کو شاد آباد رکھے آمین آپ کی رائے تعریف وتنقید کی منتظر۔

رخ چوہدری

''آجانی بہہ جا سائیکل تے......آجا''

ماہم اور زوہا یونیورسٹی پوائنٹ سے اسٹاپ پر اُتری ہی تھیں کہ ماہم کے فرسٹ کزن فہد نے جو کسی کام سے آیا تھا ان کو دیکھ کر عین ماہم کے قریب آکر سائیکل کھڑی کر دی، ماہم نے نخوت سے اسے دیکھا، فہد نے شرارت سے ماتھے پر ہاتھ لے جا کر سلام جھاڑ دیا پھر بالوں کے پف بنانے لگا۔

''دیکھ لو زوہا! تمہاری یہ دوست آج مجھے نظر لگا کر ہی رہے گی......''

فہد نے اسے گھورتا دیکھ کر پھر چھیڑا، زوہا دونوں کو مسکرا کر دیکھتی رہی۔ البتہ اس کا یہ جملہ ماہم کو سلگا گیا۔

''شٹ اَپ! تمہاری خوش فہمیاں ایک دن تمہیں لے ڈوبیں گی ہٹاؤ اپنی کھٹارا سائیکل نہ جانے کس صدی کی ہے۔'' ماہم نے حقارت سے فہد اور اس کی سائیکل کو دیکھا۔ تو فہد نے فٹ پاتھی عاشقوں کی طرح آہ بھری اور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''ہائے! ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔''

''چلو زوہا! ان کے پاس تو بے کار باتوں کے خزانے ہیں جو ہر وقت لٹاتے رہتے ہیں ہمارا وقت بہت قیمتی ہے۔''

ماہم نے چڑ کر فہد کو دیکھا اور زوہا کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی تب ہی فہد کی آواز گونجی۔

''اکیلے نہ جانا ہمیں چھوڑ کر، تمہارے بنا ہم بھلا کیا جئیں گے۔''

اسی طرح مختلف گیت گاتا وہ ان کا ہمسفر رہا پھر نہ جانے کس گلی میں مڑ گیا۔

"ویسے ماہم تم اس کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کرتیں آخر کو وہ تمہارا فرسٹ کزن اور منگیتر ہے......!!" زوہا اس کے ناروا رویے پر اکثر اسے ٹوک دیتی۔

"ہونہہ، تم بھی ناں حد کرتی ہو کوئی منگیتر ونگیتر نہیں ہے......"

"اجی! کیسے نہیں ہیں ہم آپ کے منگیتر! آپ تو پیدائش سے قبل ہی ہمارے نام الاٹ کر دی گئی تھیں...... میری اور آپ کی والدہ اور والد نے آپ کے دنیا میں آنے سے قبل ہی آپ کو ہمارے نام سے منسوب کر دیا تھا ہاں البتہ باقاعدہ منگنی کی رسم نہیں ہوئی، لیکن اگر آپ کی یہ خواہش ہے تو ہم بزرگوں سے کہہ سن کر آپ کی سفارش کر دیتے ہیں اور باقاعدہ ایک تقریب میں ہم آپ کو منگنی کے رنگ میں قید کر لیتے ہیں۔"...... وہ نہ جانے کب ان سے پہلے گھر آ چکا تھا اور اب اس کی بات پکڑے بڑی ترنگ میں کہہ رہا تھا وہ کھول کر رہ گئی۔

"فہد!...... فہد......" شدید غصے کے دباؤ میں الفاظ دب گئے۔

"او کے!...... او کے منگنی نہیں تو چلو ٹھیک ہے نکاح ہی کر لیں گے نو...... نو! تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں میں خود بات کروں گا ہائی اتھارٹی سے...... خوش!"

وہ اس کے غصے کی آگ کو بدستور ہوا دے رہا تھا۔ زوہا محظوظ ہو رہی تھی۔

"آں...... آں...... اس میں تمہارا قصور بھی نہیں جب بندہ اتنا خوبرو ہینڈسم ہو تو لڑکیاں اسے آزاد نہیں چھوڑتیں...... کیوں زوہا جی! کیا خیال ہے آپ کا۔"

فہد آنکھوں میں شوخیاں لئے اس کے غصے کی پرواہ کئے بغیر بولے جا رہا تھا۔

اس میں اس کا قصور بھی کہاں تھا اس نے تو جب شعور کی وادی میں قدم رکھا تو ایک جملہ ایک نام ہمیشہ اپنے ساتھ منسوب سنا کہ "ماہم فہد کی دلہن ہے۔" یا دونوں کی مائیں انیسہ اور نفیسہ بیگم جو آپس میں سگی بہنیں ہونے کے ساتھ ساتھ جٹھانی اور دیورانی بھی تھیں جنہوں نے اپنے سسرال کو جنت بنا دیا تھا جب بھی ان دونوں کو دیکھتیں تو فوراً کہہ اٹھتیں۔

"ماشاءاللہ چاند سورج کی جوڑی ہے!"

"بھئی نفیسہ! اللہ نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے لئے بنایا ہے......" سارا بچپن یہ جملے سنتے ہوئے جو بچہ گزارے گا اس کے دل و دماغ پر ماہم کا قبضہ نہیں ہوگا تو کس کا ہوگا۔

ہر گزرتا پل ماہم کو اس کے لئے ضروری قرار دے کر آگے بڑھ جاتا تو وہ اس احساس کی

لطافت کو کتنی دیر محسوس کرتا اور مسکرا دیتا کہ یہ ہر بات پر چڑنے والی، لڑنے والی، آنکھیں دکھانے والی، سنہری رنگت والی حسین سی گڑیا اس کی ہے اب چاہے وہ لاکھ لڑے جھگڑے، اس کے ہمراہ تو یہ خوشی ہر وقت رہتی کہ یہ اس کی ہے اور یہ سوچ اور یقین اسے مطمئن رکھتا تھا اور وہ اس کی بڑی بڑی کڑوی باتیں بھی بڑے مزے سے حلق سے اتار لیتا...... جبکہ بڑوں کی خواہش اور فہد کی دیوانگی سے پرے ماہم نے اپنا ایک جہاں آباد کر رکھا تھا اپنی خواہشات کا، جہاں وہ پیدا ہوئی وہ کوئی شیش محل نہیں تھا بلکہ ایک سو بیس گز کا دو منزلہ مکان جہاں اس نے اپنے دیگر کزنز اور بہن بھائیوں کے ساتھ آنکھ کھولی...... اس کے والدین اور چچا چچی نے بڑی قناعت پسندی کی زندگی گزاری اور اپنی اولاد کو بھی وہی تربیت دی مگر ماہم ان سب میں مختلف تھی وہ اس قناعت پسندی کو سرے سے پسند ہی نہیں کرتی تھی۔

اس کی سوچ سب سے جدا تھی اسے اپنے اس چھوٹے سے گھر سے نفرت تھی وہ محلوں کے خواب دیکھا کرتی پُر آسائش زندگی چاہیے تھی اسے، بس اسٹاپوں پر گھنٹوں موسموں کے سرد و گرم کو برداشت کرنا اسے گوارہ نہیں تھا وہ لمبی سی گاڑی چاہتی تھی جس کا سفید وردی والا ڈرائیور اس کے لئے دروازہ کھولے بند کرے۔ وہ جس گھر میں رہے وہ ایک سو بیس گز کا ڈربہ نہ ہو بلکہ وسیع علاقے پر پھیلا خوبصورت محل نما گھر ہو پیسہ اتنا ہو کہ اندھا دھند استعمال کیا جائے تو بھی کمی کی بجائے اس میں اضافہ ہو یہ نہ ہو کہ ایک جوڑا بن گیا ہے تو پھر بھول جاؤ نئے جوڑے کو...... ایسی زندگی ہو کہ عیاشی ہو یہ نہ ہو کہ معمولی معمولی ضرورت کو دبا کر رکھو......

اور اسی لئے تو وہ فہد سے چڑتی تھی کیونکہ فہد سے شادی کی صورت میں اسے وہی زندگی دوبارہ مل جاتی جس سے وہ جان چھڑانا چاہتی تھی۔ وہ شادی کر کے کسی شہزادے کے ہمراہ کسی محل میں رخصت ہونا چاہتی تھی جس کے پاس ایک نہیں کئی گاڑیاں موجود ہوں جس کا ساز و سامان لوگوں کی توجہ کو کھینچ لے وہ کچن میں کام کرنے کی بجائے ملازموں کو حکم دے رہی ہو۔ فہد سے شادی کر کے اسے وہی سسکتی زندگی ملتی، نیچے کے پورشن سے رخصت ہو کر وہ اوپر والے پورشن میں شفٹ ہو جاتی جہاں وہی سب کچھ تھا جو نیچے تھا۔ یہ سوچ سوچ کر اس کا دم گھٹتا تھا اس کی سوچ اس کی مادی خواہشات نے اتنی خود غرض بنا دی تھی کہ وہ امن سکون عزت اور محبت جیسے طاقتور جذبوں کو محض جذباتیت سمجھتی اور بس! جبکہ دوسری جانب چچا چچی

فہد کے بہن بھائی اس کو بے حد پیار کرتے، فہد کے حوالے سے اس پر جان دیتے باوجود اس کے کہ باقاعدہ کوئی رسم نہیں ہوئی تھی سب اس کے ناز نخرے اُٹھاتے۔ وہ جواباً خوش ہونے کے بجائے چڑ جاتی اور اس کی محبت میں سر سے پیر تک ڈوبا ہوا فہد تو گویا اسے دیکھ دیکھ کر جیتا وہ اسے اتنا برا بھلا بھی کہہ دیتی مگر وہ مسکرا کر ہر بات ٹال جاتا۔ بچپن ہی سے پیسے جمع کر کے اس کے لئے اپنی اوقات سے بڑھ کر تحفہ لے کر آتا وہ یا تو پٹخ دیتی یا ناک بھوں چڑھاتی۔ تب کچھ دیر کے لئے وہ ڈول سا جاتا مگر پھر حسن کی ادا سمجھ کر مسکرا دیتا اور اس وقت بھی وہ شوخیاں لئے اسے چھیڑ رہا تھا اور وہ غصہ سے لال بھبھوکا چہرہ لئے چیزیں پٹخ رہی تھی۔

''کہاں ہیں سب لوگ......'' گھر بھاں بھاں کر رہا تھا وہ چڑ گئی۔

''ہاں جی ہماری تمہاری والدہ بوجہ ''گپ شپ'' اور گپ شپ میں یوں تو بہت کچھ ہوتا ہے فلاں ایسی ہے فلاں ویسی ہے فلاں کو یہ ہو گیا فلاں کو وہ ہو گیا ہائے اللہ برائی کرنا بری بات ہے...... دونوں اپنے اپنے کان کھینچ کر لمبے کرتے ہوئے توبہ کریں گی پھر ارے ہاں سنا ہے فلاں کی اپنے شوہر سے لڑائی ہو گئی ہے، ارے وہ تو ہے ہی ایسی ناشکری کہیں کی...... ہائے اللہ توبہ برائی کرنا بری بات ہے پھر کان کھینچ کر توبہ کی جائے گی اب کان کھینچ کھینچ کر لمبے ہو جائیں گے ان کی برائیاں ختم نہ ہوں گی...... ویسے تم لوگ اتنی چغل خور کیوں ہوتی ہو؟'' فہد خالصتاً عورتوں کے انداز میں بولا تو زوہا بے ساختہ ہنس پڑی جبکہ ماہم سلگ رہی تھی اسے فہد سے چڑ تھی کیونکہ اس سے شادی کے بعد پھر وہی زندگی اس کا مقدر بننے جا رہی تھی۔

''چلے جاؤ یہاں سے فہد کے بچے!'' وہ چلائی تو وہ مزید شوخ ہو گیا۔

''کیوں معصوموں کے پیچھے ابھی سے پڑ گئی ہو...... لگتا ہے بہت ظالم ماں ثابت ہو گی۔''

وہ غصے میں بھی اس کی بات کو شوخ رنگوں میں لپیٹتا ہوا اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔

''فہد......'' ضبط کے کنارے چھوٹ گئے تو کشن ہوا میں لہراتا ہوا فہد کی طرف بڑھا تو وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ زوہا کو یہ چھیڑ چھاڑ بہت اچھی لگ رہی تھی۔

''کتنی لکی ہو تم اتنا اچھا جولی سا ہمسفر ہو گا زندگی کے سفر میں، تمہاری زندگی تو پھلجھڑی

سی بنی رہے گی۔''

''ہونہہ! مجھے نہیں چاہئے یہ پھلجھڑی اور نہ ایسا رنگیلا شوہر...... کنگلا کہیں کا! کیا تبدیلی آئے گی میری زندگی میں اس سے شادی کر کے؟ یہاں کوئی منظر نہیں بدلے گا لوگ بھی وہی حالات بھی وہی کیا فائدہ ایسی شادی کا۔''

وہ اس شادی کے بعد کے ان حالات سے کس قدر باغی ہے کوئی نہیں جانتا تھا سوائے زوہا کے اور وہ ہی بساط بھر اسے سمجھا دیتی جسے وہ ''ہونہہ'' کہہ کر اگنور کر دیتی۔

''ایسی باتیں نہیں کرتے ماہم اور پھر جو قسمت میں لکھ دیا جاتا ہے وہی ملتا ہے یہ سب تمہاری زندگی میں لکھا جا چکا ہے تب ہی تو سب کچھ آپ ہی آپ ہو رہا ہے۔''

''میں نہیں مانتی قسمت کے لکھے کو، میرا اس بات پر یقین ہی نہیں۔''

''پھر کس بات پر تمہارا یقین ہے۔''

''اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے...... یعنی کوشش......''

نہ جانے خواہشوں نے کس کوشش کا راستہ تلاش کر کے اسے اس پر ڈال دیا تھا کہ وہ آنے والے دنوں سے بہت پُرامید تھی۔ کچھ بھی تھا اس نے فیصلہ کر لیا تھا نہ تو وہ فہد کو قبول کرے گی نہ اس کے حوالے سے ملنے والی وہی سڑی ہوئی بور زندگی۔ زوہا اس کے مقاصد سے بے خبر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ تقدیر پر یقین رکھنے والی زوہا چپ چاپ ہر فیصلہ قبول کر لیا کرتی تھی وہ کوشش کی قائل ہی نہیں تھی اس کے بقول جو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے وہی ملے گا لہٰذا کوشش بے کار ہے جب کہ ماہم کوشش کی آخری حد تک جانا چاہتی تھی۔

''اوکے! میں چلتی ہوں فہد سے کہو مجھے اسٹاپ تک چھوڑ آئے۔''

''ہاں ہماری قسمت میں بس اسٹاپوں پر خوار ہونا ہی تو لکھا ہے ناں ارے ان کے سرخاب کے پر لگے ہیں جو لاکھوں کی گاڑیوں میں گھومتی ہیں۔''

''اپنی اپنی قسمت......'' زوہا نے غصے سے سرخ ماہم کی ستواں ناک دبائی اور جھک کر بیگ اُٹھا کر دروازے کی طرف بڑھی۔

''کیوں! اپنی قسمت! ہم اپنی قسمت خود بنائیں گے کوشش سے جدوجہد سے اور دیکھنا مجھے منزل ضرور ملے گی ان شاء اللہ۔''

انجانے یقین کی قندیلیں اس کی آنکھوں میں روشن ہو رہی تھیں۔

''ویسے تمہاری یہ قسمت بھی بہت اچھی ہے جو تمہیں بغیر کسی محنت کے کوشش کے مل رہی ہے اگر سمجھو تو! خدا حافظ......'' زوہا کا اشارہ فہد کی طرف تھا پھر اس نے احمق سی لڑکی کے سر پر چپت رسید کی اور باہر نکل گئی۔

☆=====☆=====☆

انور اور منور صاحب دونوں سگے بھائی تھے انہوں نے جس اچھے ماحول میں جائز و ناجائز کی حدود میں رہ کر پرورش پائی تھی اور والد کی اوقات کے مطابق جتنی تعلیم حاصل کر پائے تھے اس سے ان کو جو عہدے ملے تھے سرکار کی طرف سے کمانے لگتے تو شاید ماہم کے سارے خواب ایک ہی مک مکا میں پورے ہو جاتے مگر وہ دونوں رزقِ حلال سے پلے بڑھے تھے اور اپنی اولاد کو بھی وہی دے رہے تھے۔ ''اللہ دیکھ رہا ہے'' اسی بات پر ان کی نظر رہی اور برائی سے بچے رہے۔ قسمت اچھی تھی کہ بیویاں بھی اسی بات پر قائم رہیں ہر چند کہ نئی سوچ اور وقت کے تقاضے اولاد میں کبھی کبھی بغاوت یا احساسِ کمتری کو ہوا دیتی تاہم بزرگوں کی ایک ہی سخت نظر کس بل نکال کر بہتر کر دیتی مگر ماہم کے اندر خواہشات کی ایک نئی دنیا آباد ہو گئی تھی اس کا کہنا یہ تھا کہ اچھے کے لئے کوشش تو کی جا سکتی ہے ناں اور وہ اس فارمولے پر عمل کرنا چاہتی تھی اور دوبارہ وہی زندگی نہیں جینا چاہتی تھی جو جی رہی تھی۔

''امجد فون بند بھی کرو معلوم ہے کتنا بل آ جاتا ہے ایک تو بلوں نے جان عذاب میں ڈال رکھی ہے چلو بند کرو فون۔''

نیچے سے خالہ اور چچی نفیسہ کی آواز پر ماہم چڑ گئی۔

''ہونہہ ہر وقت احتیاط ہر وقت بچت کا راگ! بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہوئی کہ بندہ اپنی جائز ضرورت بھی پوری نہ کر سکے اب امجد بھائی کی نئی نئی منگنی ہوئی ہے تو اپنی منگیتر سے بات کرنے کو دل تو چاہتا ہو گا ناں اور خالہ جان کو بل کی پڑ گئی۔''

''ارے! خالہ جان بات کرنے دیں امجد بھائی کو راحیلہ بھابی سے دل چاہ رہا ہو گا ناں۔''

چونکہ امجد اور ماہم کے خیالات ملتے تھے اس لئے وہ اس کی حمایت کے لئے تیزی سے

نیچے اُتر آئی تو فہد جو صوفے پر بیٹھا کتاب دیکھ رہا تھا ایک دم اسے دیکھنے لگا۔ گہرے کلر کے سوٹ میں وہ کتنی اچھی لگ رہی تھی اب شاید وہ اتنی ہی حسین تھی یا اسے لگتی تھی مگر کہنے والوں نے یہ بھی کہا کہ ساری کشش سارا حسن محبت کی نظر میں ہوتا ہے اور فہد کو تو وہ دنیا کی حسین ترین لڑکی لگتی تھی وہ اسے اتنی اچھی لگتی تھی کہ اس کی خاطر جان بھی دے سکتا تھا۔ اس کے جملے کے حسین رنگوں میں وہ اس کے قریب آ گیا دھڑکتی خواہش لبوں پر آ گئی۔

''دوسروں کے دلوں کی اتنی پرواہ ہے تمہیں اور ہمارا دل سوتیلا ہے کیا......؟ ہمارے دل کا بھی دل چاہتا ہے کہ اپنی ماہم سے بات کرے اپنی منگیتر سے۔''

اس کی محبت، اس کے لہجے کا لوچ، اس کی نظروں کی گہرائی اس بات کی متقاضی تھی کہ اس کے سارے الفاظ سات رنگوں کی قوس وقزح بن کر ماہم کے حسین چہرے پر بکھر جائیں گے مگر وہاں وہی انداز تھا، اجنبیت تھی، دل توڑنے والی رکھائی تھی۔

''فہد تم باز آ جاؤ میں تمہاری منگیتر نہیں ہوں بلاوجہ شیخ چلی بنے پھرتے ہو......''

وہ انتہائی سفاکی اور رکھائی سے اس کے جذبوں کی کلیوں کو روندتی گزر جاتی تو وہ دل تھام کر رہ جاتا اب بھی ایسا ہی ہوا تھا اس کی بات پر اس نے اس کا ہاتھ تھاما اور کچن میں کام کرتی اپنی ماں اور خالہ کے سامنے لا کھڑا کیا تو دونوں بہنیں معنی خیزی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا پڑیں۔

''اجی میں نے کہا خالہ جی اور اماں جی کچھ عقل کے ناخن لیجئے۔''

''کیوں بھئی اللہ نے ہمیں اپنے ناخن دیئے ہیں عقل کے کیوں چرائیں......''

''اُف......اُف ہائے یہ مائیں!'' ان کی بات پر وہ فرش پر بیٹھ کر سر پیٹنے لگا۔

''ارے مان جاؤ خواتین ورنہ سر پکڑ کر روؤ گی ارے جوان جہاں لڑکا ہے خوبرو ہے اسمارٹ ہے باندھ دو اس کھونٹے سے یہاں وہاں ہو گیا تو پچھتاؤ گے لوگو۔''

وہ فرش پر بیٹھا دہائی دے رہا تھا انیسہ بیگم آگے بڑھیں اسے کان سے پکڑا۔

''چلو بیٹا......''

''کک......کہاں لے جا رہی ہیں خالہ جان''......وہ کھڑا ہو گیا۔

''ارے بھئی تم نے خود ہی تو ہمیں خوف زدہ کیا ہے کہ جوان جہاں ہوں کہیں یہاں

وہاں نہ ہو جاؤں تو اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سے پہلے کہ تم یہاں وہاں ہو جاؤ، اس لئے میں تمہیں باہر صحن میں لگے کھونٹے کے ساتھ باندھنا چاہتی ہوں، سدرا بیٹی ذرا کوئی رسی تو لاؤ میں فہد بیٹے کو کھونٹے سے مضبوطی سے باندھ دوں۔"

"کک...... کیا کر رہی ہیں آپ! مجھے کھونٹے سے نہیں اس کھونٹی سے باندھ دیجئے۔"

وہ اپنے کان چھڑا کر صوفہ پھلانگتا ہوا ماہم کا ہاتھ پکڑ کر بولا تو اسی وقت انور اور منور صاحب آ گئے۔

"فہد میاں! کیا ہو رہا تھا بھئی......" انور صاحب نے اس کے ہاتھ میں ماہم کا ہاتھ دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ ان دونوں کے اچانک آ جانے سے فہد صاحب اتنے حواس باختہ ہو گئے کہ ماہم کا ہاتھ نہیں چھوڑا بلکہ گھبراہٹ میں مزید مضبوطی سے تھام لیا۔

"ہاں تو تم نے بتایا نہیں کیا ہو رہا تھا......" منور صاحب نے اس کے ہاتھ میں ماہم کے ہاتھ کو دیکھا وہ بھیگ سی گئی حیا کے قطرے ماتھے پر ابھر آئے فہد مزید بوکھلا گیا۔

"جی کک...... کک کچھ نہیں کچھ بھی تو نہیں یہ فیصل بھائی ہیں ناں! ان کو کہہ رہا تھا چلیں فجر کی نماز مسجد میں پڑھ آتے ہیں۔ مگر یہ نہیں مانے......"

باپ اور چچا کی موجودگی میں سب کے چہروں پر معنی خیز ہنسی اور گھٹی گھٹی کھی کھی اسے بولانے کے لئے کافی تھی۔

"ہوں...... تو یہ بات ہے بیٹا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ تمہارے فیصل بھائی نہیں ہماری بیٹی ماہم ہے اور دوسری بات یہ کہ اگر یہ فیصل بھائی ہوتے تب بھی اس وقت مسجد میں عشاء کی نماز پڑھنے جاتے فجر کی نہیں...... بدتمیز حواسوں میں رہا کیجئے، جایئے یہاں سے؟"

منور صاحب نے ڈپٹ کر کہا تو وہ بوکھلا کر سرپٹ بھاگتا چلا گیا ماہم کو یوں سب کے سامنے تماشا بننے کی جو سبکی محسوس ہوئی تھی وہ اپنی جگہ! اسے فہد پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ وہ بھی سب کی ہنسی کی جلترنگ میں کمرے میں چلی گئی۔

"اور آپ لوگ اپنی کھی کھی بند کیجئے صاحب زادے کو سمجھانے کی بجائے ہنس رہی ہیں یہ کوئی حرکت ہے کرنے والی، لاحول ولا......" منور صاحب خفا ہو رہے تھے سب کو ڈانٹ دیا۔

"وہ تو بچہ ہے کیوں خفا ہو رہے ہیں میرا تو خیال ہے امجد کی شادی پر ماہم اور فہد کا نکاح کر دیتے ہیں پھر فریا کے ساتھ ماہم کی رخصتی کرا لیں گے، کیوں نفیسہ۔"

اپنی تجویز کی منظوری کے لئے انیسہ بیگم نے شوہر دیور پھر بہن کو دیکھا جن کو بذات خود تو کوئی اعتراض نہیں تھا مگر ماہم کے رویے اور پس و پیش کی بنا پر کچھ کسمسا کر رہ گئیں۔

"بالکل بہت اچھا خیال ہے بھابی جان! آپ نے اچھا سوچا ہے ہماری طرف سے ہاں ہے......" انور صاحب نے کچھ نہ جانتے ہوئے ہاں کر دی، نفیسہ انہیں دیکھ کر رہ گئیں فریا خوشی سے ماہم کی طرف بھاگی اور خوشی سے اسے گھما ڈالا۔

"کیا ہو گیا ہے پاگل تو نہیں ہو گئی ہو......" وہ جھنجلا کر پیچھے ہٹ گئی ہر چند کہ وہ سب اسے بہت چاہتے تھے اور وہ خود بھی ان کو چاہتی تھی مگر ان کے توسط سے وہ اکتا دینے والی زندگی کی فلم دوبارہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

"ارے لڑکی بات ہی اتنی خوشی کی ہے امجد بھیا کے ساتھ ہی تمہارا اور فہد کا نکاح ہو جائے گا اور تم باقاعدہ میری بھابی بن جاؤ گی۔" فریا تو خوشی سے نہال ہو رہی تھی۔

"ہرگز نہیں! یہ نہیں ہو گا قطعی نہیں......" یہ خبر بجلی بن کر ماہم پر گری تھی۔

"کیا تم...... تم خوش نہیں ہو......" محبت کی ماری فریا تو یہ سوچ کر آئی تھی کہ ماہم خوشی سے گلنار چہرہ لئے شرما جائے گی اس جواب پر فریا بجھ سی گئی۔

"ہرگز...... وہ فریا بات یہ ہے کہ......" قریب تھا کہ ماہم اپنے انکار پر یقین کی مہر ثبت کرتی، تائی ماں کو آتا دیکھ کر بات بدل کر رہ گئی اور پھر یہ بات فریا کے ذریعے گھر بھر میں پھیل گئی مگر والدین خاطر میں نہیں لائے کہ ماہم فضول بولتی رہتی ہے ہو گا تو وہی جو سب چاہتے ہیں جو بزرگوں نے فیصلہ کیا ہے، فہد کو پتہ چلا کہ نکاح کی بات ہوئی ہے وہ ناچنے لگا...... اس کا جی چاہا ابھی ماہم کے پاس جائے اور اس کو چھیڑے وہ اپنے مخصوص انداز میں چڑ جائے یا شرما جائے مگر ایک دم ہی اداس کر دینے والا جھونکا آیا۔

"اسے ایسی باتیں پسند نہیں کہیں ایسا نہ ہو کوئی بدفال منہ سے نکال دے اور قبولیت کا کون سا وقت ہو کس کو پتہ......"

اسی خوف کی پرچھائیں کو ساتھ لگائے وہ باہر نکلا، امجد جاب کے لئے انٹرویو دینے جا

رہا تھا فہد نے جھٹ تسبیح لی اور بیٹھ کر بہ آواز بلند دعا مانگنے لگا۔

''اے اللہ امجد بھیا کو جلد از جلد نوکری دے دے اور جلد از جلد ان کی شادی کرا دے آمین ثم آمین......'' امجد جاتے جاتے اس کی طرف مڑا۔

''آمین ثم آمین......لیکن آپ میرے اتنے خیر خواہ کب سے ہو گئے۔''

''وہ بات یہ ہے بھیا کہ آپ کو جلدی نوکری ملے گی پھر جلدی سے شادی ہو گی پھر......''

''اچھا چلئے اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہماری نوکری بھی ہو گئی اور شادی بھی آپ سے مطلب۔''

''توبہ ہے کتنے برے ہیں آپ ذرا جو خیال ہو وہ......وہ سنا ہے آپ کی شادی پر ہمارا دشمنوں سے نکاح ہونے والا ہے...... پھر ڈھولک پر سکھیوں کی تھاپ پڑے گی پھر میں گھونگھٹ میں شرماؤں گا وہ دولہا بن کر آئیں گی اور......''

اس نے باقاعدہ فریا کا آنچل گھسیٹ کر گھونگھٹ نکال کر جھومنا شروع ہی کیا تھا کہ منور صاحب مسجد سے نماز پڑھ کر آ گئے شامت کو فہد کے سر پر دیکھ کر سب ہنستے ہوئے کھسک لیے۔''پھر وہ گھونگھٹ اُٹھائیں گی میں لجاؤں گا وہ کہیں گی......''

''آپ انتہائی گھامڑ فضول اور پاجی ہیں......''

''جی......جی اب......اب......ابا جان آپ''

پھر اسے بھاگتے ہوئے راہ نظر نہ آئی......چیئر پھلانگتا گرتا پڑتا بھاگ گیا۔

اس کی ان ہی شرارتوں نے اس کے دل کا معاملہ سب پر عیاں کر دیا تھا اور یہ بتا دیا تھا کہ اگر فہد کی زندگی سے ماہم کو نکال لیا جائے تو کچھ نہیں بچتا اور کسی کو اعتراض بھی کیا تھا لہٰذا اندر ہی اندر نکاح کا ارادہ پختہ ہو گیا تھا۔ فہد ماہم کا کتنا دیوانہ ہے اس کی بہنیں خاص طور پر جانتی تھیں وہ اپنا جیب خرچ جمع کرتا رہتا اور پھر ماہم کو کوئی نہ کوئی ایسا گفٹ دیتا جس کی اسے شدید طلب ہوتی یا اسے پسند ہوتی اسے حیرت ہوتی کہ فہد کو اس کی پسند و ناپسند کیسے پتہ چل جاتی ہے، اس بار بھی فہد نے اپنی کسی ضرورت کے لئے پیسے جمع کئے تھے اور اپنی وہ چیز خریدنے جا رہا تھا کہ فریا اور ماہم کی باتیں کانوں سے ٹکرائیں۔

''ہائے فریا کیا بتاؤں کتنا حسین جوڑا تھا شاء اللہ میں۔''

''اور قیمت ہو گی غریب کی ایک ٹھنڈی آہ......''

''صرف ایک ٹھنڈی آہ...... ارے اتنی ٹھنڈی کہ آس پاس کے علاقے میں برف گرنے لگے پتہ ہے وہ سوٹ ڈھائی ہزار کا تھا......''

''ڈھائی ہزار بہت زیادہ ہے بھئی ایک غریب بندے کی تنخواہ ہوتی ہے ہاں بھئی میرے خیال میں محض جوتے کپڑے پر یوں روپیہ لٹانا حماقت ہے۔''

''ہاں انگور کھٹے ایسے ہی ہوتے ہیں بھئی جن کی جیبیں بھری ہوتی ہیں ناں نوٹوں سے ان کے نزدیک یہ کوئی قیمت نہیں پر ہم ہیں غرباء، بہت فضول خرچی بھی کر لی تو چار سو کا سوٹ خرید کر سالوں سنبھالے رکھتے ہیں۔ ارے چار سو کا سوٹ ہے روز پہن کر گھسانا تھوڑی ہے۔ ہونہہ......آہ وہ سوٹ......''

وہ سوٹ تو آہ...... بن کر ماہم کے لبوں سے نکلا اور فہد کے دل میں اُتر گیا، وہ اک کرب کا سا احساس لئے سیڑھیاں اُتر گیا۔

☆=====☆=====☆

''آخر کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ کھانا بھی نہیں کھانے دیا اس فریا کی بچی نے بھائی بلا رہے ہیں بولو کیا بات ہے......''

ایسے لمحات میں جب فہد کی آنکھوں میں جگنو ناچ رہے ہوں دل کسی کی بہت ہی لطیف سی سرگوشی کے انتظار میں ساعتوں کی بےقراریاں لئے کھڑا ہو ایسے میں ماہم بڑی بےدردی سے ننھی منی مکھیوں کو روندتی آگے بڑھ جاتی پھر پلٹ کر لٹھ مار انداز میں پوچھتی۔

''یہ لو اسے ابھی کھولو میرے سامنے......'' وہ اس کی ہر بات کو اگنور کئے گفٹ پیک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا وہ پیک میں بند گفٹ کے بارے میں سوچتی اسے کھولنے لگی یہ کوئی پہلا موقع نہیں تھا وہ ایسے خوشگوار سرپرائز دیا کرتا تھا۔

''واؤ! فہد کے بچے تمہیں کیسے پتہ چلا کہ مجھے یہ ہی سوٹ پسند ہے......''

وہ خوشی سے چلا اُٹھی اور فہد بڑی چاہت سے اس کی خوشی کی کرنیں...... آنکھوں میں سمیٹنے لگا۔

"تمہیں یہ ہی پسند تھا...... ناں......" فضا بہت خوبصورت ہوگئی تھی اچانک ہی رنگوں اور روشنی کی پھوار سی پڑنے لگی تھی وہ اسی پھوار میں بھیگتا اس سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں بہت بہت...... تم تو ہمیشہ ہی سے میری پسند اور مزاج کے مطابق گفٹ دیتے ہو...... ایک بات تو بتاؤ، تم مجھے اتنا کیسے جانتے ہو......"

وہ سوٹ کو ساتھ لگائے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی وہ اسے چاہتا ہے پسند کرتا ہے اور سب کے ساتھ اس کی بھی خواہش ہے کہ اس کی اس سے شادی ہو مگر کوئی کسی کو اتنا جانتا ہو اتنا کہ خواب وخیال میں کہی بات بھی اس کی زبان پر ہو۔

"کبھی پیار کر کے دیکھنا خود تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا......"

اس کے خوبصورت لہجے میں یہ چھوٹا سا جملہ فضا کو حسن بخش گیا وہ لاجواب سی ہوگئی اور کچھ نادم بھی! اور زیادہ تر جو وہ اس سے چڑتی تھی اس کی وجہ یہ ہی تو تھی وہ مہربان سائے کی طرح اس کے ساتھ رہتا اَن کہی باتیں بھی سمجھ جاتا مگر جواباً وہ اسے کچھ بھی نہیں دے پاتی تھی۔

"کیا ضرورت تھی بیکار میں اتنے ڈھیر سارے پیسے محض ایک سوٹ پر برباد کرنے کی......"

وہ اپنی شرمندگی خجالت کو یوں ہی مٹایا کرتی اس وقت بھی اس نے یہ ہی کہا تو فہد نے اپنا جملہ دہرایا۔

"کبھی پیار کر کے دیکھنا...... خود تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا......"

موسم حسین تھا ساتھ محبوب تھا ایسے میں وہ اس کے پیار پر تصدیق کی مہر ثبت کر دیتی یہ تو فہد کی بے پایاں محبت کا حق تھا مگر اسی حق کو تو ماہم تسلیم نہیں کرتی تھی نہ ہی کرنا چاہتی تھی کیونکہ یہ سب مان لینے کا مطلب تھا کہ فہد اور یہ زندگی اس کا مقدر ہیں اور یہ ہی وہ نہیں چاہتی تھی۔

"اینی ویز! تھینکس......" وہ اس کی نظروں سے ہمیشہ ہی کترا جاتی تھی وہ آگے بڑھی۔

"کیا...... کہا تھینکس، ہونہہ اس کا مطلب ہے ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں......"

اس کی بات پر وہ تیزی سے اس کی طرف گھومی۔

"کبھی...... کبھی تو تم باؤلے لگتے ہو اور کبھی کبھی کوئی فلاسفر، کیا ہو تم......"

"میرا جواب وہی ہے جو اس سے پہلے دوبارہ دے چکا ہوں کیونکہ میری بات صرف اسی وقت سمجھو گی جب۔"

"اچھا! بس کرو مجھے نہیں سمجھنی ایسی باتیں ہٹو میری خوشی خراب نہ کرو بور باتیں کر کے......"

"اچھا سنو تو ماہم میری بات کو...... لیکن تم کہاں سمجھو گی......"

اداس کر دینے والا احساس فضا کو بوجھل کر گیا اور وہ اس کی پشت کو دیکھتا آسمان کو دیکھنے لگا۔

☆=====☆=====☆

"مجھے معلوم ہے اس نے یہ پیسے اپنے ایک دوست کے ولیمے پر پہننے کے لیے سوٹ خریدنے کو جمع کیے تھے مگر بدتمیز کو کیسے پتہ چل گیا کہ مجھے یہ سوٹ پسند آ گیا ہے جا کر خرید لایا۔"

زوہا کو ساری تفصیل بتا کر وہ اپنے لہجے میں دل میں چھپے ندامت کے احساس کو چھپا نہیں پائی زوہا سوٹ کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"وہ تمہیں چاہتا ہے سمجھتا ہے جانتا ہے اور سنگدل تم ذرا قدر نہیں کرتی ہو اس کی۔ محبت کے اس احساس کو فہد کی دیوانگی کو اپنے دل میں قید کر لو بہت خوش رہو گی تمام عمر کیونکہ ایسا پیار بہت کم ملتا ہے...... میری بات مان جاؤ......"

"زوہا!"...... یونیورسٹی کے لان میں گھنے پیڑ کی چھاؤں تلے بیٹھتے ہوئے ماہم نے زوہا کو گھورا، فائل کو گھاس پر پٹخا اور زوہا کو مارنے لگی۔

"میڈم زوہا شاکر! آپ میری دوست ہیں کہ فہد کی وکیل! جب دیکھو فہد کی طرف داری کر رہی ہوتی ہیں محترمہ......Why؟"

جو شکوہ ماہم کے اندر بل کھا رہا تھا آج باہر آ ہی گیا تو زوہا نے اطمینان سے اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا۔

"تمہاری دوست ہوں جب ہی تو کہتی ہوں سمیٹ لو فہد کی محبت کی روشنی کو ایسا نہ ہو

کہ کبھی تم پچھتاؤ ایسا ہوا تو سب سے زیادہ دکھ مجھے ہی ہوگا...... میں تمہاری خیر خواہ ہوں...... دیکھو ماہم زندگی میں سب کچھ مل جاتا ہے مگر محبت نہیں ملتی، سچا خلوص، چاہنے والا ساتھی مل جائے تو لڑکی کو اور کیا چاہیے......''

زوہا کا خلوص اور دوستی کی پھوار ماہم کی پتھریلی سمجھ پر گر گر کر اپنا آپ گنوا رہی تھی ماہم الٹے سیدھے منہ بنا رہی تھی کیونکہ خوابوں کے جس شہر میں وہ رہتی تھی اس نگر میں محبت کا گزر تک نہیں تھا۔

''Shut up زوہا! محبت سے ضروریات اور خواہشات کے پیٹ نہیں بھرا کرتے، خوابوں میں رنگ نہیں بھرا کرتے...... تمہیں معلوم ہے فہد سے شادی کا کیا مطلب ہے۔''

آج ماہم واقعی زوہا سے الجھ پڑی اسے فہد کی حمایت بہت بری لگتی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ فہد کو چاہتی نہیں تھی یا فہد میں کوئی کمی خامی تھی۔ وہ اسے چاہتی بھی تھی پسند بھی کرتی تھی بلکہ فہد اس کے آئیڈیل کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا خوبرو، ہینڈسم اور چاہنے والا...... وہ سب تھا مگر فہد وہ راستہ نہیں تھا جس پر چل کر وہ اپنی خواہشات کی منزل تک پہنچ پاتی اور اتنی کمزور وہ تھی نہیں کہ فہد کی محبت کے فریب میں آجاتی یا خود اپنی محبت کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی، وہ اپنی پسندیدہ زندگی کے لیے وقت اور حالات سے نبرد آزما ہونا چاہتی تھی...... کوشش کر کے دیکھنا چاہتی تھی اس لیے وہ دل کے نہاں خانوں میں فہد کی محبت کو مقفل کر کے بڑی ڈھٹائی سے اپنی اور فہد کی Feeling سے کترا کر گزر جاتی تھی اور یہ بات اس نے زوہا جیسی عزیز از جان دوست سے بھی چھپا کر رکھی تھی کہ وہ فہد کو چاہتی ہے۔

''زوہا پلیز! اچھی خاصی پریکٹیکل لڑکی ہو کر محبت جیسی باتوں پر یقین رکھتی ہو...... Be realistok'' وہ چڑ جاتی۔

''ہر حقیقت کی بنیاد محبت ہے...... Dont forget خیر چلو اٹھو! کلاس ہونے والی ہے...... میں بھی عجیب ہوں پتھر سے سر پھوڑ رہی ہوں......''

زوہا اپنا بیگ اُٹھا کر اکتائے ہوئے بے بس سے لہجے میں بولی۔ نہ جانے کیوں اسے ماہم کا یہ رویہ، یہ انداز اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ ''How sweet کاش فہد بھی تمہاری طرح سمجھ دار ہوتا......''

''ڈرو ماہم! اس وقت سے کہ ایسی کوئی سمجھ فہد کی محبت کے سیلاب کے سامنے رکاوٹ بن کر کھڑی ہو جائے...... اور تم محبت کی توجہ کی ایک بوند کے لیے ترس جاؤ......''

''کتنی بری ہو، دوست ہو کر بد دعا تو نہ دو۔''

زوہا کی بات پر لمحہ بھر کو وہ ڈرتی پھر اس کی خواہشات اس پر حاوی ہو جاتیں تو وہ اپنے اور فہد کے جذبات کو روندتی آگے بڑھ جاتی۔

☆=====☆=====☆

تدبیر سے زیادہ تقدیر پر یقین رکھنے والی زوہا کسی کوشش اور محنت کی قائل نہیں تھی نہ ہی اس نے اپنے کسی حق کے لیے کوئی جدوجہد یا لڑائی کی تھی اس کا یقین تھا کہ جو اس کے نصیب میں لکھا جا چکا ہے وہی ملے گا پھر کیا ڈرنا کیا جھگڑنا!

زوہا تھی تو ماہم ہی کی کلاس کی مگر اس کے حالات کچھ مختلف تھے کہ وہ لوگ دو ہی بہن بھائی تھے، بھائی باسط بڑے تھے خود تو جیسے تھے ہی بیگم مونا بہت بدمزاج ملی تھیں اس لیے گھر کی فضا اکثر مکدر ہو جایا کرتی تھی۔ بدمزاجی کے ساتھ مونا حاسد زیادہ تھی وہ ایک کوڑی بھی ساس نند پر لگانا پسند نہیں کرتی تھیں، تو بے چاری راشدہ جو شوگر اور ہارٹ پیشنٹ تھیں اپنی ضروریات کے لیے پریشان ہو جایا کرتیں۔

''اسی دن کے لیے مائیں بیٹوں کے لیے دعا کرتی ہیں کہ بڑھاپے میں ان کی لاٹھی تھام سکیں......''

اس روز راشدہ کے صبر کی انتہا یوں ہوگئی کہ زوہا کو بھی اپنی کتاب کے لیے پیسے چاہئیں تھے تو راشدہ نے اپنی دوا کے لیے دیئے گئے پیسے زوہا کو دے دیئے اب ان کی اپنی دوا ختم تھی اور تکلیف زیادہ ہو رہی تھی۔ تب انہوں نے باسط کو بلا کر کہا تو وہ کبھی ماں کو دیکھتا اور کبھی بیوی کو جو کھا جانے والی نظروں سے کبھی ساس اور کبھی اس شوہر کو گھور رہی تھی جس نے اس کی محبت میں ماں بہن کو بھی فراموش کر دیا تھا۔

''اگر اسی دن کے لیے مائیں بیٹوں کے لیے دعا کرتی ہیں تو پھر ماؤں کو چاہئے کہ بیٹوں کو اپنے پلو سے باندھے بیٹھی رہیں ان کی شادیاں کر کے ان کے فرائض کا سفر طویل نہ کیا کریں...... ہونہہ!''

بہو کے زہریلے لہجے میں ڈھلے الفاظ راشدہ کو توڑ گئے انہوں نے ایک زخمی سی نظر مونا پر ڈالی۔

''مونا! میری جان میری بیٹی کیسی باتیں کر رہی ہو کون سی ماں ایسی ہو گی جسے اپنے بیٹے کی خوشی عزیز نہ ہو گی اس کے بیوی بچوں سے چھین کر اپنے پلو سے باندھ کر رکھنا پسند کرتی ہو گی...... ساری بات حقوق و فرائض کی ادائیگی میں توازن ہے...... اگر بیٹا والدین، گھر والوں اور بیوی بچوں کے حقوق و فرائض کی ادائیگی احسن طریقے سے کرتا ہے تو کوئی شکوہ شکایت پیدا ہی نہ ہو......''

راشدہ اسکول ٹیچر رہ چکی تھیں شوگر اور دل کی بیماری نے وقت سے پہلے ان کو بیٹے کی جیب کا محتاج کر دیا تھا اور باسط جوان کا اکلوتا بیٹا تھا اگر مضبوط اور دانش مند ہوتا تو ماں بہن اور بیوی کو بھی خوش رکھ سکتا تھا مگر باسط کا شمار ان شوہروں میں ہوتا تھا جو شادی کے بعد، بیوی ہی میں ہر رشتہ ڈھونڈ کر...... دوسرے رشتوں کو با آسانی چھوڑ سکتے ہیں۔ باسط بہت اچھے عہدے پر فائز تھا وہ ہر رشتے کو خوش رکھ سکتا تھا، مگر مونا جیسی لڑکی نے اسے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرا دی تھی کہ والدین اگر پال پوس کر تعلیم دے کر لڑکے کو معاشرے کا اچھا شہری بناتے ہیں تو کوئی احسان نہیں کرتے یہ ان کا فرض ہوتا ہے...... سب سے اہم بات جو مونا نے باسط کے خون میں رواں کر دی تھی وہ یہ کہ شادی کے بعد...... زیادہ حق بیوی بچوں کا ہوتا ہے، اس لیے راشدہ جب اپنی کسی ضرورت کا کشکول اپنی ہی اولاد کے سامنے پھیلاتیں تو باسط خوف زدہ نظروں سے بیوی کو دیکھتا۔ وہ ناک بھوں چڑھا کر چلتی بنتی۔

''امی! کبھی فلسفوں سے پیٹ نہیں بھرتے آپ کو خود سوچنا چاہئے ہمارے چار بچے ہیں چاروں کی ذمہ داریاں ہیں اسکولنگ ہے ہزاروں اخراجات ہیں آپ کو اندازہ ہے باسط کتنی محنت کر کے کتنے عذابوں سے اخراجات پورے کر رہے ہیں۔ دن سے رات ہو جاتی ہے ان کو خوار ہوتے تب کہیں جا کر چار پیسے ہاتھ آتے ہیں۔ وہ بھی فضول چیزوں میں اُڑا دیئے جائیں۔''

بہو کی بات پتھر بن کر راشدہ کے دل میں اُتر گئی تو لفظ لہو کے قطرے بن کر لہجے میں ڈھلنے لگے۔

''مونا! تم مجھے یہ بتا رہی ہو کہ اولاد کو کیسے پالا جاتا ہے...... اخراجات کس کو کہتے ہیں اور کیسے پورے ہوتے ہیں...... خدا کا شکر ادا کرو بیٹی کہ شوہر اتنا اچھا کما رہا ہے اور اتنی کمائی میں چار تو کیا دس بچوں کو بھی آسانی سے پرورش کیا جا سکتا ہے۔ آزمائش سے تو مجھ جیسی مائیں گزرتی ہیں جن کے ہاتھ پر شوہر اتنی رقم دے کر بیوی کو سوچ کے جنگل میں چھوڑ دیا کرتے تھے کہ وہ فیصلہ نہیں کر پاتی تھیں کہ اولاد کو تعلیم دلوائیں کہ ان کے پیٹ پورے کریں مگر تم یہ نہیں سمجھو گی......''

اک دکھ بھرا سانس انؓ کے سینے میں ہی ان کی ضرورت کی طرح دم توڑ گیا...... مونا کو ساس کی یہ بات بہت بری لگی تھی کہ وہ اس کے شوہر کی کمائی پر نظر رکھتی ہیں۔

''ہونہہ! ویسے تو بیٹا بیٹا کرتی رہیں گی اور نظریں لگا رکھی ہیں بیٹے کی کمائی پر، دیکھ لیا ناں آپ کیسے پائی پائی کا حساب رکھتی ہیں، کتنا آ رہا ہے کتنا خرچ ہو رہا ہے...... توبہ''

کمرے میں آ کر بھی مونا ساس پر غصہ کرتی رہی چھوٹے گھر کی چھوٹی سوچ اور کم تعلیم یافتہ مونا بات کا پیچھا ہی نہیں چھوڑتی تھی اور اس وقت تک بات سے چمٹی رہتی جب تک باسط ماں بہن کے خلاف نہ ہو جاتا۔

''اچھا...... چلو چھوڑو ناں امی جان کی تو عادت ہے تم ابھی تک سمجھیں نہیں...... کیوں اپنا خون جلاتی ہو...... چلو اٹھو تیار ہو جاؤ آج ہم کھانا باہر کھائیں گے......''

باسط بیگم کو منانے کے لیے ہر حربہ استعمال کرنا جانتا تھا وہ سمجھ گیا تھا آج مونا کا موڈ آف ہے تو کچھ شاپنگ اور باہر کھانا ضروری ہو گیا ہے...... اس آفر پر مونا کے ماتھے کی تیوریوں کی تعداد میں کچھ کمی ہوئی تاہم اپنی اہمیت جتانے کے لیے اڑی رہی۔

''چھوڑیں...... رہنے دیں آپ کی اماں بہن کو برا لگے گا کہ بیگم کو سیر کرانے لے گیا اور ہم......''

''اوہو! تم میرے ساتھ ساتھ میری ماں بہن کو بھی نہیں سمجھی ہو وہ کبھی کچھ کہتی ہیں، بلکہ وہ تو ہمیں خوش دیکھ کر خوش ہوتی ہیں، چلو اٹھو تیار ہو جاؤ دیر ہو رہی ہے......''

باسط بیوی کو پچکار کر باہر نکلا تو راشدہ جو مغرب کی نماز کے بعد چپ چاپ اپنے بستر پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں چہرے پر عجیب سا حزن و ملال تھا حسرت و یاس تھی باسط کا دل مٹھی

میں آ گیا۔

''کیا بات ہے امی جان! آپ کچھ اداس لگ رہی ہیں......''

باسط دو گھنٹے قبل ہو جانے والے ہنگامے کو اس لئے بھی بھول گیا تھا کہ اس کی بیگم کا موڈ ٹھیک ہو گیا تھا...... اس کے سوال پر راشدہ نے بڑھی ہوئی شوگر کی وجہ سے سن ہوتے پیروں پر ہاتھ سے مساج کیا اور خالی بے تاثر نظر بیٹے پر ڈالی کیونکہ دکھ ان کے دل میں رہ گیا تھا جس دکھ کا احساس نہ ہو دل اس دکھ کو اپنے سینے سے لگائے رکھتا ہے، ان کو اس بات کا دکھ تھا کہ اس وقت اس کی بیوی غلط بولتی رہی اور وہ بت بنا سب کچھ دیکھتا اور سنتا رہا اور اب انجان بنا یوں دیکھ رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو...... ایک ٹیس دبا کر وہ پاؤں دبانے لگیں۔

''امی جان! کیا بات ہے آپ بات کیوں نہیں کر رہیں خفا ہیں کیا...... اور کیوں......؟''

''جب لفظ بے معنی ہو جاتے ہیں تو ان کو چپ کی قبر میں ہی دفن کر دینا چاہئے...... رہی بات خفا ہونے کی تو اک ماں ہی تو ہوتی ہے جس کی محبت مشروط نہیں ہوتی۔ وہ اپنی اولاد سے کبھی خفا نہیں ہو سکتی...... اللہ تعالیٰ نے ماں کو ایسی نظر دی ہوتی ہے جو اپنی اولاد کی بن کہی بات سمجھ جاتی ہے، اس کی ضرورت اس کی خواہش ماں سے چھپ نہیں سکتی مگر ماں کے لفظ اتنے کھوکھلے اور بے اثر ہوتے ہیں کہ......''

''باسط! اب کہاں رہ گئے مجھے تیار کروا کے، آ جائیں بچے بھی تیار ہیں......''

بے حسی کی برف پگھلنے لگی تھی کہ مزید برف گرنے لگی باسط ماں کو دیکھتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

''اچھا امی جان! آپ آرام کریں آپ اور زوہا کھانا کھا لیجیے گا ہم باہر کھا کر آئیں گے۔''

بیوی کی دوسری آواز آنے سے پہلے باسط دُم دبا کر نکل گیا تو سینے میں اک دکھی بھاری سانس اندر ہی دوبارہ گیا اور ممتا کے لبوں پر بے ساختہ دعا آ گئی۔

''جاؤ بیٹا خدا حافظ! خوش رہو، آباد رہو......''

''امی! چلیں آئیں میں نے دال گرم کی ہے کھانا کھا لیں۔'' اپنے اور امی کے لیے ٹرے میں ابلی ہوئی دال چاول لیے زوہا ان کے قریب آ بیٹھی تو نہ چاہتے ہوئے بھی ان کو

بیٹی کی خاطر تھوڑا بہت کھانا پڑا...... ان کو اپنے لئے نہیں زوہا کے لئے دکھ ہوتا تھا کہ کتنی صابر شاکر لڑکی ہے کسی بات پر شکوہ شکایت نہیں کرتی ہر بات کو ہر چیز کو قسمت کا لکھا سمجھ کر چپ چاپ قبول کر لیا کرتی تھی۔

''خدا تمہیں زندگی کی تمام خوشیاں دے میری بچی میں تو تمہاری وجہ سے فکر مند رہتی ہوں......''

راشدہ نے زوہا کے چہرے پر آتے بال پیچھے ہٹاتے ہوئے دعا دی تو وہ مسکرا دی۔

''آمین! آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں امی، انسان کی قسمت میں جو لکھا ہوتا ہے وہی ملتا ہے ناں...... بس آپ سوچ سوچ کر پریشان مت ہوا کریں سوچنے سے بھی شوگر بڑھتی ہے...... چائے بناؤں آپ کے لیے؟''

اور ان کا جواب سنے بغیر وہ برتن سمیٹ کر لے گئی۔

☆=====☆=====☆

''کسی قسم کی فضول خرچی کی کوئی ضرورت نہیں انسان کی عقل مندی...... یہ بھی ہے کہ جتنی چادر ہو اتنے ہی پیر پھیلاؤ تو کبھی تنگ نہیں...... ہوتا۔''

امجد کی شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں سب کے ارمان موج میں آ گئے تھے خاص کر گھر کی لڑکیاں تو چاہ رہی تھیں جتنی رسمیں ہوں اتنے ہی لباس ہوں جب کہ گھر کے بڑے منور صاحب نے ایک میٹنگ میں سب پر یہ بات واضح کر دی تھی کہ مناسب انداز میں مناسب خرچے میں سب کی ضروریات پوری ہوں گی اس لیے ہم نہ تو بے شمار فضول رسمیں منائیں گے...... اور نہ ان پر پیسہ برباد ہو گا...... یہ بات باقی سب کی سمجھ میں آ گئی تھی مگر ماہم کا اختلاف ان باتوں پر تھا کہ ہر لمحہ سسک سسک کر جیو، چھوٹی چھوٹی خواہشات کو بھی قناعت اور تنگ دستی کی قبر میں دفن کرتے جاؤ۔

''ہماری چادر تو اتنی چھوٹی ہے کہ نہ سر ڈھانپا جا سکتا ہے اور نہ ہی پیر......''

اپنی اس سوچ کو دماغ کی حدود میں قید کر کے وہ بڑوں کی دل جلانے والی باتیں سننے سے بچا کر خوش فہم خوابوں کے شہر میں لے آئی جہاں فریا، اسماء اور ماہا بیٹھی مہندی کے پروگرام بنا رہی تھیں اور ساتھ ہی کئی دفعہ کے پہنے ہوئے شادی بیاہ کے کپڑے نکال کر ان

میں ترمیمات کر کے نیا روپ دے کر پہننے کے جتن کر رہی تھیں مگر کسی لڑکی کے دل میں بغاوت نہیں تھی ہاں یہ ضرور تھا خواہش تھی کہ گھر کی پہلی شادی ہے تو ہر رسم پر نئے شوخ جھلملاتے لباس ہوں میچنگ جیولری اور سینڈلز ہوں...... مگر کوئی اس سوچ کی حد پار کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتی تھی جس طرح ماہم سوچ رہی تھی کہ اسے یہ سب آئندہ زندگی میں قبول نہیں کرنا ہے۔

''اسماء! دیکھو یہ امی کی بناری ساڑھی ہے اس کا شلوار دوپٹہ تم بناؤ اور شرٹ نئی لے لو...... مہندی پر بہترین لگے گا...... دیکھو اس میں یلو کلر بھی ہے اور گرین بھی......''

رابعہ امی کے ٹرنک سے ان کی پرانی ساڑھی نکال کر اسماء کو دکھا رہی تھی تو ایک ساتھ سب اسی کو دیکھنے لگیں۔

''ہائے...... رابعہ کتنی حسین ساڑھی ہے...... مت کاٹ کر خراب کرو تم میرا اشرارہ...... پہن لینا میں ساڑھی باندھ لوں گی...... کتنی حسین ساڑھی ہے۔''

فریا جو چوکڑی مارے کارپٹ پر بیٹھی تھی ساڑھی کی طرف لپکی۔

''ویسے یار! پرانی چیزوں کی کیا بات ہے...... نہ کلر خراب ہوا ہے نہ ہی چمک میں کمی ہے...... ایک دم نئی لگ رہی ہے......''

سب ہی پکڑ پکڑ کر ساڑھی دیکھ رہی تھیں سب کی آنکھوں میں چمک تھی مگر ماہم بور سا منہ بنائے بے دلی سے یہ سب دیکھ رہی تھی اور اسے دکھ بھی ہو رہا تھا کہ کتنے ارمان تھے ان کے جوان کے دلوں میں مچل رہے تھے مگر سو طرح کی مصلحتوں نے ان کو قابو کر رکھا تھا۔

''ماہم! تم مہندی والے روز کیا پہنو گی......''

فریا ماہم کی طرف مڑی جو بے زار سا منہ بنائے بیٹھی تھی۔

''پہلی بات تو یہ کہ میں ابھی بزرگ خانے سے سن کر آ رہی ہوں کہ کوئی فضول خرچی نہیں ہوگی...... اور اگر ہو بھی گئی تو وہی پرانے چیتھڑے لٹکا لوں گی اور کون سے کم خواب کے جوڑے ہیں جو زیب تن کیے جائیں گے۔''

ماہم نے انتہائی بے دلی سے کہا تو باقی سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں ان کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ مہندی کی رسم کیوں نہیں ہو رہی۔

''ماہم! یہ بات کس نے کہی کہ مہندی کی رسم نہیں ہوگی۔''

فریا اور اسماء کا دل بیٹھ سا گیا اس خبر سے جنہوں نے کئی پروگرام ترتیب دے رکھے تھے اس رسم کے لیے۔

''بڑے ابو نے یہ بات کہی ہے اور یوں بھی کسی نے بھی کہی ہو پتھر پر لکیر ہوتی ہے ناں یار! یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ بندہ چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے لیے بھی ترسے......''

ماہم بغاوت کے راستے پر نکل چکی تھی اس لیے ہر درست بات بھی غلط لگتی۔

''ہائے! اب کیا ہوگا...... ہم نے تو اتنے پروگرام بنائے تھے کہ یہ کریں گے وہ کریں گے۔'' فریا روہانسی ہوگئی۔ اسی وقت نفیسہ سامنے سے آ گئیں تو لڑکیاں ان سے لپٹ گئیں۔

''بڑی امی مہندی کی رسم نہیں ہوگی ہم نے تو اتنے پروگرام بنائے تھے''

''ہائے! اللہ خیر کرے کیوں نہیں ہوگی مہندی کی رسم، میرے بیٹے کی شادی ہے رسم حنا ضرور ہوگی اور جو تم لوگوں کا دل چاہے کرنا......''

''سچ بڑی امی! مگر ماہم تو کہہ رہی تھی نہیں ہوگی۔''

''ہوگی کیوں نہیں لیکن صرف اپنے گھر تک، گھر کے افراد ہوں گے اور......''

''بس! آ گیا سکون...... پڑ گئی ٹھنڈک...... بھلا ایسی مہندی کی رسم کا کیا فائدہ جب تک لڑکی لڑکے والے مل جل کر ہلہ گلہ نہ کریں، مقابلہ بازی نہ ہو......'' ماہم نے جل کر کہا۔

''ماہم بیٹا! اس طرح ناشکری نہیں کرتے بندے کو اپنی اوقات سے باہر نہیں نکلنا چاہیے......''

''رہنے دیں بڑی امی! یہ خوشیاں روز روز نہیں آتیں سالوں میں کوئی شادی ہوتی ہے وہ بھی مصلحتوں کی نذر کر دی جائے۔ آپ کو معلوم ہے لوگ جب شادیاں کرتے ہیں تو وہ خوشی کو خوشی سے مناتے ہیں اپنی چادر اور اوقات نہیں دیکھتے۔ ہمارے اس محلے میں ہی کتنی شادیاں اور مہندی کی رسم ہم اٹینڈ کر چکے ہیں کتنی دھوم سے اپنی خوشیاں مناتے ہیں ایک ہم ہیں کہ خوشی کا ایک چراغ بھی حیثیت اوقات اور چادر کے تیل سے جلاتے ہیں کہ......''

ماہم کو شدید غصہ آ رہا تھا اس نے سارا نکال باہر کیا تو نفیسہ بیگم نے اسے پیار کر لیا اور ملائم لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"خوشی کا ایک چراغ بھی زندگی روشن کر جاتا ہے میری جان، اگر ان تمام باتوں کا خیال رکھتے ہوئے منائی جائے تو...... اور جو لوگ نہ چادر کی پروا کرتے ہیں نہ ہی اوقات کی...... ایک خوشی کو منانے کے لیے وہ اتنا...... پیسہ برباد کر دیتے ہیں اور پھر سارا وقت قرضے اتارتے ہی رہتے ہیں...... پھر حالات خراب ہو جاتے ہیں، آپس میں تعلقات خراب ہوتے ہیں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، صرف ایک لمحے کو بھرپور انداز میں جینے کے لیے ہم بے شمار لمحات کے سکون کو اگر برباد کریں گے، بے سکون کریں گے تو...... ہمیں کون عقل مند کہے گا......"

نفیسہ بیگم جو ماہم کی خالہ جی تھیں اور فہد کی والدہ اور اس کی ہونے والی ساس بھی، ان کے نرم ملائم لہجے میں ڈھلے جگنو جیسے الفاظ بھی اس کے بغاوت کی طرف بڑھتے قدم روک نہیں پائے۔

"بڑی امی! وہ ایک لمحہ ہی تو ساری زندگی پر بھاری ہوتا ہے اہم ہوتا ہے اگر اسے ہی اتنے بودے انداز میں جیا جائے گا تو...... اب دیکھئے ناں امجد بھیا کی شادی بار بار تو ہوگی نہیں...... نہ ہی مہندی کی رسم بار بار ہوگی...... جب ایک خوشی...... ایک ہی بار منائی جاتی ہے تو کیوں ناں اچھے بھرپور انداز میں منائی جائے۔"

وہ اپنی خواہش اور خوشی کے سامنے کسی مصلحت کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھی۔ "اچھا! میری جان تمہاری اور فہد کی شادی اور مہندی کی رسم ہم بہت دھوم دھام سے کریں گے چاند تارے براتی ہوں گے اور سورج چراغاں کرے گا...... ان شاء اللہ......" نفیسہ نے پیاری سی ماہم کی پیشانی پر پیار کر لیا تو ان کا یہ جملہ اندر آتے فہد کی سماعتوں میں شہنائی کی گونج بن کر اُترا تو وہ جھوم اٹھا۔

"او...... جیو میری ماں یہ بات کی ہے ناں پہلوانوں والی...... وہ میرا مطلب ہے ماؤں والی بات ویسے...... کب کر رہی ہیں آپ میرے ہاتھ پیلے......"

وہ ماہم کے دوپٹے میں منہ چھپانے لگا جس کے چہرے پر دھنک اُترنے لگی تھی فہد کی بات پر اسماء آگے بڑھی جو ہلدی سے گھریلو اُبٹن تیار کر رہی تھیں اس کے قریب آ گئی۔

"لو! ابھی لو ہاتھ...... پیلے منہ پیلا......" اسماء نے اس کے منہ پر اُبٹن مل دیا تو نفیسہ

بچوں کو دیکھتی ہوئی ان کی شوخیوں کو ہونٹوں پر مسکراہٹ بنا کر سجاتی ہوئی آگے بڑھ گئیں تو ماہم بھی ان کے پیچھے چلی اسے یاد آ گیا کہ امی نے کچھ دیر قبل کہا تھا کہ چھت پر سے کپڑے اتار لائے موسم اَبر آلود ہو رہا تھا وہ جیسے ہی جانے لگی فہد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ارے! ہونے والی بیگم تم کہاں چلیں اپنے ہونے والے جیون ساتھی کو مشکل میں چھوڑ کر......"

فہد کے لہجے میں فہد کی آنکھوں میں فہد کی مسکراہٹ میں محبت کے بے شمار رنگ مسکرا رہے تھے وہ ہمیشہ ایسے ہی سب کے سامنے اگر بزرگ نہ ہوتے تو کہہ دیتا، لڑکیاں مسکرانے لگتیں مگر ماہم اس کے جملے کے سارے رنگ اپنے رخساروں کے آسمان پر اُترتے دیکھ کر دھڑکنوں کی شوخیوں کو سن کر بھی انجان بن کر گزر جاتی۔

"فہد! پلیز فضول باتیں نہ کیا کرو......" وہ چڑ جاتی۔

"او کے! فضول باتیں بند...... اور کام کی شروع۔"

فہد نے سب لڑکیوں کو گھورا جواب اس کی درگت بننے کے انتظار میں...... مسکراہٹ لئے کھڑی تھیں وہ متاثر ہوئے بغیر ماہم کی طرف مڑا۔

"ہاں! تو میں کام کی یہ بات کہہ رہا تھا کہ ہنی مون پر ہم بھوربن اور وادی کاغان جائیں گے...... پھر وہاں سے دل بھر گیا تو پیرس، انگلینڈ...... امریکہ جائیں گے پھر وہاں سے سیدھا چیچہ وطنی لینڈ کریں گے اور گھنٹوں نیاگرا آبشار کے گیت سنیں گے...... اور پتہ ہے میں تو فرمائش کر کے نیاگرا پہ گیت سنوں گا...... کنے کنے جانا بلو دے گھر...... اساں تے جانا بلو دے گھر...... چلو بلو کسی ایسی غار میں پناہ لے لیں جہاں ایسے کیڑے مکوڑے اور مکھیاں نہ ہوں...... چلو......"

وہ اسی طرح الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہوا سب کو ہنسا رہا تھا اور ایک پل کے لیے ماہم ٹھہر سی گئی۔

"تم کتنی لکی ہو...... ماہم! فہد جیسا خوبرو اسمارٹ اور زندہ دل شخص نہ صرف تمہیں ٹوٹ کر چاہتا ہے بلکہ تمہارا جیون ساتھی بھی بننے جا رہا ہے......"

زوہا کا یہ جملہ ہر روز کا معمول تھا اس لئے فہد کو دیکھتے ہی یہ جملہ خود بہ خود سماعتوں کے

پھرے توڑتا ہوا آتا ہے اور دل میں کچھ ہونے لگتا۔

''نہیں! مجھے پھر فہد کے حوالے سے یہ سسکتی ہوئی زندگی دوبارہ نہیں جینی......''

دل وہیں ٹھہر جاتا......آنکھوں میں اُترے خواب سختی سے......رگڑ کر مٹا دیے جاتے......

اسے اس ڈربے سے نفرت تھی جس میں گنجائش سے زیادہ لوگ بھرے ہوئے تھے......اور جہاں نئی آنے والی دلہنوں کے لیے تیسری منزل تیار ہو رہی تھی ابھی امجد اور قدسیہ کے لیے ایک کمرہ تیار ہو رہا تھا جو بقول ماہم کے کمرہ کم اور قبر زیادہ لگ رہا تھا۔ اسے تو یہ سوچ کر ہی وحشت ہونے لگتی کہ جب وہ بھی فہد کی دلہن بن کر کسی اور اچھے گھر میں اور بہترین ماحول میں جانے کی بجائے امجد کے ساتھ بنے چھوٹے سے کمرے میں شفٹ ہو جائے گی تو اس کا دم گھٹنے لگتا اور ایسے میں نہ پھر فہد اچھا لگتا اور نہ دل میں اس کے لیے کوئی احساس زندہ رہتا۔

''محترمہ! کہاں کھو گئیں آپ! ابھی سے ہنی مون کے لیے پیرس پہنچ گئیں ہمارے ساتھ......'' فہد کی گہری نظریں کب ماہم کے حسین چہرے پر سے ہٹنا گوارہ کرتیں اس نے چٹکی بجائی تو ماہم نے بےزاری نگاہ اس پر ڈالی اور سارا زہر اس کے لہجے میں ڈھل گیا۔

''ہونہہ! پیرس، اوقات دیکھی ہے اپنی......''

''ہاں! نو سے بارہ فرصت ملے تو ملنے آنا......'' وہ اس کے لہجے کا سارا زہر اندر اتارتا ہوا بےساختہ بولا تو وہ زچ سی ہو کر فریا کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ گئی۔ اوپر آئی تو کچھ دیر کے لیے موسم کی ادا دیکھ کر اپنے اندر کی گھٹن بھول گئی گہرے بادل پورے آسمان کو چھپائے اب برسے کہ تب برسے کا موڈ لیے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی میٹھی سی پھوار دل میں اُترنے لگی تو اس نے آنکھیں بند کر کے بازو فضا میں پھیلا کر گہرا سانس کھینچا۔

''موسم! کس قدر حسین ہو رہا ہے ناں فریا......''

وہ چہرے تیز ہوتی پھوار کی ٹھنڈک کو محسوس کرتے ہوئے بولی تو فہد جو ان کے پیچھے ہی چلا آیا تھا فریا کو نیچے جانے کا اشارہ کر کے خود ماہم کے قریب ہی دیوار سے ٹیک لگا کر اسے دیکھنے لگا۔

''مجھے کیا پتہ! تمہارے چہرے سے نظر ہٹے تو ہم موسم کا حسن دیکھیں......''

[illegible] کہیں جیسے وہ فہد ہی کی منتظر تھی۔

''ہاں! جہاں تم وہاں ہم۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''تم! فہد تم میرا پیچھا چھوڑ نہیں سکتے......''

ایسے لمحات میں جب وہ......خود فہد کا ساتھ چاہ رہی ہو اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے دور بھی رہنا چاہ رہی ہو تو وہ بےبس سی ہو کر کہتی۔

''کیوں نہیں! مرنے کے بعد......'' وہ بےساختگی سے جواب دیتا اور وہ زچ ہو جاتی۔

''شٹ اَپ! ہر وقت......فضول بولتے رہتے ہو......''

''سچ! آزما کر دیکھ لو......'' وہ جان ہتھیلی پر لیے جان نثارانہ لہجے میں سنجیدگی سے کہہ رہا تھا وہ چڑ گئی۔

''اچھا! مرو گے کب......''

''کہو! تو ابھی اسی وقت چھلانگ دوں تیسری منزل سے......''

اس کے لہجے میں اس کی دیوانگی کا یقین تھا ماہم اسے دیکھنے لگی دل ڈرنے لگا اتنا خوبرو اتنا ہینڈسم اتنا جان نثار! وہ اسے کیسے چھوڑ پائے گی، کیسے اس کی دیوانگی سے بچ کر گزر جائے گی۔

''نہیں! فہد نہیں......'' اس کے اندر کی حریص لڑکی نے پھر اس لڑکی کو مات دے دی جو فہد کو چاہتی تھی جو اس کی بننا چاہتی تھی۔

''فہد پلیز! فٹ پاتھی عاشقوں جیسی چھچھوری باتیں مت کیا کرو پرے ہٹو مجھے جانے دو۔'' وہ خود سے بھی کترا رہی تھی، فہد سے زیادہ وہ خود سے خوف زدہ تھی۔ وہ بازو سے اسے دور کر کے جانے لگی تو فہد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''تارے ڈوب گئے نے رات ڈھل گئی اے گلاں کلیاں نئیں اَج پیار دیاں......

اپناں پیار پا کے ایناں نیڑے آ کے ہوویں نہ میتھوں توں جدا......''

وہ جانتی تھی یہ گیت کے بول نہیں فہد کی محبت ہے اس کی دیوانگی! جس سے کترانا نظریں چرانا آگے بڑھنا دشوار ہو رہا تھا۔ فہد کی نظریں اس کے آر پار ہو رہی تھیں وہ اس کی سنگت میں اسی طرح کمزور پڑنے لگتی تھی لیکن اسے معلوم تھا کہ اگر جذبات سے مغلوب ہو کر اس نے فہد کی محبت کا جواب دے دیا تو اس کی خواہشات اس کے ارمان لاوارث اولاد کی

طرح اپنی موت آپ مر جائیں گے، اس کے خوابوں کے خاکے پھیکے رہیں گے رنگوں کے بغیر سمندر کے کنارے پیروں میں مسلے جاتے، خالی گھونگوں کی طرح، کالی سیپیوں کی طرح۔

''نہیں! فہد نہیں......'' خودغرض بے حس لڑکی نے ایک بار پھر ماہم پر غلبہ پالیا اور فہد کا ہاتھ جھٹک دیا، وہ تیزی سے آگے بڑھنے لگی تو فہد تڑپ کر آگے بڑھا اور اسے شانوں سے پکڑ کر اس کے مقابل کھڑا ہو گیا، وہ نظریں چرانے لگی۔

''کیوں...... کیوں! مجھ سے اتنا کتراتی ہو...... کیا میں اتنا برا ہوں ماہم کہ تم مجھے اپنے قابل نہیں سمجھتیں، کیا میری بچپن کی دیوانگی میری محبت میری تڑپ میری کسک میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ تمہارے احساس کے دروازے پر دستک دے سکیں۔ بولو ماہم! کیا میں تمہاری محبتوں کے قابل نہیں، کیا میری محبت یک طرفہ ہے...... لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے ماہم کہ میں تڑپ رہا ہوں اور...... اور تمہیں خبر ہی نہ ہو...... میں...... میں تو تمہارے بغیر ایک لمحہ بھی جی نہیں سکتا ماہم! تم ہو تو زندگی ہے......''

آج فہد بہت مختلف لگ رہا تھا وہ سدا ہی سے اپنی محبت کا اظہار سب کے سامنے ہلکے پھلکے انداز میں کرتا رہا تھا سب ہی جانتے تھے کہ وہ ماہم کے لیے کتنا پاگل ہے...... مگر آج اس کا دل تڑپ اُٹھا تھا ماہم کی رکھائی پر، اس کی محبت دل کا درد، کرب بن کر اس کے گھمبیر لہجے میں ڈھل گیا تھا۔ ماہم تڑپ تڑپ گئی لمحہ بھر کے لیے تو وہ اتنی کمزور پڑی کہ جی چاہا کہہ دے کہ تم نے مجھے کیا چاہا ہوگا چاہتی تو میں تمہیں ہوں، میری رگوں میں خون بن کر دوڑتی ہے تمہاری چاہت، اس سے پہلے کہ وہ اپنی محبت کے سامنے بے بس پڑتی خودغرض ماہم نے سختی سے اس کے احساسات کو یوں نوچا جیسے کوئی بے حس پھولوں کی ڈالی نوچ ڈالے۔

''نہیں...... فہد میری منزل نہیں......'' اس خیال کی سختی اس کے چہرے کے سارے حسن کو نگل جاتی، آنکھوں کے تارے ماند پڑ جاتے، عجیب انجان اور ویران بے ثمر درختوں کے سناٹے اس کے ملیح رخساروں پر اُتر آتے کیونکہ وہ جانتی تھی اگر وہ اب کمزور پڑ گئی تو ساری زندگی پچھتائے گی اور پچھتانا وہ نہیں چاہتی تھی، اس کے خیال میں اللہ نے اسے یہ زندگی خوشیوں کو سمیٹنے کے لئے، اچھی طرح انجوائے کرنے کے لیے دی ہے، فہد کے ساتھ شادی کر کے سسکنے کے لیے نہیں۔''

''ختم کرو فہد یہ ڈرامہ! ہم جیتے جاگتے انسان ہیں ہمارے احساسات اور جذبات ہیں خواہشات اور ارمان ہیں...... ہمارے سامنے زندگی کھلی کتاب کی طرح ہے اس پر ہمیں اپنی خوشیوں کی داستان رقم کرنی ہے...... اندھے، بے مقصد جذبات کے راستوں کی کوئی منزل نہیں ہوا کرتی...... میں ایک حقیقت پسند لڑکی ہوں...... جانتی ہوں کہ......''

وہ انتہائی سفاکی سے اس کی محبت کی معصوم بن کھلی کلیوں کو روندتی آگے بڑھ گئی۔

''ماہم! تم جو میری زندگی ہو میرے دل کی دھڑکن ہو محبت ہو، کیا میرے لیے تمہارے دل میں کوئی جگہ نہیں......''

حسن کے دربار میں عشق سوالی بنا کھڑا درد دل کشکول میں ڈالے صدا لگا رہا تھا اور حسن خود اپنی عدالت میں بے بس و بے اختیار کوئی بھی فیصلہ نہ کر پایا تو وہ الجھ کر چیخ پڑی۔

''پلیز! چلے جاؤ یہاں سے، کیا جان لو گے میری، کیا ہے محبت! کس کو کہتے ہیں محبت......؟ محبت دھوکہ ہے، فریب ہے...... محبت سے تم خوابوں کے خاکوں میں رنگ نہیں بھر سکتے...... ہٹو میرے راستے سے......''

وہ فہد سے نہیں لڑ رہی تھی خود اپنے آپ سے لڑ رہی تھی اور انسان جب خود سے لڑ رہا ہوتا ہے تو خود سے ہارنے کا خیال ہی اسے پاگل کر دیتا ہے...... بالکل ماہم جیسی حالت ہو جاتی ہے...... وہ غصے سے دھاڑی اسے پرے دھکیلا اور بھاگ گئی...... پلٹ کر اٹھے طوفان کو دیکھا نہ اس کی تباہ کاری کو، جو فہد کے دل میں اُٹھ رہا تھا اس نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تھا کہ کسی چیز کے دیوار سے ٹکرا کر گرنے کی آواز پر وہ مڑی تو چونک گئی۔ دیوار کے ساتھ کوئی چیز گر پڑی تھی خود فہد غائب تھا...... وہ بوجھل قدموں سے چلتی دیوار تک آئی تو دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا کیونکہ نیچے پڑا ہوا آرٹیفشل گولڈ کا سیٹ تھا جو امجد کی مہندی پر گرین غرارے کے ساتھ پہننے کے لیے ماہم نے پسند کیا تھا مگر انیسہ بیگم نے یہ کہہ کر منع کر دیا تھا کہ آرٹیفشل زیورات پر رقم برباد کرنے کا فائدہ...... فہد سب دیکھ رہا تھا، اس وقت چپ رہا تھا جب وہ وہاں سے ہٹیں تو ماہم کے لیے اس نے وہ سیٹ خرید لیا، اسے آج ہی ٹیوشن کے پیسے ملے تھے۔

''نہیں...... فہد نہیں! مجھے آرٹیفشل خوشیاں نہیں چاہئیں، مجھے ایسی زندگی نہیں چاہئے

فہد جہاں تمہیں مجھے مصنوعی خوشی دینے کے لیے بھی اپنی دن رات کی محنت کی کمائی برباد کرنی پڑے...... نہیں میں تمہیں اس مشکل میں گرفتار نہیں کروں گی، تم وہ مصور نہیں ہو فہد جو میرے خوابوں کے خاکوں میں رنگ بھر سکے...... وہ گیت نہیں ہو جو میری خواہشات کے سناٹے کو مٹا سکے، وہ کرن نہیں جو میرے ارمانوں کے آنگن کو روشن کر سکے۔ نہیں، فہد نہیں! تم میری خواہش میری ضرورت میری خوشیوں کی منزل نہیں ہو...... مجھے معاف کر دینا فہد! تم...... تم روتے ہو، دکھی ہوتے ہو اپنی محبتوں کا جواب چاہتے ہو...... تو کیسے میں جھوٹی آس کی ڈور تمہارے ہاتھ میں تھما دوں، کیسے اس راستے پر ڈال دوں جس کی کوئی منزل نہیں۔ تم یہ کیوں نہیں مان لیتے کہ مجھے تم سے محبت ہے اسی لیے تو میں تمہیں کھلی جھوٹی آس امید نہیں دینا چاہتی...... مجھے معاف کر دینا، میری منزل تم نہیں بلکہ وہ شخص ہوگا جو میری خوشیوں، میرے خوابوں میں رنگ بھر سکے گا...... جس کا گھر اس ابلتے ہوئے ڈربے کی طرح نہیں ہوگا بلکہ ہزاروں گز پر پھیلا محل نما کوئی بنگلہ کوٹھی ہوگا...... جس کے پاس تمہارے جیسی ٹوٹی پھوٹی غڑغڑ کرتی دو قدم چل کر ٹھس ہو جانے والی بائیک نہیں ہوگی بلکہ بڑی سی سیاہ کار ہوگی جو میری ضروریات کو اپنی ضروریات مار کر یا ٹیوشن پڑھا کر پوری نہیں کرے گا بلکہ اس کا والٹ نوٹوں اور کریڈٹ کارڈز سے بھرا ہوگا۔ بس اشارہ کرنے کی دیر ہوگی اور چیز بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو جائے گی۔ ہمارے گھر کے افراد جتنے جس کے ملازم ہوں گے...... مجھے ایسا ساتھی ضرور ملے گا ان شاء اللہ...... یہ میرا یقین ہے، اس لیے I am sorry تم میری منزل نہیں ہو...... ہاں تم سے محبت کا میں انکار نہیں کروں گی کیونکہ میں تم سے، تم سے بڑھ کر محبت کرتی ہوں...... مگر محبت سے خواہش اور بھوکے پیٹ بھرے نہیں جاتے......''

خود غرض ماہم نے بڑی سفاکی سے وہ سیٹ جو مہینے بھر کی ٹیوشن جمع کر کے فہد خرید کر لایا تھا تیسری منزل سے نیچے پھینک دیا۔ فہد جو درد دل لیے افسردہ شام کا حصہ بنا وہیں کھڑا تھا عین اس کے قدموں میں جا کر وہ سیٹ گرا تو فہد کو لگا جیسے وہ تیسری چھت سے نہیں ساتویں آسمان سے نیچے پٹخ دیا گیا ہے، اس کے دل و دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے وہ ٹوٹی چیزیں اٹھائیں اور اندر آ گیا، ماہم کمال ہوشیاری سے ہنستے مسکراتے ماحول کا حصہ بن چکی تھی۔ فریا کی کسی بات پر وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ سارے

شکوے اس کی ہنسی کی جلترنگ میں کھو گئے وہ دبے پاؤں اس کے قریب آیا۔

''یہ...... کیا ہے......'' فہد نے جیولری اس کے سامنے کر دی تو ماہم نے پلٹ کر ایک نظر اس کے دھواں دھواں چہرے پر ڈالی، دل مٹھی میں آیا اور نمی آنکھوں میں اُتری، مگر ظالم سوچ نے ہر احساس ہر جذبے کی کلی کو نوچ ڈالا۔

''آرٹیفشل جیولری......'' اس نے نخوت اور رکھائی سے فہد کو گھورا، وہ ٹیس دبا کر رہ گیا۔

''اسی لیے...... پھینک دی......'' فہد کے دل کا درد اس کے لہجے میں رو دیا تو وہ کترا کر آگے بڑھ گئی، فہد پھر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

''ہاں! تم جانتے ہو مجھے آرٹیفشل چیزوں سے نفرت ہے...... چاہے جیولری ہو چاہے خوشی۔''

''مگر! میرے جذبے میری محبت تو آرٹیفشل نہیں ماہم......''

فہد کی محبت...... اس کی محبت کی سوالی بن جاتی تو ماہم سے کترانا مشکل ہو جاتا۔

''فہد! کیا ہو گیا ہے تمہیں، فٹ پاتھی عاشقوں کی طرح ایک ہی راگ الاپتے رہتے ہو، میں کسی محبت وغیرہ پر یقین نہیں رکھتی بس......''

وہ اس کی آرزوؤں کے دیے بجھاتی بڑی سفاکی سے آگے بڑھ جاتی تو اس سنگدلی کے چنگل میں اس کی بے حسی کے گھپ اندھیرے میں فہد کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوتا، وہ درد کے احساس کے ساتھ لپٹ کر رہ جاتا۔

☆=====☆=====☆

''کتنی بری ہو تم ماہم! وہ تمہیں اتنا ٹوٹ کر چاہتا ہے اور تم اتنی کٹھور کہ......''

ماہم سے رہا بھی نہیں جاتا تھا جب تک وہ ساری بات زوہا کو نہ بتا دیتی اور جواباً جب زوہا فہد کی طرف داری کرتے ہوئے اسے ڈانٹ دیتی تو نہ جانے کیوں اسے اچھا لگتا، وہ چپ چاپ اس کی ڈانٹ سنے جاتی کبھی مصنوعی انداز میں چڑ بھی جاتی۔

اس وقت بھی اپنے ڈیپارٹمنٹ سے نکل کر وسیع راہداری میں چلتے ہوئے اس نے زوہا کو ساری بات بتا دی تو وہ اس پر بگڑ رہی تھی۔

''تم اس کی اتنی حمایتی بنتی ہو تم ہی کر لو ناں اس سے شادی......''

وہ جب لاجواب ہو جایا کرتی تو ہمیشہ بے تکی اور بے سُری بات کرتی۔ اس کی بات پر پلٹ کر غصے میں زوہا نے اپنی فائل زور سے اس کے سر پر ماری۔

''ناشکری کہیں کی! کاش کہ فہد جیسا لڑکا میرا طلب گار ہوتا مجھے اتنا چاہتا تو بھلے وہ فقیر ہوتا میں اسی کے ساتھ شادی کرتی۔ تمہاری طرح نعمت کی ناشکری نہ کر رہی ہوتی......''

''ہاں! جانتی ہوں، تم ہو ہی ہڈحرام بیٹھے بٹھائے نوالہ مل جانا چاہئے...... اس نوالے میں کسی نے چاہے زہر ہی کیوں نہ ڈال دیا ہو۔''

''اللہ کی ذات پر اندھا اعتماد ہونا ماہم! تو وہ زہر بھی شہد بن جاتا ہے مگر یہ تقدیر تدبیر کی باتیں تمہاری سمجھ میں کہاں آئیں گی، انسان کو شاکر اور صابر رہنا چاہئے...... اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے اللہ کی ذات ہمیشہ انسان کے حق میں بہتر فیصلہ کرتی ہے......''

زوہا اسے سمجھانے کے لیے عقل کے جگنو اس کی سمجھ کی راہوں میں چھوڑتی رہتی مگر وہ...... وہ لاپرواہی سے کندھے اچکا کر آگے بڑھ جاتی۔

ماہم نے آرٹس لابی کراس کر کے ایڈمنسٹریشن بلاک کے سامنے سے آتی اپنی نئی دوست ماریہ کو دیکھا تو اک چمک سی آنکھوں میں اُتر آئی، ماریہ انگلش ڈیپارٹمنٹ کی تھی جب کہ یہ لوگ سوشل ورک میں تھیں مگر ماریہ سے ماہم کی دوستی اس کی حیثیت کی وجہ سے وجود میں آئی تھی، ماریہ اچھی لڑکی تھی اپنی کلاس والا کوئی نخرہ نہیں تھا اس میں، وہ جس گاڑی میں یونیورسٹی آتی ڈرائیور دروازہ کھولتا وہ مہارانیوں کی طرح اپنے قیمتی لباس اور حسین پیروں میں قیمتی سینڈلز پہنے جب اُترتی تو ماہم دل تھام تھام لیتی...... اسے بھی تو ایسی ہی زندگی چاہئے تھی جو اس کو یقین تھا کہ فہد نہیں دے سکتا تھا اسی لیے تو اس نے اپنا دل بھی پتھر کر لیا تھا اور فہد کو بھی توڑ رہی تھی۔

''ہائے ماریہ......'' وہ بے تابی سے ماریہ کی طرف بڑھی تو زوہا نے اس کی پشت پر لہراتی اس کی حسین سنہری چٹیا کو گھورا جس کے ایک بل میں فہد کا دل اٹکا ہوا تھا اور زوہا کو اسی لئے دکھ ہوتا کہ وہ اسے دھتکار رہی ہے۔

''زوہا جلدی چلو نا ماریہ آئی ہے......'' تیز تیز چلتے ہوئے ماہم نے پلٹ کر اسے بھی تیز چلنے کو کہا تو زوہا کے قدم لائبریری کی طرف مڑ گئے۔

''ماریہ آئی ہے، کوئی کسی ملک کی شہزادی نہیں آئی کہ استقبال کے لیے ان کی قدم بوسی ضروری ہو...... تم جاؤ میں تو لائبریری جا رہی ہوں فرصت ملے تو آ جانا......'' زوہا آگے بڑھ گئی تو ماہم اسے گھورنے لگی۔

''تم جلتی ہو ماریہ سے......'' ماہم زوہا کو جاتا دیکھ کر کہتی ہوئی ماریہ کی طرف بڑھ گئی جو اپنے ڈرائیور سے کچھ کہہ رہی تھی۔

''ٹھیک ہے علم دین! آپ کو کام ہے آپ جاؤ میں عامر بھائی کو موبائل پر کہہ دیتی ہوں مجھے لینے آ جائیں گے اور ہاں یہ پیسے لے جاؤ اور اپنی اماں کو کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھاؤ......''

ماریہ نے ماہم کو ہاتھ ہلا کر سلام کیا اور خود اپنے بیگ سے چھوٹا سا والٹ نکال کر ہزار روپے کا نوٹ علم دین کی طرف بڑھایا تو ماہم للچا کر رہ گئی۔

''کیا ٹھاٹھ ہوتے ہیں پیسے والوں کے بھی، کیسے نوٹ نکال کر دے دیا...... ایسی زندگی ہونی چاہئے پیسہ اتنا ہونا چاہئے کہ بندہ ترسے نہیں کسی بات کے لیے، ہماری کلاس تو سانسوں کی فضول خرچی بھی افورڈ نہیں کر سکتی، جہاں ہر وقت چادر کی پیمائش کی جاتی ہو کہ پیر چادر سے باہر نہ نکلنے پائیں ورنہ کٹ جائیں گے...... ہونہہ مجھے ایسی زندگی سے نکلنا ہے، اس کے لیے ماریہ بہترین سیڑھی ثابت ہو سکتی۔''

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی اس نے دانستہ طور پر ہی تو ماریہ سے دوستی کی تھی وہ اسے سیڑھی کے طور پر استعمال کر رہی تھی کیونکہ اس کے خاندان والوں کو تو صبر شکر اور قناعت کی بیماری لاحق تھی مگر وہ اس گھٹن سے باہر نکلنا چاہتی تھی اور ماریہ ایسا ہی دریچہ تھی جہاں سے وہ اپنی پسند کی زندگی کی سنہری سحر دیکھ سکتی تھی۔

''ماہم! کہاں گم ہو بھئی......'' اپنے معاملات سے فراغت کے بعد ماریہ نے اس کے کھوئے کھوئے چہرے کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ کھسیانی ہو کر مسکرانے لگی۔

''کہیں نہیں! آؤ پہلے کینٹین چلیں......'' اور پھر وہ اس کے ساتھ کینٹین چلی گئی وہ اپنی خواہشات کے جنگل میں اس طرح بھٹک گئی تھی کہ اس نے عزتِ نفس کو بھی داؤ پر لگا دیا تھا زوہا روکتی رہتی سمجھاتی رہتی کبھی ڈانٹ بھی دیتی۔

"یہ کیا تم ماریہ کی دُم چھلا بنی رہتی ہو...... تمہاری عزتِ نفس کہاں گئی......"

"تم میری اور ماریہ کی دوستی سے جلتی ہو بس......"

وہ زوہا کی محبت بھری ڈانٹ کے جواب میں یہ ہی کہتی اور پھر سارا وقت ماہم ماریہ کی چاپلوسی میں گزار دیتی اور زوہا لائبریری میں انتظار کرتے کرتے اپنے علاقے کے پوائنٹ پر نکل جاتی۔ آج بھی یوں ہی ہوا تھا وہ ماریہ کی ناز برداریوں میں بھول گئی کہ اس کی گہری پرانی مخلص ترین دوست اس کا انتظار کر کے جا چکی ہے، اپنی خواہشات کے آسمان کی طرف پرواز کرتے ہوئے وہ اپنے پیارے دوستوں، چاہنے والوں کو پیچھے اور نیچے چھوڑتی جا رہی تھی۔

"ماہم! اگر تمہارے پاس وقت ہو تو میرے ساتھ چلو مجھے کچھ شاپنگ کرنا ہے بہن میری کوئی ہے نہیں اور دوست تم ہی ہو......"

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں! میں ضرور جاؤں گی۔ موبائل دو میں گھر فون کر کے بتا دیتی ہوں امی کو کہ مجھے دیر ہو جائے گی......"

ماریہ کا اسے دوست کہنا اس کے لیے بہت بڑے اعزاز سے کم نہیں تھا...... اس نے ماریہ کا موبائل لے کر گھر کا نمبر ملایا جو فہد ہی نے ریسیو کیا۔

"کیا مطلب ہے! کیوں دیر سے آؤ گی......" فہد چڑ گیا وہ اس کی زیادہ جدائی کہاں برداشت کر سکتا تھا۔

"اوہو! تمہاری جان کیوں نکل رہی ہے...... امی کو بتا دو میں لیٹ ہو جاؤں گی فکر نہ کریں میں اپنی دوست کے ساتھ شاپنگ کرنے جا رہی ہوں......" وہ فہد سے کترا رہی تھی، وہ فہد سے زیادہ خود سے خوف زدہ تھی کہ وہ خود ہی کمزور نہ پڑ جائے۔

"ہاں! اک میرے علاوہ ساری دنیا تمہاری دوست ہے...... ہے ناں!"

ڈھیر سارے شکوے ماہم کی کج ادائیاں فہد کے لہجے میں شام کا سناٹا بن کر اُتر آئے۔

"ہاں! ایسا ہی ہے...... کبھی کبھی تو تم ڈھنگ کی بات کر ہی جاتے ہو...... چلو پھر امی کو بتا دینا...... خدا حافظ......" وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار تیز لہجے میں بولتی ہوئی موبائل آف کر کے ماریہ کی طرف مڑی اسی وقت ان کے قریب ہی بلیک اکارڈ آ کر رکی۔ ماہم کی حریص نظریں گاڑی پر سے پھسلیں تو گاڑی والے پر جا کر ٹھہر گئیں، گاڑی والا عامر ماریہ کے والد

کے دوست کا بیٹا تھا ماریہ کے فون کرنے پر اسے لینے آیا تھا۔

"اوہ! تھینکس تم آ گئے۔" ماریہ اسے پسند کرتی تھی۔ اسے دیکھ کر اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں مگر عامر کی شوخ گہری نظروں کے فوکس پر ماہم تھی بے حد حسین چہرے والی سنہری رنگ اور سنہری بالوں والی ماہم، شہد رنگ آنکھوں والی ماہم سیدھی عامر سجاد کے دل و دماغ پر چھا گئی۔

"تم نے بلایا تھا تو کیسے نہ آتا، معلوم ہے اتنی امپورٹینٹ میٹنگ چھوڑ کر آ رہا ہوں......" سانولی سلونی مگر پُرکشش سی ماریہ کی زندگی میں اپنی حیثیت کو عامر جانتا تھا اسی لیے اپنی مزید اہمیت بڑھائی۔

"so nice of you amir...... چلیں......"

"مانا کہ بہار اپنا تعارف آپ ہوا کرتی ہے مگر بہار کا کچھ نام بھی تو ہوا کرتا ہے...... Any ways میں عامر سجاد ہوں ماریہ کا دوست اور آپ بھی یقیناً ماریہ کی دوست ہی ہیں Your good name?"

وہ ماہم سے براہِ راست مخاطب تھا اور ماہم ہواؤں میں اُڑنے لگی کہ اتنا Handsome اتنا امیر شخص اس کی طرف متوجہ ہو رہا تھا۔ آج اسے اپنے حسین ہونے کا کچھ زیادہ ہی گمان ہونے لگا۔ ورنہ فہد کی تعریف کو تو وہ اس کا جنون اور پاگل پن کہہ کر ٹال دیا کرتی تھی جب کہ ماریہ بھی عامر کی آنکھوں کا زاویہ سمجھ کر پچھتا رہی تھی کہ اس نے ماہم کو کیوں شاپنگ کی آفر کی...... مگر پھر بھی بات سنبھال گئی اور دونوں کا تعارف کرایا۔ پھر سارا راستہ عامر کی گہری نظریں بار بار ماہم کے چہرے پر آ کر فریز ہوتی رہیں ماریہ کی بات کے جواب میں وہ اور سے اور جواب دیتا رہا۔

شاپنگ کے دوران بھی عامر ماہم کی طرف متوجہ رہا اور ماہم بھی یہ جانتے ہوئے کہ ماریہ عامر کو چاہتی ہے عامر کی نظروں کی حوصلہ افزائی کرتی رہی۔ وہ تو یہ ہی سمجھ رہی تھی کہ اس نے آئندہ خوشحال زندگی کا جو خواب دیکھ رکھا ہے اور جو دعائیں کر رکھی ہیں شاید اب وہ پوری ہو رہی تھیں تب ہی عامر سے ملاقات ہو رہی تھی، ماریہ بڑی اچھی اور وضع دار لڑکی تھی اس نے دونوں کی حرکتوں کو نوٹس کرنے کے باوجود کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا بلکہ جیسی شاپنگ ماریہ نے اپنی کی ویسی ماہم کو کرائی تو ماہم حیرت سے وہ لباس دیکھ کر رہ گئی جس کی قیمت اتنی تھی کہ اس

کے گھر دو تین ماہ کا راشن آ سکتا تھا۔ ماہم جیسی حریص اور کمزور لڑکی نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ By hook by crock اسے یہ سب حاصل ہو سکتا ہے اور نتیجتاً ان چند گھنٹوں کی رفاقت میں وہ عامر کے ساتھ اتنی گھل مل گئی تھی کہ گویا برسوں کی جان پہچان اور دوستی ہو۔ ماریہ کو یہ سب اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر اس نے چہرے پر ایک بار بھی ایسے تاثر کو ابھرنے نہیں دیا جس سے ماہم کی انسلٹ ہوتی یا سے کوئی خیال آتا، ماہم کے انداز اور رویے میں تبدیلی آئی تھی...... گھر میں سب نے محسوس کیا تھا، فہد تو بس خاموش تماشائی سا بن گیا تھا۔

''ماہم!......'' اس روز انیسہ بیگم نے اس کی الماری میں خوبصورت سینڈل دیکھے تو اس کے سامنے آن کھڑی ہوئیں۔

''جی امی......'' اس نے جلدی سے فائل بند کی اور کھڑی ہو گئی وہ ان کے چہرے اور آنکھوں میں درج سوال پڑھ رہی تھی، یکبارگی دل ذرا دھڑکا کہ کیا جواب دے کیونکہ یہ سارے تحائف عامر نے اسے دیئے تھے مگر دوسرے ہی پل ماریہ کا خیال سارے خوف کو ساتھ بہا لے گیا۔

''یہ...... سب کہاں سے آ رہا ہے...... تمہارا کیا خیال ہے تم جو کچھ کر رہی ہو وہ کسی کی نظر میں نہیں......'' امی کا انداز تفتیشی تھا۔

''امی! میں کیا کر رہی ہوں سب کچھ تو آپ کو پتہ ہے ماریہ میری بہت اچھی دوست ہے، وہ جب بھی شاپنگ کرتی ہے میرے لیے بھی......''

''کیوں! تمہارے لئے بھی کیوں...... تم بھکاری ہو یا وہ صدقہ اتارتی ہے کیا بات ہے بتاؤ، کیوں وہ اتنا کچھ تم کو دیتی ہے......''

انیسہ نے آج آڑے ہاتھوں ماہم کو لیا تھا وہ فرار کے راستے تلاش کرنے لگی۔

''امی پلیز! اس کے خلوص کو، دوستی کو غلط نظر سے نہ دیکھیں......''

''کیوں نہ دیکھوں، کوئی بھی دوست ایک حد تک ہی مہربان ہوتی ہے اور اگر وہ حد پار کر کے مہربان ہو رہی ہے تو کہیں نہ کہیں گڑبڑ ضرور ہے......''

انیسہ نے بڑے یقین اور پُر وثوق انداز میں کہا تو وہ نظریں چرا کر رہ گئی اب کیا بتاتی

کہ وہ اپنے اور عامر کے درمیان سے ماریہ کو خارج کر چکی ہے۔

''کوئی گڑبڑ نہیں امی! وہ میری اچھی دوست ہے مجھے بہت چاہتی ہے جو اپنے لیے خریدتی ہے وہی میرے لئے پسند کر لیتی ہے۔''

اور پھر ایسے ہی دلائل سے وہ امی کی مشکوک سوچ کو مطمئن کرتی تو کہیں نہ کہیں پھر بھی شک رہ ہی جاتا۔

''ٹھیک ہے! کوئی گڑبڑ ہونی بھی نہیں چاہیے ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا......'' امی تند لہجے میں اسے تنبیہہ کی رسی سے باندھ کر باہر نکل گئیں تو وہ شانے اچکا کر باہر نکل گئی جہاں فہد سے مڈبھیڑ ہو گئی لمحہ بھر کے لیے وہ سن سی ہو گئی، وہ فہد کی نظروں کا مقابلہ نہیں کر پاتی تھی کترا کر گزرنے لگی تو فہد نے اس کا ملائم ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا کچھ دیر اسے دیکھتا رہا، کیا نہیں تھا ان نگاہوں میں، محبت کے ساتھ اگنور کرنے کا شکوہ، محبت ہوتے ہوئے اقرار سے فرار کی شکایت...... مگر دل میں ہزاروں بارش ہونے کے بعد وہ صرف اتنا ہی کہہ پایا۔

''کبھی مجھ سے جدا نہ ہونا، کبھی مجھ سے خفا نہ ہونا...... قسم سے نہیں جی پاؤں گا......''

اس کے جذبوں کی گہرائی اس کے ہاتھ کے لمس میں اُتر کر اس کی بات کی سچائی کی ضمانت دے رہی تھی وہ حسبِ سابق پھر لڑکھڑانے لگی، اسی لیے تو وہ دل میں فہد کو چاہنے سے کتراتی کہ وہ کمزور پڑنے لگتی تھی۔

''فہد! عزتِ نفس بھی کوئی چیز ہے...... تم کیوں بار بار گرتے ہو میرے سامنے، پلیز مجھے آزمائش میں مت ڈالا کرو......''

وہ سختی سے اس کا ہاتھ جھٹک کر سیڑھیاں چڑھ گئی تو فہد کی نظریں دور تک اسے دیکھتی دل میں درد کی شام کا سناٹا لیے لوٹ آئیں۔

☆=====☆=====☆

''ماہم! مجھے عامر سے بہت محبت ہے......'' عامر اور ماہم کے درمیان جو ایک نیا تعلق اور رشتہ بن چکا تھا اس سے خوف زدہ ہو کر ماریہ نے التجائیہ انداز میں ماہم سے کہا تو ماہم جو عامر جیسے آدمی کی محبت اور توجہ پا کر ہواؤں میں اُڑ رہی تھی اب بڑی خاموشی سے ماریہ کا پتہ

کاٹ رہی تھی، اس وقت بھی ماریہ بے بسی سے ماہم کے سامنے کہہ رہی تھی، ماہم نے کمال مکاری سے اسے ساتھ لگا لیا اور پچکارنے لگی۔

''ماریہ! یہ...... یہ تم مجھے کیوں بتا رہی ہو مجھے تو معلوم ہے یہ بات، تم عامر کو...... بتاؤ نا کہ تم اسے چاہتی ہو اور تم اس کے بغیر جی نہیں سکتیں......''

ماہم کے لہجے میں تمسخر سا تھا جسے ماریہ نے محسوس نہیں کیا۔

''ماہم! میری محبت پمفلٹ نہیں کہ میں دیواروں پر لگا کر عامر کو بتاتی پھروں کہ میں اسے چاہتی ہوں، محبت تو صرف محسوس کیے جانے والا جذبہ ہے عامر کو یہ خود محسوس کرنا چاہیے...... جب میں اسے اتنا چاہتی ہوں تو...... میں اس کے خواب دیکھتی ہوں تو پھر اس کی آنکھوں میں میرے خواب کیوں نہیں......'' ماریہ بہت دل گرفتہ تھی روہانسی ہوگئی، ماہم نے انتہائی کٹھور سی نظر اس پر ڈالی۔

''ماریہ! تم بھی ناں بالکل میرے کزن جیسی باتیں کرتی ہو...... دیکھو یہ محبت وغیرہ فضول چیزیں ہیں ان سے کبھی انسان کا پیٹ نہیں بھرتا...... پیٹ ہمیشہ دولت سے بھرتے ہیں انسان کی جیب بھری ہو تو منٹوں میں وہ اپنی خواہش اور ضرورت پوری کر لیتا ہے...... جب کہ محبت صرف۔''

''ایک بات میری ہمیشہ یاد رکھنا ماہم! دولت کی بھوک کبھی بھی مٹ سکتی ہے لیکن محبت کی بھوک انسان کی روح کی تسکین کا آسمان ویران کر دیتی ہے اگر محبت روٹھ جائے...... تو...... لیکن تم شاید میری بات نہیں سمجھو گی۔''

ماریہ کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا اسی وقت ماریہ کی گاڑی آ گئی تو وہ دل کا درد دل میں لیے اسے الوداعی انداز میں ہاتھ لہراتی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ ماہم کچھ دیر تو ماریہ کی بات سے اپنے اندر اُٹھتے دھوئیں کے زیر اثر رہی پھر سر جھٹک کر گھڑی میں وقت دیکھا اسی وقت عامر کی گاڑی آتی نظر آئی تو زندگی سے بھرپور مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ اتنے عرصے میں وہ عامر کے اور عامر اس کے اتنا قریب آ گیا تھا کہ ان کی خفیہ ملاقاتوں کی خبر خدا کے سوا کسی کو نہ تھی۔

''ہائے...... سویٹ ہارٹ! زیادہ انتظار تو نہیں کرنا پڑا۔''

عامر باتیں بنانا اور انسانوں کو بنانا خوب اچھی طرح جانتا تھا وہ کسی ایک پھول کی خوشبو تک محدود رہنے والا شخص نہیں تھا، وہ ڈالی ڈالی منڈلانے والا بھنورا صفت انسان تھا اپنی کلاس اپنی حیثیت اور اپنی شکل وصورت کا بھرپور فائدہ اُٹھا رہا تھا، لیکن یہ ضرور تھا کہ ماہم کے لیے سنجیدہ تھا اور ماہم اس کے لیے اس سے بڑی خوشی کیا ہو سکتی تھی۔

''انتظار کرانے والی ہستی اگر تم جیسی ہو تو انتظار میں بھی مزہ ہے۔ خیر ابھی ابھی ماریہ گئی ہے، بہت رو رہی تھی کہ عامر کو سمجھاؤ میں اس کے بغیر جی نہیں سکتی، مر جاؤں گی......'' ماہم انتہائی کمینگی کا ثبوت دیتے ہوئے ماریہ کا مذاق اُڑا رہی تھی اور عامر کا بھرپور قہقہہ گاڑی کی فضا میں گونج گیا۔

''دیکھ لو پھر، لوگ ہمارے پیچھے مرتے ہیں اور ہم تمہارے بغیر جی نہیں سکتے...... آخر تم کب اجازت دو گی اپنے گھر آنے کی......''

عامر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا تو اس کا دل سینے میں جیسے لمحہ بھر کے لیے رک گیا اور ہاتھ عامر کی گرفت سے نکال لیا کیونکہ کچھ ہی فاصلے پر فہد کھڑا کسی دوست سے بات کر رہا تھا، عامر نے اس کی نظروں کے تعاقب میں فہد کو دیکھا۔

''کون ہے وہ؟......'' عامر کا لہجہ بڑا اکڑا تھا وہ سن ہوگئی۔

''وہ...... وہ کزن ہے میرا اور......'' وہ گڑبڑا گئی اور دل میں فہد کو کوسنے لگی اس کے نزدیک وہ اس کی ٹوہ میں آتا تھا۔

''اور کیا......؟''

''نن! نہیں عامر ایسی کوئی بات نہیں، یہ صرف میرا کزن ہی ہے یوں بھی میں تو کزن میرج کو پسند نہیں کرتی وہی خاندان وہی...... Any ways، چلو جلدی کرو...... اور یہ تو ہے بھی بہت بدتمیز لڑکا مجھے اور میرے والدین کو تو بالکل پسند نہیں۔ نہ ڈھنگ سے پڑھتا ہے نہ کوئی کام کرتا ہے...... بس ایسا ہی سوال ہے۔''

ماہم اپنی خواہشات کی دھند میں اس قدر اندھی ہو چکی تھی کہ ضمیر کو گہری نیند سلا کر وہ اس فہد کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کر گئی جو ان کے خاندان کا ہر لحاظ سے بہترین نوجوان تھا جس سے گھر والوں کو بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ یہ سب کہتے ہوئے نہ تو ماہم

کا دل لرزا نہ وہ خود سے شرمندہ ہوئی، جب انسان دانستہ طور پر ضمیر کو مار دیتا ہے تو کوئی بات غلط یا بری نہیں لگتی وہ مکمل طور پر نفس کے شکنجے میں تھی اسے سب جائز اور اپنا حق لگ رہا تھا کیونکہ اس کے مطابق خواہش کرنا اور اس کی تکمیل کے لیے وقت اور حالات سے لڑنا انسان کا حق ہے اور وہ یہ حق استعمال کر رہی تھی۔ اس لیے اسے کوئی دکھ یا ملال نہیں تھا اس نے جیسا چاہا تھا ویسا ہو رہا تھا تو وہ کیوں کوئی چوک کرتی۔

"ویسے Sorry to say ماہم! تم لوگوں کی لوئر مڈل کلاس میں لڑکے ایسے ہی ہوتے ہیں نالائق نکھٹو تم کے...... ویسے تمہارا یہ کزن لگتا نہیں ہے کہ ایسا ہی ہوگا جیسا تم نے کہا ہے......ٹھیک ٹھاک ڈیشنگ پرسنلٹی ہے اس کی۔"

عامر نے جینز اور شرٹ میں فہد کی تعریف کی تو وہ اندر تک سن ہوگئی۔

"اچھا! عامر چلو بھی اس نے دیکھ لیا ناں تو جاتے ہی امی سے شکایت لگا دے گا......"

ماہم کا دل دیکھے جانے کے خوف سے دھڑک رہا تھا اس کے کہنے پر عامر نے بڑی نثارانہ نگاہ اس پر ڈالی اور گاڑی فہد کے اتنے قریب سے گزاری کہ فہد کو اس کے دوست نے پکڑ کر پیچھے کیا۔

"بڑا ہی اسٹوپڈ آدمی تھا...... اگر میں تمہیں نہ ہٹاتا تو گئے تھے تم آج......"

"جانے ہی دیا ہوتا تو اچھا تھا......" فہد کا لہجہ رودیا اس نے سائیڈ مرر سے ماہم کو دیکھ لیا تھا۔ اک تیر سیدھا اس کے دل میں پیوست ہوگیا اس وقت تو اس کا واقعی مرنے کو شدت سے دل چاہا۔

"نہیں ماہم...... نہیں تم ایسا نہیں کر سکتیں، تم میری محبت ہو میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا ماہم......"

وہ گھر کی تیسری چھت پر کھڑا ہو کر اتنے زور سے چیخا کہ اس کی گونج آسمان پر گھرے بادلوں میں چھپ گئی ورنہ گھر بھر کو درد کا پتہ چل جاتا۔

☆=====☆=====☆

"امی جان! ہم کوئی زوہا کے دشمن نہیں ہیں بہت اچھا اور شریف لڑکا ہے مونا کا کزن ہے کھاتا پیتا ہے...... ہمیں اور کیا چاہیے باہر کریں گے تو سو طرح کی چھان بین کرنا پڑے گی

ہزاروں مسائل ہوتے ہیں غیروں میں رشتہ کرنے کے...... میرے خیال میں تو ہمیں انکار نہیں کرنا چاہیے...... زاہد بہت اچھا لڑکا ہے۔"

اتنے دنوں سے میاں بیوی کا جو خفیہ آنا جانا تھا خفیہ میٹنگز تھیں ان کا جب یہ نتیجہ سامنے آیا تو کچھ دیر کے لیے راشدہ اپنے بیٹے کو دیکھتی رہ گئیں کہ کس طرح ان کا ہی بیٹا بیوی کی باتوں میں آ کر غلط کو بھی اتنے اچھے اور مؤثر انداز میں پیش کر رہا تھا کہ وہ کچھ بول بھی نہیں پا رہی تھیں۔ مونا نے سوچ میں ڈوبی راشدہ کو دیکھا اور شوہر سے مخاطب ہوئی۔

"رہنے دیں باسط! امی جان ہرگز نہیں مانیں گی کیونکہ زاہد میرا ماموں زاد بھائی ہے اگر یہی رشتہ کسی اور حوالے سے آیا ہوتا تو شکرانے کے نفل پڑھتیں......"

مونا نے ساس کی خاموشی کو خود ہی اپنی پسند کے معنی دے دیئے تھے۔

"بلاشبہ میں خدا کا شکرانہ ادا کرتی ہوں جس نے جتنی نعمتیں مجھے دے رکھی ہیں میں تو شکرانہ ادا کرنے کے قابل ہی نہیں، تم نے میری چپ کو اپنی پسند کے معنی تو دے دیئے ہیں مگر میری بات غور سے سنو اور سمجھو...... زاہد اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے چکا ہے اور کیوں دے چکا ہے بلکہ...... حقیقت تو یہ ہے کہ اس لڑکی نے طلاق لی اور کیوں لی یہ میں تم ہی نہیں ساری دنیا جانتی ہے اور دوسری بات یہ کہ ابھی میری بیٹی کی عمر ہی کیا ہے کہ تم پہلا رشتہ اس کے لیے دوہاجو کا لائیں، کیا کمی ہے میری بیٹی میں؟ خوبصورت ہے کم عمر ہے تعلیم یافتہ ہے پھر...... پھر اس کے لیے ایک ادھیڑ عمر کا دوہاجو ہی رہ گیا ہے...... برا مانو کہ بھلا بہو رانی! مجھے زوہا کے لیے یہ رشتہ پسند نہیں مجھے اللہ کی ذاتِ واحد پر کامل ایمان ہے کہ وہ بہت اچھا رشتہ دے گا میری زوہا کے لیے...... میری...... شہزادیوں جیسی بیٹی...... وہ تو بہو ہے بھابی ہے بیٹا! مگر تم...... تم تو بھائی ہو تمہارا دل ذرا بھی نہیں لرزا اپنی معصوم کلیوں جیسی بہن کے لیے ایسے شخص کا رشتہ لاتے ہوئے......"

بہو پر کم اور بیٹے پر راشدہ کو زیادہ دکھ اور افسوس تھا ان کی بات پر مونا نے انتہائی غصے سے ساس اور پھر شوہر کو گھورا اور غصے سے کھڑی ہوگئی۔

"دیکھا باسط! میں نے نہیں کہا تھا کہ امی کبھی ہماری محبت پر یقین نہیں کریں گی الٹا ہم پر شک ہی کریں گی ہم زوہا کے دشمن تو نہیں امی...... توبہ ہے آپ نے تو اتنا برا مانا ہے

کہ......''

''بات! برا ماننے کی نہیں ہے بیٹی، زوہا تم لوگوں کی ذمہ داری ہے اور اسے احسن طریقے سے نبھاؤ بوجھ بنا کر پھینکو نہیں...... اس کی کون سی عمر نکلی جا رہی ہے کہ ایک دوہاجو کے ساتھ بیاہ دوں......''

راشدہ بیگم نے شوہر کی موت کے بعد زندگی کے ہر اچھے برے کو وقت اور حالات کا تقاضا سمجھ کر قبول کیا تھا مگر زوہا جیسی فرمانبردار نیک صفت بیٹی کے ساتھ ناانصافی برداشت نہیں کر سکتی تھیں اسی لیے انہوں نے صاف انکار کر دیا تو بہو کا منہ بن گیا۔

''امی جان! کیا آپ نے دوہاجو دوہاجو کی رٹ لگا رکھی ہے صرف چھ مہینے ہی تو رہی تھی ان کی بیوی۔''

''ہاں! اس لیے کہ زاہد جیسے شوہر کو اتنا عرصہ برداشت کر جانے والی لڑکی بھی بہادر ہو گی...... بہرحال اس رشتے پر اب بات نہیں ہوگی......''

''امی......''

☆=====☆=====☆

''ماہم...... ماہم تم نے تو مجھے جیتے جی مار دیا...... ارے میں تو تمہارے پیار میں اتنی دور جا چکا ہوں کہ واپسی کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا...... یہ تم نے کیا...... کیا...... کیوں کیا...... کیا کمی تھی مجھ میں ماہم...... کیا...... کیا......؟''

اپنی ذات اپنے احساس کے ویرانے میں اپنے دکھ سے لپٹ کر فہد شدت سے رو دیا تھا آج جو منظر اس نے دیکھا تھا آنکھوں کا آسمان تو ویران کیا ہی تھا دل کا نگر بھی بے آباد اور سنسان ہو گیا، اس نے تو مرد ہو کر بھی خود کو صرف اور صرف ماہم کی امانت جانا اور کسی اور لڑکی کو اس نظر سے دیکھا ہی نہیں جو نظریں صرف ماہم کے لیے وقف تھیں اور اسی ماہم نے کس بے دردی سے اس کی محبت کی کلی کو مسل ڈالا تھا۔ وہ اس سے چڑتی تھی وہ اسے اس کی ادا سمجھتا تھا وہ ناراض ہو جاتی تو ناراضگی اس کا حق اور منانا اپنا فرض سمجھ کر مناتا تھا، کتنا اچھا لگتا تھا یہ سب، مگر آج...... آج کا منظر تو ایک دھماکہ تھا جس نے اس کی ہستی کی بنیادیں ہلا دی تھیں۔ وہ تو ریزہ ریزہ ہو کر اس طرح بکھرا تھا کہ سمیٹنے لگتا تو عمر گزر جاتی۔ شام سے رات ہو گئی تھی مگر

ابھی تک تو وہ ایک ذرہ بھی سمیٹ نہیں سکا تھا۔ چہرہ تر اور سرخ تھا بال اُلجھے ہوئے تھے، دکھ کے سائے اندر تک پھیل چکے تھے ارمانوں کی قبر پر اشکوں سے جلے دیئے سے دھواں نکل کر آنکھوں میں بھر گیا تھا۔ وہ تو عرش سے فرش پر پٹخ دیا گیا تھا اندر باہر سناٹا ہی سناٹا تھا دل ساکن ہو گیا تھا مجال ہے جو کوئی دھڑکن زندگی کا پتہ دے جائے سب کچھ ختم ہو گیا تھا، سب کچھ...... وہ لٹ چکا تھا۔ خود اپنے آپ سے بے نیاز تھا اور نیچے ڈھنڈیا پڑی تھی کہ آخر فہد گیا کہاں؟

''ارے! سب بے فکر بیٹھے ہیں میرا بچہ صبح سے لاپتہ ہے کسی کو ہوش نہیں میں پوچھتی ہوں کہاں ہے فہد! کسی کو بتا کر گیا تھا کہ نہیں......''

سب ہی لاعلم تھے کچھ معلوم ہوتا تو بتاتے کہ کہاں ہے اور جس کو پتہ تھا وہ اپنی غرض کی قبر میں اُتر چکی تھی اور بے حسی کی مٹی میں لدی وہ لاپرواہ بنی سب کچھ دیکھ سن رہی تھی اور بار بار ٹائم دیکھ رہی تھی کیونکہ عامر کا فون آنے والا تھا...... کیا کوئی اس قدر بھی خود پرست ہو سکتا ہے کوئی اس قدر بھی بے حس ہو سکتا ہے اگر کسی نے بے حسی خود غرضی اور نفس پرستی کا پیکر دیکھنا ہو تو ماہم بہترین نمونہ تھی، وہ گھر میں فہد کے لیے پریشان لوگوں کی پریشانی سے بے نیاز بس بار بار گھڑی دیکھے جا رہی تھی، وہ عامر کو کسی صورت ناراض نہیں کر سکتی تھی۔ وہ صرف عامر کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ فریا نے رندھی آواز میں اسے غفلت سے باہر نکالا۔

''تمہیں...... تمہیں کچھ پتہ ہے ماہم کہ بھائی کہاں گئے ہیں؟'' فریا جانتی تھی کہ فہد ماہم کو ہر بات بتایا کرتا تھا اس کے کون کون سے دوست ہیں، کون کتنا عزیز ہے کس سے صرف ہاتھ ملانے کی حد تک دوستی ہے۔ جب بھی وہ کہیں جاتا تو اسے خبر ہوتی کہ وہ کہاں ہے اور سب کو اعتماد بھی ہوتا کہ چلو جو اس کی جیون ساتھی ہے اسے تو خبر ہے اور جب اسے خبر ہے تو مطلب سب کو خبر ہے مگر آج تو وہ بھی بے خبر تھی اسی لیے فریا کا اس سے پوچھنا غضب ہو گیا اس نے پہلے تو اسے کاٹ کھانے والی نظروں سے گھورا پھر تڑ سے بولی کہ اس کے الفاظ کی بجلی معصوم فریا کو راکھ کر گئی...... ''کیوں! میں کوئی اس کی سیکرٹری ہوں کہ مجھے اس کے آنے جانے کے شیڈول معلوم ہوں گے، مجھے کیا خبر کہاں ہے اور کہاں نہیں۔''

''اوہو! ذرا سا پوچھ لیا تو کاٹ کھانے کو کیوں دوڑ رہی ہو ماہم!''

فریا کے بجھے چہرے کو دیکھتے ہوئے سعدیہ نے ماہم کو ڈانٹ دیا تو وہ منہ بناتی وہاں سے اُٹھ گئی۔ ''اب کہاں جا رہی ہو؟''

سعدیہ کے پوچھنے پر وہ خونخوار انداز میں پلٹی۔ ''اسی ڈربے میں ہوں 80 گز کے ڈربے میں کہاں چھپ سکتی ہوں کہیں بھی ہوئی تو خود ہی نظر آ جاؤں گی، ہونہہ...... دم گھٹنے لگا ہے میرا اب تو یہاں......'' ماہم نے عامر کی سنگت میں محلوں میں رہنے کے اتنے خواب دیکھ لئے تھے کہ اب تو اس کا دم گھٹتا تھا یہاں۔ وہ تیوریوں پر بل ڈالے آگے بڑھی تو انیسہ جو اس کی بات سن چکی تھیں اور اس کے بدلے بدلے تیور بھی دیکھ چکی تھیں اس کا ہاتھ پکڑ کر سب میں لے آئیں اور اسے فریا کے برابر کھڑا کر دیا۔

''اسی باعزت ڈربے میں جینے کو ہی زندگی جانو...... ایسا نہ ہو کہ کبھی اس ڈربے میں ایک سانس جینے کے لیے اپنی ساری زندگی اسی دعا میں گزار دو کہ پروردگار میری ساری زندگی اس ایک لمحے کے عوض لے لے اور مجھے اس ڈربے میں ایک لمحہ جینا نصیب کر دے......!''

''ہونہہ! امی نہ جانے کس دور میں جیتی ہیں آپ...... آپ لوگوں کو کیا پتہ کہ محل اور ڈربے میں کیا فرق ہے، میں ثابت کر کے دکھاؤں گی کہ میری زندگی کے بے شمار لمحات میں ایک لمحہ بھی پچھتاوے کے لیے نہیں ہے...... میں نئی زندگی اس بالشت بھر پنجرے میں ہرگز نہیں گزاروں گی...... یہ میرا وعدہ ہے......''

اس نے انتہائی کرختگی سے اندر ہی اندر سب رشتے توڑے تو ایک پل کے لیے بھی اسے فہد کا، اس کی دیوانگی کا خیال نہیں آیا، آتا بھی کیسے! وہ تو ہمیشہ چڑتی ہی اس سے اس لیے تھی کہ وہ اس کے توسط سے یہ ہی زندگی جس سے اسے ہوش سنبھالتے ہی نفرت ہو گئی تھی۔ دوبارہ جینا نہیں چاہتی تھی تب ہی تو اس نے چپکے سے فرار کا راستہ دیکھ لیا تھا اور اس راستے پر ویلکم کہنے والا عامر تھا...... شہر میں اتنا بڑا بزنس، گاڑی نہیں گاڑیاں تھیں، چار ہزار گز پر محل نما گھر جسے دیکھ کر ماہم بے ہوش ہوتے ہوتے بچی تھی اور سب سے بڑھ کر ساس نندوں کا جھگڑا ہی نہیں تھا صرف عامر کے پپا تھے وہ بھی اس قدر اچھے کہ اس کا دل تو مچل مچل گیا ان کی خدمت کے لیے، بے شمار ملازم پہلے سے موجود تھے۔

''اوہ! کہیں یہ عامر کا فون نہ ہو......'' اس بار بیل ہوئی تو وہ خیالوں سے چونکی، اس کے دل کی گواہی درست تھی اس کے ابو نے فون ریسیو کیا تو کالر بولا نہیں۔ ایک طرف جہاں اس بات کی خوشی ہوئی کہ دوسری طرف وہی تھا وہاں اس سے بات نہ کرنے کا اور اس کی خفگی کا ملال بھی اندر اُتر آیا اور مزاج بگڑا۔

''ہونہہ! نہ جانے وہ کیا سوچے گا کہ ہم کتنے دقیانوسی لوگ ہیں کہ گھر کی بیٹی کی دوستی کسی مرد سے برداشت نہیں کر سکتے، ہمارے گھر میں پڑھے لکھے جاہل ہیں، نہ جانے کب میں یہاں سے جاؤں گی اور اپنی دنیا اپنی آرزوؤں سے سجاؤں گی......''

وہ ان ہی سوچوں میں گم تھی کہ فون کی بیل پھر ہوئی، پھر انور صاحب نے کہا کہ شاید فہد کا فون ہو گا مگر دوسری بار بھی کالر کی خاموشی تھی انور صاحب سلگ اٹھے۔

''نا ہنجار! بات نہیں کرنی تو نمبر ملاتے کیوں ہو......!!'' وہ غصے سے باہر نکل گئے اسی طرح فہد کے لیے سب پریشانی سے باہر نکل گئے تو ماہم نے چور نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا اور کھٹ سے عامر کا موبائل نمبر ملایا، فون ریسیو کرتے ہی وہ پھٹ پڑا۔

''کم آن ماہم! یہ سب نہیں چلے گا ہاں...... مجھے جب تم سے بات کرنی ہوتی ہے تو تمہارے گھر والے ہیلو...... ہیلو کرتے ہیں، تم کہاں ہوتی، ربش......'' عامر بہت برہم تھا اور اس کی برہمی کی طوفان میں اسے اپنے خواب مٹتے نظر آئے تو وہ منت سماجت پر اُتر آئی۔

''نن...... نن نہیں عامر! پلیز تم خفا نہ ہو، دراصل آج وہ میرا اسٹوپڈ کزن واپس نہیں آیا ناں تو سب لوگ اس کے لیے پریشان ہیں۔''

''اور تم......؟'' عامر نے بات پوری ہونے سے قبل ہی پوچھا تو سوال کی بے ساختگی نے کچھ دیر کے لیے اسے بوکھلا سا دیا۔ اب وہ کیسے کہہ دیتی کہ دور اندر کہیں وہ دیوانہ بستا ہے...... رہتا ہے، ہنستا ہے، روتا ہے مگر ایسا کہہ کر اس نے اپنی دنیا برباد کرنی تھی! جھٹ اس دیوانے کے دیس کی طرف جاتے جذبوں کو روکا اور تڑ سے بولی۔

''ہونہہ! میں کیوں اس کے لیے پریشان ہونے لگی وہ تو اول درجے کا اسٹوپڈ آدمی ہے اسی طرح کی حرکتیں کرتا ہے آوارہ پھرتا رہتا ہے اور گھر والوں کو پریشان کرتا ہے۔ مجھے تو وہ قطعی پسند نہیں بدتمیز آدمی......'' وہ اس وقت کمال ڈھٹائی اور بے حسی کی بلندی پر پہنچی ہوئی

تھی کتنا آسان تھا اس کے لیے اس دیوانے کے خلاف بولنا جو اس کی چاہت میں جان ہتھیلی پر لیے پھرتا تھا۔

''واقعی! ماہم تم اسے پسند نہیں کرتیں، مجھے تو اس میں ناپسند کرنے والی کوئی بات نظر نہیں آتی وہ تمہارا کزن ہے اور......'' عامر کے لہجے میں شک کی فصل اُگی ہوئی تھی۔

''عامر! پلیز آج کے بعد یہ بات نہ کرنا...... میں...... میں نے زندگی میں اگر کسی کو چاہا تو، تو وہ تم ہو...... صرف تم......'' کپکپاتے لہجے میں چھپے جھوٹ، لالچ کو شاید عامر سمجھ گیا تھا یا یوں ہی بے باک، قہقہہ ماہم کے اندر جیسے دھواں سا بھر گیا وہ سمجھ نہیں سکی۔

''او کے! بتاؤ کتنا چاہتی ہو مجھے اور کیا کر سکتی ہو میرے لیے؟'' وہ نشے میں تھا اور یوں ہی فضول باتیں کر کے اسے آزما رہا تھا اور وہ ہر بات ماننے کے لیے تیار تھی کہ بس وہ ایک بار اس محل کی رانی بن جائے۔

''سب! کچھ...... سب کچھ عامر! تم ایک بار آزما کر تو دیکھو۔'' انسان، تُو اس قدر بھی نفس پرست ہو سکتا ہے...... یہ سوال لئے لمحے آگے بڑھ گئے۔

''او کے!'' عامر شوخ ہونے لگا۔ ''تو پھر آج رات میں تمہیں لینے آؤں گا، چلو گی ناں میرے ساتھ......!!'' کچھ دیر کے لیے اندر باہر سناٹا چھا گیا، ماہم کے کان سائیں سائیں کرنے لگے آج رات کسی بھی وقت یہ...... یہ کس راستے پر لے جا رہا ہے عامر اسے؟ وہ تو باعزت طریقے سے سج دھج کر دلہن بن کر اس کے محل کی دہلیز کے پار اترنا چاہتی ہے...... مگر عامر تو اسے چور دروازے سے بلا رہا ہے...... وہ ساکت دھڑکنوں سے کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ ہاں کہے کہ نہ...... ہاں کہتی ہے تو گھر بھر کی عزت خاک میں ملتی ہے...... نہ کرتی ہے تو ہاتھ آئی منزل کی ڈور کھسک جاتی ہے اور آرزوؤں تمناؤں کے روشن دیے یک دم بجھ جاتے ہیں اور اسے پھر اسی دلدل میں گھٹی گھٹی سی اذیت ناک بدبودار زندگی جینی ہے، کروں تو کیا کروں!! خاموشی کی اس بساط پر اس کی زندگی بھر کی خوشیوں کی بازی لگی ہوئی تھی اور فیصلہ تھا بھی اس کے ہاتھ میں، ہر طرف سناٹا تھا وہ گم صم سی ریسیور کانوں سے لگا کر گونگی بنی بیٹھی تھی۔

''کیوں! پڑ گئی ناں سوچ میں...... یار تم لوگوں کی لوئر کلاس کا یہ ہی پرابلم ہے۔ اس

کلاس کی لڑکیاں خواب تو بڑے بڑے دیکھتی ہیں دوستیاں بھی ہم جیسے اَپر کلاس کے مردوں سے کرتی ہیں مگر کچھ کر گزرنے کی جرأت ہمت ہوتی نہیں ذرا سا چھو لو...... ہاتھ پکڑ لو تو سمٹ جاتی ہو، مرنے لگتی ہو خوف سے...... اور کہیں باہر ملنے کو کہو تو نہ جانے کون کون سی مجبوریاں آڑے لے آتی ہو...... Rubbish یار...... تم لوئر کلاس کی لڑکی سے محبت کرنی ہی نہیں چاہئے جو سانس بھی گھر والوں کی عزت کے خیال سے خوف سے لیتی ہیں...... معاشرے کے خوف میں لپٹی ہوئی لڑکیوں سے نفرت ہے چڑ ہے مجھے...... یار تم...... تم میں نہ جانے ایسی کیا بات تھی کہ میں اس کلاس میں دل لگا بیٹھا...... ابھی تمہاری جگہ کوئی میری ہی کلاس کی لڑکی ہوتی ناں تو یہ بات مجھے کہنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی میں جہاں جس وقت کہتا تیار ہوتی اور کوئی کیوں! ابھی ماریہ کو فون کر دوں تو، پلک جھپکتے میں پہنچ جائے، تم ہو کہ......!!''

عامر اتنے عرصے میں ماہم کی زندگی میں اپنی اہمیت جان چکا تھا تب ہی تو اس کی کمزوری کو کیش کرا رہا تھا۔ خاموشی اور سناٹے کو عامر کے ایک ایک لفظ نے دھاڑ دھاڑ کر ہنگامہ کر دیا، ماہم چپ چاپ سنتی رہی بے حسی خودغرضی اور نفس پرستی اس حد تک اس پر غالب تھی کہ عامر کا ایک ایک لفظ سچائی پر مبنی لگ رہا تھا۔

یہ...... یہی تو وہ چاہتی تھی۔ اپنی کلاس بدل کر اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو اس خوف اور الزام سے نکالنا چاہتی تھی کہ لوئر کلاس کی لڑکیاں ہوتی ہی ایسی ہیں خواب آسمان کے چاند کے دیکھیں اور مانگ میں خاک بھرنا۔

نہیں! نہیں اللہ نے مجھے یہ موقع دیا ہے تو میں عامر کو گنواؤں گی نہیں...... وہ درست کہہ رہا ہے کہ وہ ماریہ کو اشارہ بھی کر دے تو وہ جان پیش کر دے اور وہ ایسا ہونے نہیں دے گی۔ ''ہیلو...... ہیلو عامر......''

بہت سوچ کر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے وہ عامر کو مس نہیں کرے گی۔ اور یہ بات ریسیور تھامے ہنستے ہوئے عامر کو بن کہے معلوم ہو چکی تھی۔ اس کی ہیلو میں تڑپ تھی عامر اسی سے سمجھ گیا تھا ماہم کا فیصلہ کیا ہے، وہ اترانے لگا اور چپ رہا۔

''عامر! بولو ناں پلیز، خفا نہ ہونا...... دیکھو اس وقت گھر میں گھٹیا شخص فہد کی وجہ سے سب لوگ پریشان ہیں......'' وہ مارے خوف اور کسی کے آ جانے کے خوف سے لڑکھڑا کر بول

رہی تھی اور وہ کمینگی سے اس کی اس کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''اور...... تم...... تم بھی تو اسی کے لیے پریشان ہو رہی ہو...... ذرا آئینہ دیکھو جا کر، رنگ کیسا پیلا ہو رہا ہے آواز میں لڑکھڑاہٹ ہے......'' اس کا انداز جلانے والا تھا اسی لیے وہ سلگ اُٹھی۔

''نہیں، میں اس کے لیے پریشان نہیں عامر! میں صرف اس لیے پریشان ہوں کہ تم...... تم خفا نہ ہو جاؤ، تم روٹھ نہ جاؤ کیونکہ...... کیونکہ......!!''

وہ کہتے رک گئی یا جھوٹ بولتے بولتے ضمیر آڑے آ گیا تھا، ہاں یہ جھوٹ ہی تو تھا کہ وہ بچپن ہی سے جسے چاہتی رہی اس سے غداری کر کے وہ جھوٹ بولنے جا رہی تھی تو ضمیر کو دکھ تو ہونا تھا مگر عامر بھی اس کی پریشانی کو انجوائے کرنے پر تلا ہوا تھا۔

''ا...... ا......ے''

''What صاف کہو ناں......'' وہ ہنسا۔

''کیونکہ! I love you...... عامر میں، میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔''

ماہم کے اس اعتراف پر کون کون نہیں رویا، دل بند ہو گیا ضمیر سو گیا آنکھیں احساس کی نمی سے خشک ہو گئیں، اس نے یہ جھوٹا اعتراف کر کے عزتِ نفس کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دی تو عامر کا بے باک قہقہہ اس طرح گونجا کہ کچھ دیر کے لیے ماہم نے چونک کر اپنے اطراف میں دیکھا کہ اس قہقہے کی گونج کسی اور نے تو نہیں سن لی، مگر سب باہر تھے اس نے پیشانی پر آیا پسینہ صاف کیا۔

''Really...... ماہم ایسا ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے کہ مجھ سے وابستہ......! خیر یہ بتاؤ کتنے بجے آؤں...... اگر اپنی اس بات کا ثبوت دینا ہے تو آج میں جب بھی آؤں تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا...... کہو قبول ہے...... قبول ہے، آخری بار کہہ دو قبول ہے...... کہو ناں...... یار میں انتظار کر رہا ہوں، کہو ناں پیار ہے......''

عجیب لہجے میں وہ سرگوشیاں کر رہا تھا اور وہ اندر تک سرد پڑ رہی تھی۔

''کہہ چکو ظالم! کب تک انتظار کی سولی پر چڑھاؤ گی...... کہو ناں آؤ گی...... کہو ناں۔''

وہ بار بار اصرار کر رہا تھا اور ماہم بھٹکتی جا رہی تھی وہ کوئی بھی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ دوسری

طرف سے سعدیہ آئی جو اس کی حرکتیں صاف طور پر نوٹ کر رہی تھی، اس نے ماہم کو فون پر بات کرتے دیکھ لیا تھا اور فہد کی پریشانی کی وجہ سے اگنور کر گئی تھی مگر اتنی دیر گزر جانے کے بعد بھی وہ آئی تو ماہم فون کانوں سے لگائے بیٹھی تھی۔

''یہ! تم کس سے اتنی دیر سے باتیں کر رہی ہو بلا وجہ ہی فون انگیج کیا ہوا ہے ہو سکتا ہے فہد کہیں سے فون کر رہا ہو...... سب اس کی وجہ سے پریشان بیٹھے ہیں اور تم......'' سب کا خیال تھا کہ منگیتر ہونے کی وجہ سے ماہم کو تو زیادہ فکر مند ہونا چاہئے مگر اسے تو پرواہ ہی نہیں تھی، بلکہ آج تو اسے باقاعدہ فہد کے ذکر سے چڑ ہونے لگی تھی۔

''کیا ہو گیا ہے فہد کو! آ جائے گا تم سب لوگ تو باقاعدہ سوگ منا رہے ہو اس کی عدم موجودگی کا...... فہد...... فہد...... فہد نہ ہوا عذاب ہو گیا جان کا!''

ماہم نے کشن اُٹھا کر پرے پھینکا اور ریسیور پٹخ دیا غصے سے، پھر خیال آیا کہ دوسری طرف تو عامر تھا کہیں اس نے پٹخ کو مائنڈ نہ کر لیا ہو وہ مزید چڑ گئی مگر سعدیہ نے بھی غصے سے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

''یہ تم کن ہواؤں میں ہو، سب تمہارے بدلے ہوئے اطوار سمجھ رہے ہیں......!!''

''تو! میں کیا کروں سمجھا کریں......'' وہ حد درجہ ڈھٹائی سے بولی، تو سعدیہ نے بڑی جانچتی نظروں سے اسے دیکھا، وہ نظر چرا گئی۔

☆=====☆=====☆

''سب! سب میری وجہ سے پریشان ہیں...... میں اتنا خود غرض کیسے ہو سکتا ہوں کہ میں یہیں گھر پر موجود ہوں اور میرے اپنے میرے پیارے میری وجہ سے پریشان ہیں۔ میری ماں جنہوں نے میرے جنم دینے کی گھڑیوں سمیت نہ جانے کیا کیا تکالیف میرے لیے برداشت کیں۔ میرے ابو جو مجھے اپنی آنکھ کا تارہ کہتے ہیں، میری بہنیں جو میرے اشارے سے بھی پہلے میری ضرورت پوری کر دیتی ہیں اور میں اتنا خود غرض ہوں کہ اپنا دکھ لیے چھپ کر بیٹھا ہوں، یہ...... دکھ صرف میرا دکھ ہے اسے میں نے تنہا ہی جھیلنا ہے۔ کسک ہے درد ہے جسے مجھے تنہا ہی رونا ہے میرا دکھ نمی بن کر میرے پیاروں کی آنکھ میں اُترے، درد بن کر دل میں اُبھرے آہ بن کر ان کے ہونٹوں سے نکلے...... پر میرے اپنے پیارے ہیں

میں ان کو اپنی ذات سے دکھ کیوں دوں؟ میں اتنا بے حس اور خود غرض نہیں ہو سکتا، ماہم کی بے وفائی میرا اپنا دکھ ہے اور مجھے اس کو تمام عمر رونا ہے...... اپنے دکھ کا اشتہار نہیں بننا...... نہیں...... مجھے میرے پیارے اپنی جان اور اپنے دکھ سے زیادہ پیارے ہیں مجھے جینا ہے ان کے لیے...... بس......!!" اس نے اک گہرا سانس لے کر دکھ کے گہرے احساس کو صبر کی قبر میں اتارا اور ایک بار شدت سے رو دیا اور وقت کی شاہراہ پر گزرتے ہوئے بے شمار لمحات اپنے دامن میں اس بات کی گواہی لے کر گئے کہ فہد بے غرض، انسان دوست اور رشتوں کے لیے جینے والا انسان تھا، نہ جانے کب تک درِ دل پہ بیٹھا وہ اپنے دکھ سے لپٹا روئے گا۔

"اے خدائے بزرگ برتر مجھے ہمت عطا فرما، ماہم کی بے وفائی کو جھیلنے کی اور اپنے پیاروں کے سامنے اسی انداز اور اسی طرح زندگی جینے کی ہمت عطا فرما، میں اپنی ذات سے کسی کو دکھ دینا نہیں چاہتا...... اے اللہ مجھے صبر و ضبط اور حوصلہ عطا فرما، میں اب ماہم نہیں مانگوں گا تجھ سے مجھے معلوم ہے وہ میری نہیں ہو سکتی جس کی بننے جا رہی ہے اسے اس کا دوست مخلص اور ہمدرد چاہنے والا ساتھی بنا...... آمین۔"

فہد نے بڑی ہمت جمع کر کے ماہم کو اس دعا کے ساتھ رخصت کیا تو دل کا آنگن جیسے خالی ہو گیا، سناٹے دور تک پھیلے تو وہ چپکے سے مُردہ قدموں سے پچھلی طرف سے سیڑھیوں کی طرف گیا بے آواز قدموں سے نیچے اُترا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا اور کسی کو خبر تک نہیں ہوئی کچھ دیر ویران نیم تاریک روڈ پر ٹہلتا رہا اور وہ بہانے سوچتا رہا کہ کس بہانے سے گھر والے بہل جائیں گے اور جب بہانہ گھڑ لیا تو مُردہ قدموں سے دروازے کے اندر قدم رکھا، سب گھر والے صحن میں جمع تھے گھر کے لڑکے اسے ڈھونڈنے نکلے ہوئے تھے اس کی امی رو رہی تھیں تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

"فہد، امی فہد بھیا آ گئے......" فریا کی آواز سارے گھر میں گونج گئی تو اپنے کمرے میں بے حس پڑی ماہم کے اندر بھی جیسے ایک سکون سا اُتر آیا۔

"خدایا تیرا شکر ہے۔" جانے یہ شکرانہ اس کے بے حس خود غرض دل سے کیسے لبوں تک آ گیا۔ نیچے سب فہد کے گرد جمع تھے، کوئی پیار سے پوچھ رہا تھا تو کسی کا انداز غصیلا اور سرزنش والا تھا اور وہ دھواں دھواں چہرہ جھکائے ندامت سے سب کی محبتیں سمیٹ رہا تھا۔

"فہد! میری جان میرے شہزادے یہ...... یہ کیا حرکت کی تم نے، صبح کے گئے رات دو بجے لوٹ رہے ہو کہاں تھے اور یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے!!"

بیٹے کے گھر آ جانے کی اطلاع پر سجدہ شکر بجا لا کر نفیسہ بیگم نے اسے لپٹا لیا تو ضبط کے بندھن ٹوٹنے لگے، جی چاہا کہ اس مہربان ہستی کے دامن میں آنسو بن کر سما جائے اور اتنا روئے کہ غم کا احساس تک مٹ جائے بار بار منہ زور لہریں بند توڑ رہی تھیں مگر اسے ضبط کرنا تھا، ناموسِ عشق بھی تو رکھنی تھی۔

"فہد! میری جان کیا ہوا ہے ایسے لگ رہا ہے جیسے بہت دیر تک روتے رہے ہو......" ماہم کی والدہ انیسہ آگے بڑھیں اس کی تپتی پیشانی پر پیار کرتے ہوئے پوچھا تو وہ صرف ایک نظر اس مہربان عورت کو دیکھ کر رہ گیا جس سے ایک نہیں کئی کئی رشتے تھے اور جو رشتہ وہ جوڑنا چاہتا تھا اس کی تو موت ہو گئی تھی وہ اسی رشتے کو تو قبر میں اتار کر آ رہا تھا اور جب دفن کر دیا تو قصہ تمام ہوا، پھر کیا رونا دھونا، کیا تذکرے اس کی بے وفائی کے کرنے وہ چپ چاپ بیٹھ گیا۔

"فہد! بیٹے بولتے کیوں نہیں ہو...... کیا ہوا ہے آخر؟" ماں رو دی تو وہ تڑپ گیا۔

"امی! آج...... آج میرے ایک بہت پیارے بے حد عزیز دوست کی موت ہو گئی ہے...... امی رگِ جاں سے زیادہ قریب تھا وہ مجھے، آج صبح گیارہ بجے اس کی موت ہو گئی۔ امی اور...... اور میں بھی مر گیا...... امی جان میں بھی مر گیا اسی کو دفنا کر آ رہا ہوں......!!"

فہد نے دروازے کی اوٹ میں کھڑی ماہم کے پاؤں دیکھ لیے تو سارا دکھ اس کے ٹوٹتے لہجے میں اُتر کر آنسوؤں میں بہہ گیا، ماہم نے مٹھیاں بھینچ لیں یہ وہی وقت تھا جب وہ عامر کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھی تھی اور فہد اپنے دوستوں کے ساتھ تھا اس نے دیکھ لیا تھا۔ وہ بھیگ گئی، فہد امی کی گود میں سر رکھ کے شدت سے رو دیا کتنا آسان کر دیا تھا اس جھوٹ نے اِس دکھ کو رونا وہ بھی ماں کی گود میں سر رکھ کر جو بالکل سچ ہی سمجھی تھیں، اس کے دکھ میں اشکوں کے ساتھ شریک ہو گئیں اس کی پیشانی پر پیار کر لیا۔

"انا للہ وانا الیہ......" سب نے با جماعت پڑھا اور اس کے فرضی دوست کے لیے دعائے مغفرت کر دی مگر فریا کو جانے کیوں یہ سب جھوٹ لگا۔

"ہائے...... میں قربان اس نوجوانی میں...... کیا ہوا تھا بیٹے اس کو......"

انیسہ بیگم نے بھی آگے بڑھ کر سر پر سا دیا تو فہد نے دھندلی آنکھوں سے دروازے کی اوٹ میں اس ستم گر کے وجود کو محسوس کیا، دل درد سے پھٹنے لگا۔

"دل...... دل کی بیماری تھی خالہ جان اس کو...... بچپن سے اس مرض میں لاحق تھا آج...... آج اچانک...... جان لیوا دورہ پڑا اور...... اور مجھے تنہا کر گیا میری ذات کے ویرانے میں اکیلا چھوڑ گیا......" فہد سراپا آنسو بنا ہوا تھا دل کا درد بڑھتا ہی جا رہا تھا اس جھوٹ نے سب کے غصے ٹھنڈے کر دیے تھے۔

"اتنا بڑا حادثہ ہو گیا بیٹا! تم کم از کم گھر فون تو کر دیتے ہم بھی جنازے میں شریک ہو جاتے...... بہرحال اللہ تعالیٰ اس بچے کی مغفرت فرمائے اور تم سب دوستوں کو صبر عطا فرمائے......"

"آمین......" سب نے باجماعت آمین کہا تو اک بڑے زور کی ٹیس فہد کے دل میں اُٹھی اور وہ سب سے معذرت کرتا اپنے کمرے میں آ کر تنہائی کے دکھ سے لپٹ گیا۔

☆=====☆=====☆

"سچ! باسط اتنا اچھا رشتہ ہے اور ان ماں بیٹی کی نظروں میں نہیں آ رہا......!!"

مونا کو تو اپنے دور کے کزن زاہد میں دولت کی وجہ سے خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتیں لیکن اس کے خیال میں ایک تو نند کا بوجھ اُتر جائے گا اور دوسرا لینے دینے کا سلسلہ بھی جاری ہو جائے گا، کیونکہ زاہد نے زوہا کو دیکھ لیا تھا اور مکار آدمی اس دن سے مونا اور ان سب پر بے حد مہربان تھا، بہانے بہانے آتا بچوں کے لیے قیمتی تحائف، باسط کے بزنس میں معاونت، اس کو اپنے بزنس میں کرتا دھرتا بنا کر اس نے مونا کے ساتھ ساتھ باسط کی حمایت بھی حاصل کر لی تھی جب راشدہ نے صاف الفاظ میں انکار کر دیا تو مونا سلگ اُٹھی۔

"جانے بھی دو مونا! ہمارے پاس خدا کا دیا سب کچھ ہے امی ٹھیک ہی تو کہتی ہیں کہ زوہا ابھی کم عمر ہے پھر ایک دوہاجو کے ساتھ......"

باسط آخر بھائی تھا اسے بھی اپنی نازک سی کومل سی بہن پینتالیس سالہ زاہد جس کا منہ ہر وقت پان سے بھرا رہتا اور کثرت سگریٹ نوشی سے ہونٹ سیاہ پڑ چکے تھے، اس نے منع کر دیا

تو مونا ہتھے سے اکھڑ گئی اس نے باسط کی شرٹ جو وہ استری کرنے جا رہی تھی اُٹھا کر دور پھینکی۔ کیونکہ وہ اس شادی کے آئینے میں اپنی عیاشی دیکھ رہی تھی۔

"دوہاجو ہے بڑی عمر کا ہے زوہا حسین ہے کم عمر ہے...... اسے اور بھی رشتے مل جائیں گے، دیکھ لوں گی میں بھی جب آپ لوگ زوہا کو کسی شہزادے کے ساتھ بیاہیں گے...... ہونہہ۔ اتنا بہترین رشتہ ہاتھ سے گنوا رہے ہیں ارے ان کو رشتوں کی کمی ہے...... وہ تو میں نے ہی سوچا کہ اتنی دولت جائیداد ہے تو اپنی لڑکی راج کرے...... مگر جی یہاں تو وہ ہی صدیوں پرانا رواج ہے کہ بہو کتنی اچھی اور خیر خواہ کیوں نہ ہو، اسے نہ عزت دینی ہے نہ بات ماننی ہے!!"

"اچھا، چلو چھوڑو اس بات کا پیچھا اگر امی جان اور زوہا نہیں مانتی تو چھوڑ دو۔" باسط بھی تنگ آ گیا تھا اس چڑ چڑ سے نہ مونا پیچھا چھوڑ رہی تھی اور نہ ہی امی مان کر دے رہی تھیں۔

"ہاں! چھوڑ دوں گی میں تو پیچھا چھوڑ ہی دوں گی، مگر پچھتائیں گے آپ لوگ اتنا بہترین رشتہ گنوا کر۔"

وہ تو بولتی رہی، باسط تیار ہو کر باہر نکلا آفس جانے کے لیے تو راشدہ دروازے کے قریب ہی کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

"باسط بیٹا! تم مونا کو سمجھاؤ، زاہد کی وجہ سے اک قیامت برپا کیے رکھتی ہے گھر میں، ہر وقت بولتی رہتی ہے مجھے اور زوہا کو کوسنے دیتی رہتی ہے، یہ میرے اور تمہارے ہوتے ہوئے کون ہوتی ہے زوہا کی زندگی کا فیصلہ کرنے والی؟" ماں کی بات پر باسط سلگ ہی تو اُٹھا ماں بہن کتنی ہی سچی کیوں نہ ہوں مردوں کو بیویاں ہی درست اور سچی لگتی ہیں تب ہی تو باسط نے فائل غصے سے گاڑی میں اچھالی، گاڑی بھی زاہد نے اسے استعمال کے لیے دے رکھی تھی، لاکھوں کی بہترین گاڑی جس میں بیٹھ کر مونا ہواؤں میں اُڑنے لگتی تھی تب تک ہی ان کے پاس تھی جب تک زوہا کا کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا اس لیے تو مونا سر توڑ کوشش کر رہی تھی کہ ماں بیٹی مان جائیں اور باسط بھی چاہتا تو یہ ہی تھا مگر جب امی نہیں مانتیں تو وہ چڑ کر اس معاملے کو ختم کرنا چاہتا۔

"پلیز...... پلیز امی جان ختم کر دیجیے اس قصے کو...... نہیں کرتی مونا کچھ بھی، آپ نے

اسے حق ہی کہاں دیا ہے کچھ کرنے کا، وہ کوئی زوہا کی دشمن ہے کہ آپ نے اس قدر ہنگامہ کر رکھا ہے......'' بیوی کی حمایت میں بڑے بڑے فرمانبردار بیٹے آپے سے باہر ہو کر ماں کی گستاخی کر جایا کرتے ہیں تو باسط تو پھر اچھا خاصا زن مرید قسم کا شوہر تھا ماں کا رتبہ بھلائے وہ اونچی آواز میں بولا تو راشدہ نے اپنے دکھتے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ ایک تو بیوی کی ناجائز حمایت کا صدمہ دوسرا اپنے ہی بیٹے کا یوں چلانا وہ ڈھے سی گئیں۔

''ہنگامہ...... ہنگامہ میں نے کھڑا کر رکھا ہے بیٹا یا تمہاری بیوی......''

''بیوی! بیوی...... گولی مار دیجئے بیوی کو، آپ تو امی جان! وہ بے چاری جتنا اس گھر کے لیے پریشان رہتی ہے آپ اتنا ہی اس کے خلاف ہیں...... اطمینان رکھئے آپ کی بیٹی محفوظ ہے نہ میں اور نہ وہ اس کے لیے کچھ نہیں سوچیں گے......''

وہ بیوی کے مورچے میں کھڑا بیوہ بے بس ماں پر گولے پھینکتا رہا اور وہ فرش پر بیٹھتی چلیں گئیں، زوہا جو یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی ماں پر نظر پڑتے ہی بھاگی۔

''امی...... امی جان کیا ہوا ہے......'' ماں بیٹے کی گفتگو سے بے خبر زوہا پریشان ہو گئی اس کی جان ماں میں اٹکی رہتی تھی وہ ان کو ساتھ لگا کر کمرے تک لے آئی تو ان کے خاموش آنسو بڑی آہستگی سے اس کے سفید آنچل میں جذب ہوتے رہے۔

''امی! کچھ تو بتائیں کیا ہوا ہے......؟'' زوہا کو گھبراہٹ ہونے لگی۔

''کک...... کچھ نہیں میری گڑیا تم جاؤ تیار ہو جاؤ، آج تمہارا ٹیسٹ ہے میں ٹھیک ہوں......''

انہوں نے درد دباتے ہوئے نارمل ہونے کی ناکام سی کوشش کی۔

''ہوتا رہے ٹیسٹ! میں تو آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی...... میری تو زندگی آپ ہیں امی......''

ان کی حالت دیکھ کر زوہا رونے لگی تو اس کی خاطر انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔

''میری جان...... میں ٹھیک ہوں بس میری میڈیسن دے دو اور جاؤ......''

''نہیں امی، آپ کی حالت ٹھیک نہیں لگتی۔''

''کہہ دیا ناں زوہا میری بیٹی تم جاؤ یونیورسٹی، میں ٹھیک ہوں......''

راشدہ بمشکل خود پر ضبط کیئے ہوئے تھی حالانکہ ابھی تو دل چاہ رہا تھا اتنی فرمانبردار بیٹی کو سینے سے لگا کر بیٹے کی گستاخی کا سارا دکھ دھو ڈالیں مگر وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھیں اسے خوب اچھی طرح مطمئن کر کے انہوں نے یونیورسٹی بھیج دیا، یونیورسٹی میں بھی اب ماہم کے بدلے ہوئے رویے کی وجہ سے زوہا کا دل نہیں لگتا تھا ماہم تو عامر کو پا کر ساری دنیا بھول گئی تھی۔''

''میں تمہیں اتنا کمزور نہیں سمجھتی تھی ماہم......!!''

وہ صبح اکیلی گھوم رہی تھی اور ماہم جہاں اسے دیکھ لیتی غائب ہو جاتی ماہم کو یہ خوف ہوتا تھا کہ وہ اسے سمجھانا شروع کر دے گی اور کسی قسم کا لیکچر نصیحت وہ سننا نہیں چاہتی تھی۔

''بس ہو جاؤ شروع! اسی وجہ سے میں نے تم سے بات چیت کم کر دی ہے زوہا، تم کیوں مجھ سے جیلس ہو رہی ہو؟ ارے دوستیں تو دوستوں کی خوشیوں کامیابیوں پر خوش ہوا کرتی ہیں اور تم۔''

ماہم نے سلگ کر کہا تو زوہا نے دکھ کا گہرا سانس لے کر دائیں بائیں لوگوں کو دیکھا پھر اسے دیکھنے لگی ان دونوں کی دوستی کوئی نئی تو نہیں تھی اسکول کے وقت سے دوست تھیں دونوں دو جسم یک جان تھیں ان کی دوستی اٹوٹ سمجھی جاتی تھی دونوں کے دکھ سکھ ایک تھے مگر پھر آہستہ آہستہ ماہم کھلنا شروع ہوئی تو زوہا کو اندازہ ہوا کہ ماہم بنیادی طور پر حریص اور اونچے اونچے خواب دیکھنے والی لڑکی ہے...... وہ اپنے ماحول سے اپنی کلاس سے اپنے آپ سے بغاوت کر جانے والی لڑکی ہے...... زوہا جانتی تھی فہد اسے کتنا چاہتا ہے مرتا ہے اس پر اور ماہم اسے چاہنے کے باوجود ہمیشہ اس کی حوصلہ شکنی کرتی رہی اور جتاتی رہی کہ وہ اسے نہیں چاہتی اور اسی بات پر زوہا جب اس سے لڑتی تو وہ کھٹ سے کہتی تم اس کا اتنا فیور کرتی ہو تم کر لو ناں اس سے شادی...... تب وہ حسرت سے کہتی، ہائے کاش وہ مجھے اتنا چاہتا تو ساری عمر اس کے قدموں میں گزار دیتی...... کتنی ڈھیروں باتیں ہوا کرتی تھیں دونوں کے بیچ مگر زوہا یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اپنے خوابوں میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے کسی بھی حد سے گزر سکتی ہے اور وہ ایسا کر گزری تھی فہد کو تو اس نے رُلا دیا تھا اس نے ماریہ جیسی اچھی مخلص لڑکی سے اس کا پیار عامر چھین لیا تھا اسی لیے دونوں میں اب دوریاں بڑھ گئی تھیں۔

"ماہم! تم میری دوست ہو مجھے تم سے کچھ لینا دینا نہیں، لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ تم ایسے راستے پر جا رہی ہو جس کے اختتام پر کوئی منزل نہیں، اور بے منزل زندگی گزارنے والے لوگ کہیں کے نہیں رہتے۔ اور یوں بھی تم نے ماریہ کے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے...... یہ بات انتہائی......"

"شٹ اَپ! زوہا...... تمہیں کوئی حق نہیں مجھ سے ایسی باتیں کرنے کا، کبھی تم فہد کی وکیل بن کر آ جاتی ہو اور اب ماریہ کی۔ اور دعویٰ کرتی ہو مجھ سے...... میں جانتی ہوں عامر درست کہتا ہے جو قریبی دوست ہوتے ہیں ناں وہی زیادہ دوست کی خوشیوں سے جلتے ہیں......" ماہم سر سے پیر تک گمراہی کی دلدل میں دھنس چکی تھی، اس نے عامر کی وجہ سے آج زوہا کا دل بھی توڑ دیا اور سامنے سے آتی عامر کی گاڑی کی چمک اپنی آنکھوں اور چہرے پر لیے اس کی طرف بڑھ گئی۔

"خدا! تمہاری نگہبانی کرے، ماہم تم بہت غلط راستے پر جا رہی ہو......"

ماہم بڑی جرأت اور دلیری سے اب تو عامر کی گاڑی میں بیٹھ کر چلی جایا کرتی تھی زوہا اسے دیکھتی دوستی کا حق ادا کرتی لائبریری میں آ گئی تو ماریہ کو کتاب پر جھکے ہوئے پایا، زوہا دکھی ہو گئی اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو ماریہ نے چونک کر زوہا کو دیکھا وہ چونکہ ماہم کی دوست تھی اسی لیے ماریہ کے اس کے بارے میں خیالات اچھے نہیں تھے اس کے اندر کا دکھ اس کے غصے میں ڈھل کر آنکھوں میں آ گیا، تو وہ اُٹھ کر جانے لگی زوہا سب سمجھ چکی تھی اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ! انسان ہمیشہ اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے اور تم جس کی دوست ہو وہ تو انسانیت کے نام پر ہی دھبہ ہے۔"

ماریہ کے لہجے میں زہر گھل گیا اسے ماہم سے شدید نفرت تھی جس نے انتہائی مکاری سے عامر کو اس سے چھین لیا تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ماریہ! انسان اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے مگر کبھی کبھی ایسے دوست ہماری بدنصیبی بھی تو بن جاتے ہیں، لیکن عقل شعور اور سمجھ تو ہر ایک کے پاس اپنی اپنی ہوتی ہے۔ درست غلط کی پہچان کا شعور بھی ہر ایک کے پاس اپنا اپنا ہی ہوتا ہے اور میں ماہم

کی دوستی کا اعتراف کرتے ہوئے بھی یہ بات مانتی ہوں کہ وہ جو کچھ کر رہی ہے غلط کر رہی ہے، تمہارے ساتھ بھی اور خود اپنے ساتھ بھی، سب سے بڑھ کر اس نے فہد کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ وہ اس کے لیے کتنا دیوانہ تھا اللہ کے بعد میں جانتی ہوں، مگر ماہم کا تو دماغ ہی خراب ہو چکا ہے...... وہ انتہائی غلط راستے پر جا رہی ہے اور ہماری کم نصیبی یہ ہے کہ وہ سمجھ بھی نہیں پائی، اپنی خودغرضی میں اپنے مخلص دوست بھی اسے اپنے دشمن لگ رہے ہیں، بس اللہ تعالیٰ ہی اسے کسی تباہی سے بچا سکتا ہے۔"

اور پھر ماریہ کو زوہا کے روپ میں مخلص دوست مل گئی تو اس نے اپنا دل کھول کے زوہا کے سامنے رکھ دیا...... وہ شرمندہ ہونے لگی کہ ماہم کی وجہ سے ماریہ اتنی دکھی ہو گئی تھی......

تب زوہا نے بھی اپنے حالات کی کتاب کھول کر ماریہ کے سامنے رکھ دی، جو حالات گھر میں چل رہے تھے یہ وہ باتیں تھیں جو وہ ماہم سے کر کے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی اور یہ جان کر زوہا کو خوشی ہوئی کہ ماریہ ماہم سے اچھی دوست اور مشیر ثابت ہوئی تھی۔

"یہ تو بہت ہی غلط بات ہے زوہا...... تمہاری بھابی کیوں تم سے انتقام لے رہی ہیں اگر وہ آدمی پہلے بھی دو بیویوں کو طلاق دے چکا ہے یا وہ اس سے خلع لے چکی ہیں تو اس کی ہسٹری تو معلوم ہونی چاہیے ناں...... یوں بھی میری نانی جان کہا کرتی تھیں کہ ایسے آدمی سے شادی کر لو جس کی بیوی مر چکی ہو مگر ایسے آدمی سے شادی نہ کرو جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہو...... ایک بار طلاق دینے یا لینے سے مرد اور عورت دونوں کی جھجک ختم ہو جاتی ہے اور وہ کسی کے ساتھ خوش رہ نہیں سکتے نہ رکھ سکتے ہیں...... تمہاری امی نے بالکل درست کیا ہے انکار کر کے۔"

"کہہ تو تم بھی ٹھیک رہی ہو ماریہ...... مگر بھابی سخت خفا ہیں انھوں نے بھائی کو بھی اپنے فلسفے کے جال میں پھنسا لیا ہے امی سے بھی لڑتے ہیں اور آج بھی امی سے لڑ کر گئے ہیں امی نے مجھے بتایا تو نہیں مگر میں جانتی ہوں، وہ اسی وجہ سے بیمار سی لگ رہی تھیں۔"

زوہا امی کی شکل یاد کر کے افسردہ ہو گئی۔

"عجیب ہیں بھئی تمہارے بھائی، ماشاء اللہ سے تم خوبصورت ہو پڑھی لکھی ہو تمہیں ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ مل سکتا ہے آنٹی سے کہو ڈٹی رہیں ہتھیار ڈالنے کی ضرورت

نہیں!!"

دونوں بہت دیر تک باتیں کرتی رہیں زوہا کو بہت تسلی ہوئی تھی اس سے بات کر کے ورنہ ماہم کے رویے نے تو اسے توڑ ہی ڈالا تھا۔

"ویسے مائنڈ نہ کرو تو ایک بات میں بھی کہوں ماریہ!" چلتے چلتے زوہا نے رک کر کہا۔

"ہاں کہو ناں! مائنڈ کرنے والی ہو گی تو بتا دوں گی نہیں تو...... اینی وے کہو۔"

"تم...... ماریہ تم بہت اچھی سچی اور مخلص لڑکی ہو میں نے تمہاری آنکھوں میں، لہجے میں انداز میں خلوص ہی پایا ہے، جبکہ عامر تو اول درجے کا چیٹر لگتا ہے اتنی اچھی پرسنلٹی ہونے کے باوجود شکل پر عجیب سی مکاری ہے، مائنڈ نہ کرنا، ہاں میں جانتی ہوں عورت جس سے پیار کرتی ہے اسے محبوب کی خامیاں بھی خوبیاں لگتی ہیں۔"

زوہا نے اور بھی عامر کے خلاف باتیں کیں دل و دماغ اس کی باتوں پر ہاں کی مہر تو لگاتے رہے مگر زبان خاموش رہی۔

"سوری! مجھے نہیں کہنا چاہیے تھا ناں۔"

"اِٹس او کے......" نرم سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اتر آئی جب اس نے زوہا کا ہاتھ پکڑا...... دونوں مسکرا کر الگ ہو گئیں۔

☆=====☆=====☆

مونا اپنے کمرے میں لیٹی تھی کہ باہر صحن میں سیٹیوں کی آواز گونجی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی، کھڑکی کے پردے کھسکا کر دیکھا تو خدشہ درست تھا یہ زاہد ہی تھا جو کسی ہوئی ٹی شرٹ اور پھنسی ہوئی بدرنگ سی جینز چڑھائے حسبِ معمول گالوں میں پان دبائے ہونٹوں میں سگریٹ سلگائے دونوں ہاتھوں میں موٹی موٹی سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں اور پتھروں والی انگوٹھیاں پہنے شوخ سی سیٹی بجاتا دائیں بائیں زوہا کو تلاش کرتا صحن عبور کر کے برآمدے میں پہنچ چکا [illegible] قبل کہ وہ اس کے بیڈروم میں آتا وہ تیزی سے باہر نکلی۔

"یہ زاہد اپنا لوفرانہ اسٹائل نہیں بدلے گا کتنی بار منع کیا ہے ایسے حلیے میں مت آیا کرو مگر مجال ہے بات مان جائے۔

وہ الجھتی ہوئی باہر نکلی دائیں بائیں دیکھا راشدہ بیگم اپنے کمرے میں تھیں اور زوہا بھی

یونیورسٹی سے نہیں آئی تھی۔

"اوئے...... ہوئے کیا قیامتیں ڈھا رہی ہے ہماری کزن قسم سے، یہ باسط ہی تمہیں لے اڑا ورنہ آج یہ بچے میرے اور تمہارے ہوتے۔"

زاہد نے گندی نظروں سے مونا کو دیکھا جس کی گود میں اس کا دو سالہ بیٹا تھا ماضی میں زاہد مونا کا بھی عاشق رہ چکا تھا چونکہ اس دور میں وہ معمولی سا آدمی تھا پان کی دکان کرتا تھا اس لیے مونا نے اسے قابلِ اعتماد ہی نہیں جانا تھا اور باسط سے شادی کر لی تھی مگر زاہد اس غصے کو بھولا نہیں تھا ہر ملاقات پر پرانی باتیں ضرور دہراتا تو وہ چڑ جاتی۔

"بکواس بند کرو زاہد! میں یہاں تمہاری جگہ بنانے کے چکروں میں ہوں اور تم مجھے بھی نکلوانے والی حرکتیں اور باتیں کرتے ہو......!!"

"تو نکل آؤ ناں جانِ من...... لے لو طلاق اس چغد سے، میں اب بھی تمہیں قبول کرنے کو تیار ہوں چار بچوں کے بعد بھی نوخیز کلی ہو...... سچ!!"

جاہل ان پڑھ انگوٹھا چھاپ زاہد نے بے باکی سے اس کی لٹ چھونے کی کوشش کی تو مونا غصے سے پیچھے ہٹ گئی۔

"اپنی اوقات مت بھولو زاہد...... میں ایک اچھے انسان کی بیوی ہوں باعزت گھرانے کی بہو...... اپنی کلاس اور خاندان کو بہت پیچھے چھوڑ آئی ہوں اور تم بھی اگر اس گھر میں جگہ بنانا چاہتے ہو تو اپنی حرکتیں بدلو اور یہ حلیہ لونڈو، کھونڈو والا انداز بدلو، ساس اور نند کو تو میں زیر کر لیتی مگر باسط کو کیسے سمجھاؤں گی...... تمیز کے حلیے میں آ کر تمیز سے بات کیا کرو اور رہی بات میری...... تو مجھے اب بھول جاؤ میں باسط کی بیوی اور اس کے بچوں کی ماں ہوں سمجھے...... پرانا تعلق وغیرہ سب بھول جاؤ اور یہ بھی بھول جاؤ کہ کبھی میرے اور تمہارے درمیان کچھ تھا سب بھول جاؤ...... ورنہ بہت گڑبڑ ہو جائے گی اور وہ نہیں ہو سکے گا جو تم اور میں چاہتے ہیں...... بڑھیا بہت تیز اور پڑھی لکھی ہے میرا دماغ بھی پڑھ لیتی ہے اس لیے سب کچھ بہت احتیاط سے کرنا ہوگا......" مونا اسے برآمدے میں رکھی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود اپنا دوپٹہ پھیلانے لگی کیونکہ اس سے قبل راشدہ اسے ٹوک چکی تھیں کہ عورت کی زینت صرف اس کے شوہر کے لیے ہے کسی اور مرد کے لیے نہیں۔

"یہ تم مجھ سے اتنا چھپ کیوں رہی ہو، ارے میں وہی ہوں جو تیرے عشق میں غش کھایا کرتا تھا۔ چھوٹا سا دکان دار تمہاری توجہ کے قابل کہاں تھا، ہائے کیا دن تھے وہ بھی......"

بے باک نظریں مونا پر جماتے ہوئے زاہد نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو مونا نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"بکواس مت کرو، وہ میرا تمہارا ماضی تھا بھول جاؤ۔"

"ہائے کیسے بھول جاؤں ظالم کہیں کی تیرے وہ ناز و انداز وہ سنگھار کیسے بھول جاؤں کہ تمہاری خاطر میں نے اپنے ہی مالک کی دکان پر یہ بڑا سا ڈاکہ ڈالا اور آج وہ قبر میں اور میں موج میں...... آج مارکیٹ میں زاہد سے بڑا بزنس مین نہیں...... پر یہ سب تمہاری خاطر کیا ستم گر اور تم......؟"

زاہد کی بے باک نظریں مونا کے چہرے کے نقوش پر اٹک رہی تھیں اور وہ گھبرا کر دائیں بائیں دیکھ رہی تھی اور اندر کہیں اس بات کا ملال سر ابھار رہا تھا کہ کاش وہ اس دل کے چکر میں آکر باسط سے شادی نہ کرتی بلکہ زاہد کا انتظار کر لیتی مگر اس وقت تو وہ تھا بھی انتہائی معمولی دکاندار...... دکاندار بھی کیا کسی کی دکان پر بیٹھا کرتا تھا یوں تو ہیرا پھیری اس کا معمول تھا مگر مونا کو پانے کے لیے اس نے بہت بڑا ڈاکہ ڈالا اپنے ہی مالک کی دکان پر اور پھر خود سے ملک سے فرار ہو گیا اور باہر سے خوب کما کر لایا اور شہر میں کپڑے کی سب سے بڑی مارکیٹ کا مالک بن کر باعزت شہری بن بیٹھا اور اس چکر میں آکر لوگ اسے لڑکی دے دیا کرتے مگر یہ اوباش غلط حرکتوں سے باز نہ آتا اور لڑکی خود ہی خوف زدہ ہو کر خلع لے لیتی، ہر چند کہ اس نے یہ سب مونا کی محبت میں کیا تھا مگر ڈاکے کے بعد وہ ملک سے چلا گیا۔ کافی عرصہ لاپتہ رہا تو مونا باسط کی محبت کی اسیر ہو کر اس کی زندگی میں آ گئی۔ زاہد واپس آیا تو مونا تین بچوں کی ماں بن چکی تھی وہ خوب رویا دھویا پھر مونا ہی اس کے لیے لڑکی پسند کرتی اور زاہد اسے انعام و اکرام سے نوازتا رہتا یوں تین لڑکیوں کی زندگی برباد کر کے اب اس کی نظر زوہا پر ٹھہری تھی...... اور زوہا تھی بہت اچھی اور خوبصورت! اس کے عوض تو زاہد پوری مارکیٹ مونا کے نام کر دیتا کیونکہ اس شادی سے ایک تو حسین بیوی مل جاتی دوسرا مونا سے سدا کا تعلق بن جاتا...... اور باسط تو بقول زاہد کے اللہ میاں کی گائے ہے جدھر ہانکو، ہک جائے۔

جہاں کھڑا کر دو کھڑا ہو جائے، اس قسم کی گھٹیا سوچ اور اطوار والا زاہد مونا نے زوہا کے لیے پسند کیا تھا تو راشدہ نے تڑپنا تو تھا ہی۔

"اچھا سنو! اب تو سلیقے سے بیٹھ جاؤ اور بڑی بی کے سامنے انسان بن کر رہنا اور بازاری زبان سے پرہیز کرنا میری پوری کوشش ہے کہ تم اس گھر کے داماد بن جاؤ۔" مونا کسی ماہر ہدایت کار کی طرح اسے ہدایات دے رہی تھی۔

"ہاں! مجھے معلوم ہے تم بہت کوشش کر رہی ہو آخر ہیرے کا سیٹ بھی تو تم نے ہی لینا ہے لالچی کہیں کی رعب ڈالتی ہو...... لیکن یاد رکھو شادی کے بعد ہماری بیگم کی مرضی ہو گی دے یا نہ دے۔"

وہ بہت بے باک اور گھٹیا نظروں سے مونا کو دیکھ رہا تھا مونا نے اس کی اس بات پر گھور کر اسے دیکھا، بولی کچھ نہیں اور ساس کے کمرے کی طرف بڑھی پھر پلٹی اور تنبیہی انداز میں بولی۔

"جس لڑکی کے لیے تم یہاں آتے ہو ناں وہ لڑکی ہیروں کی محتاج نہیں بلکہ خود ہیرا ہے...... تم تو اس کے لائق ہی نہیں ہو، یہ میں ہوں جو رشتے داری نبھا رہی ہوں تم سے ورنہ......!!"

وہ دھیمی مگر بہت غصیلی آواز میں کہہ رہی تھی۔

"اچھا بابا ناراض تو نہ ہو...... اُدھر زوہا میری اِدھر ہیرے کا سیٹ تمہارا، بس خوش!" وہ اس پر جھکنے ہی والا تھا کہ وہ "ہونہہ" کہہ کر اندر کی طرف مڑ گئی پھر چھوٹا سا کوریڈور عبور کر کے راشدہ کے کمرے میں آئی وہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھی ہی تھی کہ مونا آ گئی۔ انھوں نے ایک خاموش نظر اس پر ڈالی اور پھر تسبیح نکال کر پڑھنے لگیں۔ مونا کی ہمت نہیں ہو رہی تھی بتائے کہ زاہد آیا ہے، وہ کوئی بہت فرمانبردار بہو نہیں تھی کہ ان سے خوف زدہ ہوتی، تاہم زوہا کے معاملے میں ذرا ادب کر کے ہی بات کرتی، صبح سے باسط کی حرکت ابھی تک ماں کے دل میں کرب بن کر اتری ہوئی تھی اور اس بات سے مونا بے خبر تھی۔

"وہ امی...... وہ زاہد بھائی آئے ہیں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا تو انھوں نے ناپسندیدہ نظروں سے چونک کر اسے دیکھا۔

"تو خاطر مدارات کرو جا کر، یہاں کیا کرنے آئی ہو؟" راشدہ کے خشک لہجے نے اسے بتا دیا کہ وہ زاہد سے قطعی ملنا نہیں چاہتیں، مونا منہ بنا کر رہ گئی کہ بڑی بی اس کی دال گلنے نہیں دے گی، تاہم حصولِ مقصد تک تو اسے بھیگی بلی بننا ہی تھا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی امی جان کہ میرے رشتے دار آئیں اور آپ ان سے بات کرنا گوارہ نہ کریں آخر زاہد بھائی نے کسی کا بگاڑا کیا ہے، رہی بات رشتے کی تو زبردستی تھوڑا ہی ہے قسمت کے کھیل ہیں...... لڑکی کی قسمت خدا جانے کہاں لکھی ہو کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟ فی الحال تو وہ ہمارے مہمان ہیں کہہ رہے تھے کہ امی جان کی قدم بوسی کو جی چاہا تو چلا آیا اور آپ ملنے سے منکر ہیں، اب کیا کہوں گی ان سے، مجھے اپنے سسرال کی عزت بھی تو رکھنی ہے۔"

مونا انتہائی مکاری سے اپنا اُلو سیدھا کر رہی تھی اس نے بھی سوچ لیا تھا کہ لڑائی جھگڑے سے بات نہیں بنے گی اس لیے دونوں ماں بیٹی کو زہر دو مگر شوگر کوٹڈ کر کے۔

ہونہہ...... بڑی عزت ہے تمہاری نظر میں سسرال والوں کی، راشدہ دکھ سے سوچ کر رہ گئی۔

"ارے امی! آپ ابھی تک بیٹھی ہیں، وہاں وہ...... چلئے میں ان کو یہاں لے آتی ہوں آخر اتنے خلوص سے ملنے آئے ہیں وہ۔" مونا نے کہا اور جانے کے لیے پلٹی مگر اسی تیزی سے راشدہ نے پاؤں بیڈ سے نیچے کئے اور سلیپر ڈال کر کھڑی ہو گئیں۔

"اس کی ضرورت نہیں، چلتی ہوں۔"

اور پھر راشدہ تسبیح سنبھالے باہر آ گئیں ان کو دیکھتے ہی زاہد احتراماً کھڑا ہو گیا۔ سر راشدہ کے سامنے کر دیا۔

"آداب بجالاتا ہوں امی جان!" مرتا کرتا کیا نہ کرتا اس کے حلیے کو دیکھ کر ہی راشدہ کو متلی ہونے لگتی تھی اگر زوہا کے حوالے سے نہ بھی دیکھتیں تب بھی ان کو اس قسم کے میلے حلیے بالکل پسند نہیں تھے، اب چونکہ وہ ان کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا اس لیے انھوں نے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ "جیتے رہو، بیٹھو، کیسے ہو...... کاروبار کیسا چل رہا ہے؟"

ٹوٹے لہجے میں رسمی سوال ایسے ہی ہو سکتے تھے، زاہد نے ایک نظر مونا کو دیکھا جو ساس

کی وجہ سے دوپٹہ سر پر جمائے کھڑی تھی یوں جیسے بہت فرمانبردار ہو۔

"اللہ کا کرم اور آپ کی دعائیں ہیں امی جان کہ پوری مارکیٹ میں زاہد کی ٹکر کا کوئی کاروباری نہیں۔"

وہ چھچھورپن سے اپنے بزنس کی بڑکیں مارنے لگا۔ وہ اپنے طور پر راشدہ کو متاثر کرنے کی کوشش میں تھا یہ نہیں جانتا تھا کہ ان کو یہ سب باتیں کتنی ناگوار گزر رہی ہیں۔

زوہا آنے والی ہے اور وہ خبیث سامنے بیٹھا ہے۔ راشدہ سوچ کر پریشان ہو گئیں وہ نہیں چاہتی تھیں کہ زاہد کی میلی نظر ان کی معصوم بیٹی پر پڑے، انھوں نے پلٹ کر مونا کو دیکھا۔

"مونا بیٹی! زاہد میاں کے لیے کچھ بناؤ اور یہ اسد کہاں ہے ذرا میڈیکل اسٹور تک بھیجوں، دوا ختم ہو گئی ہے، وہ منگوالوں۔"

"ارے امی جان! اسد تو بچہ ہے کب جائے اور آئے کھیل کود میں لگ جائے گا میں، میں ہوں ناں...... میں خود جا کر لے کر آتا ہوں حکم فرمایئے کون سی دوا لانی ہے؟"

زاہد چونک کر کھڑا ہو گیا تو راشدہ نے ایک ناگوار سی نظر اس پر ڈال کر گہرا سانس لیا۔

"بڑی مہربانی بیٹا...... بیٹھ جاؤ اسد چھوٹا ضرور ہے مگر بہت سمجھ دار ہے میری دوا کے معاملے میں کوتاہی نہیں کرتا، تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں اپنے کمرے میں ہوگا، مونا بیٹی بھائی کے لیے کھانا لگاؤ کھانے کا وقت ہے۔"

راشدہ بہانہ بنا کر اُٹھ کر کمرے میں آ گئیں زاہد اور مونا ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

"اسد بیٹا!" راشدہ اپنے پوتے اسد کے پاس گئیں تو وہ ویڈیو گیم جو زاہد نے ہی خرید کر دیا تھا سے کھیل رہا تھا۔ زاہد نے اسی طرح گھر بھر کی مجبوریاں کمزوریاں خرید کر سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔

"جی دادی......!" اس نے ایک نظر دادی پر ڈالی اور اپنے کام میں مصروف رہا، راشدہ بھی ڈر گئیں مبادا جائے نہ جائے وہ چپ رہیں تو اسد نے پھر ان کو دیکھا۔ "کہیں ناں دادو، کیا بات ہے......؟"

"وہ بیٹا میری بات دھیان سے سننا اور اپنی مما کو نہ بتانا...... نہیں بتاؤ گے ناں چاند!"

خوف زدہ دادو نے تصدیق چاہی تو بارہ سالہ اسد اپنا کام چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''دادو جی میں نے پہلے کبھی آپ کی بات بتائی ہے مما کو جواب بتاؤں گا۔''

''ہاں میرے بیٹے نے کبھی ایسی حرکت نہیں کی، دیکھو بیٹا بات یہ ہے کہ باہر وہ تمہارے زاہد ماموں بیٹھے ہیں۔''

''اوہو! تو وہ لیچڑ پھر آ گئے، دادو مجھے وہ بالکل بھی اچھے نہیں لگتے مگر مما کو تو بہت اچھے لگتے ہیں میں نہیں جاؤں گا ان سے ہاتھ ملانے کے لیے، مما آ جاتی ہیں کہ جاؤ ماموں کو سلام کرواتنے تو میلے ہیں پان کھاتے ہیں، سگریٹ پیتے ہیں، مجھے نہیں اچھے لگتے۔''

اسد تو شروع ہوگیا اسے زاہد سے بہت چڑ تھی اور مونا بھی لالچ میں بچوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر آگے کرتی کہ جاؤ ماموں کو سلام کرو...... اسد کی بات سے راشدہ سو فیصد متفق تھیں مگر ابھی اس کا ساتھ دے کر اس کی حوصلہ افزائی اس لیے نہیں کرنا چاہتی تھیں کہ اس طرح اس کے دل سے بڑوں کا احترام اُٹھ جاتا۔

''بہت بری بات ہے بیٹا! بڑوں کے لیے ایسے نہیں کہتے آپ ایسا کرو گیٹ سے باہر کھڑے ہو جاؤ تمہاری پھوپھو آنے والی ہیں یونیورسٹی سے، جیسے ہی آئیں اسے کہنا وہ گھر نہ آئے بلکہ پڑوسیوں کے گھر چلی جائے، ان کی والدہ کی طبیعت ٹھیک نہیں میں بھی کچھ دیر تک وہیں آ جاؤں گی۔'' راشدہ نہیں چاہتی تھیں کہ زوہا زاہد کے سامنے آئے اسی لیے انھوں نے احتیاطاً کہا تو اسد مزید کوئی سوال کیے بغیر اپنا کھیل چھوڑ کر کھڑا ہوگیا اس وقت راشدہ کو پوتے پر ٹوٹ کر پیار آ گیا۔

''آپ فکر نہ کریں دادو! زوہا پھوپھو کا زاہد ماموں کے سامنے آنا مجھے بھی اچھا نہیں لگتا اتنی بری طرح پھوپھو کو گھورتے ہیں کہ مجھے غصہ آنے لگتا ہے۔''

''میرا بیٹا...... میرا شہزادہ! جیتے رہو بیٹا اب میں زوہا کی طرف سے فکر مند نہیں ہوں میرے پروردگار نے اس کے محافظ پیدا کر دیئے ہیں، چلو جاؤ اب اور یہ پرچی پاس رکھنا، مما پوچھے تو دکھا دینا...... سمجھ گئے ناں چاند!''

''جی دادو میں سمجھ گیا آپ فکر نہ کریں۔'' اور پھر راشدہ نے اس کی پیشانی پر پیار کر کے باہر بھیج دیا اور خود آ کر زاہد کے ساتھ بیٹھ گئیں جس کے سامنے چائے کے لوازمات رکھ

دیئے گئے تھے۔

''آئیں ناں امی جان! ارے مونا امی جان کو چائے دو، امی جان آپ یہ سموسے لیجئے ناں اچھا یہ کباب لے لیجئے۔'' انتہائی چاپلوسی سے وہ راشدہ کو ڈش پیش کر رہا تھا اتنا ہی ان کو تاؤ آ رہا تھا۔ انھوں نے مونا کا خیال کر کے ایک سموسہ پلیٹ میں نکال لیا اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے توڑ کر منہ میں رکھنے لگیں ان کا سارا دھیان زوہا کی طرف تھا۔

''امی جان...... آج اتنی دیر ہوگئی زوہا آئی نہیں۔ اتنی دیر تو کبھی نہیں ہوئی۔''

مونا نے جس مقصد کے لیے زاہد کو بلایا تھا وہی پورا نہ ہوتا تو کیا فائدہ تھا وہ اتنا خرچہ کر رہا تھا اگر اس کی بات پوری نہ ہوئی تو یہ سارے عیش ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا اور یہ بات راشدہ بہت اچھی طرح سمجھ رہی تھیں۔

''ہاں! وہ آج دیر سے آئے گی بتا کر گئی ہے کہہ رہی تھی ماہم کے گھر جانا ہے۔''

راشدہ نے کن انکھیوں سے مونا اور زاہد کے چہروں پر اُترتی مایوسی کی شام کو دیکھا اور چائے نکالنے لگیں، مونا کا تو موڈ ہی آف ہوگیا ہے۔

''اچھا! کب تک آ جائے گی؟'' مونا کے سوال پر راشدہ نے عینک کی اوٹ سے ایک تیکھی سی نظر اس پر ڈالی۔

''معلوم نہیں۔ اب اتنے عرصے بعد وہاں گئی ہے تو کچھ دیر تو لگے گی ناں۔''

''ویسے امی جان! یوں یونیورسٹی سے کسی سہیلی کے گھر چلے جانا مجھے کچھ اچھا نہیں لگا یہ معاملہ، آئندہ احتیاط کرے۔''

مونا نے زاہد کو جھوٹا دلاسہ دیا تھا کہ راشدہ مان رہی ہیں اور اسی اعتماد کی سیڑھی پر چڑھ کر وہ بولا تو راشدہ نے تیز نظر پہلے مونا پر ڈالی پر زاہد پر اور کپ میز پر رکھ کر اسے گھورا۔

''دیکھو زاہد میاں! تم یہاں آتے ہو تو میں برداشت کر لیتی ہوں کہ چلو بہو کا رشتے دار ہے ورنہ میں اپنے گھر کے معاملے میں کسی غیر کی مداخلت برداشت نہیں کرتی اور وہ بھی اپنی بیٹی کے معاملے میں...... وہ میری بیٹی ہے جہاں جاتی ہے میری مرضی اور اجازت سے جاتی آتی ہے، اور کسی کو اس کے معاملے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہے نہ اجازت، آئندہ احتیاط کرنا۔'' راشدہ نے براہِ راست مونا کو گھورا اور زاہد کو تنبیہہ کرتی چلی گئیں۔ عصر کی اذان

ہونے لگی تھی تو وہ وضو کر کے کمرے میں چلی گئیں۔

''تم...... تم تو کہہ رہی تھیں کہ بڑھیا آدھے سے زیادہ مان گئی ہے۔ بڑھیا تو میرے سر کے بالوں کو آ رہی تھی کیا ڈرامہ ہے یہ؟ ہاں کیا ڈرامہ کر رہی ہو تم!''

راشدہ کے جاتے ہی زاہد نے مونا کی کلائی زور سے پکڑ کر دانت پیس کر پوچھا تو وہ خوف سے دائیں بائیں دیکھنے لگی۔

چھوڑو میرا ہاتھ...... جنگلی کہیں کے اپنا حلیہ دیکھا ہے تم نے؟ لوفر لگتے ہو پورے...... منہ میں پان سگریٹ اور لباس ایسا چھچھورا کہ اس حلیے میں تو کوئی اپنی جاہل نکمی لڑکی بھی نہ دے اور زوہا تو......'' مونا نے اپنی کلائی چھڑا کر سہلاتے ہوئے اسے موردِ الزام ٹھہرایا۔

''اچھا! یہ بات ہے ناں اب حلیہ بدل کر آؤں گا اور میری بات پلو سے باندھ لو اگر یہ لڑکی زوہا مجھے نہ ملی تو میں کیا کروں گا سوچ سکتی ہو تم!''

زاہد اپنے پان زدہ دانت پیس کر اس کے قریب ہوا تو وہ غصہ سے پیچھے ہٹ گئی۔

''ہاں کیا کر لو گے، وہ گاڑی اور کوٹھی نہیں دو گے ناں...... نہ دینا اب میں کوشش کر تو رہی ہوں نہ مانیں ماں بیٹی تو...... نہ دینا تم مجھے کچھ بھی اور جو دیا ہے وہ واپس لے لینا اور کیا کر سکتے ہو تم؟'' مونا نے بھی سوچ لیا تھا کہ اگر وہ دونوں قابو نہ آئیں تو زاہد کی دی ہوئی اور ملنے والی مراعات واپس کر دے گی اور اس گھٹیا شخص سے جان چھڑا لے گی مگر اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کیا سوچ کے بیٹھا ہوا ہے۔

''بس! ارے میری فاختہ بس...... اتنی دور تک جا سکتی ہے تمہاری سمجھ کی چڑیا؟''

زاہد بے باک قہقہہ لگا کر ہنسا اس کا قہقہہ سارے آنگن کی فضا کو آلودہ کرتا ہوا راشدہ کے کمرے تک بھی گیا، اس وقت وہ جائے نماز پر بیٹھی اس شیطان سے عافیت کی دعا مانگ رہی تھیں۔

''پروردگار! میری بچی کو اس شیطانی ٹولے کے شر سے محفوظ رکھنا، میں نے اسے تیری پناہ میں دیا، پروردگار بے شک تیری ذات سے بڑھ کر کوئی محفوظ پناہ گاہ نہیں۔'' دعا مانگ کر وہ پھر سجدے میں چلی گئیں، مونا زاہد کو گھور رہی تھی۔

''میری جان! تم سوچ بھی نہیں سکتی کہ زوہا کا رشتہ نہ ملنے کی صورت میں تمہارے

ساتھ ہوگا کیا؟'' زاہد بدتمیزی سے اس کے بال چھونے لگا تو وہ غصے سے پیچھے ہٹی۔

''کیا...... کیا کر لو گے تم؟'' اندر سے وہ بھی ڈول گئی تھی اس کی آنکھوں میں شیطان ناچ رہا تھا وہ گھٹیا شخص تھا اس سے کچھ بھی متوقع تھا۔

''کچھ نہیں! زوہا مجھے نہیں ملتی نہ سہی مگر تم...... تم تو مل ہی جاؤ گی ناں......'' زاہد کی بے باک گرفت مونا کی کلائی سرخ کر گئی۔

''کیا بکواس کر رہے ہو زاہد! میں چار بچوں کی ماں ہوں۔''

''تو کیا ہوا میری جان...... شادی تو تمہیں میرے ساتھ کرنا ہوگی باسط سے طلاق لے کر...... رہی بات بچوں کی تو میرے پاس پیسہ بہت ہے چاہو تو ساتھ لے آنا، پال لوں گا ان کو تمہارے صدقے۔''

زاہد انتہائی مکروہ شکل بنائے بولے جا رہا تھا اس کی آنکھوں کی غلاظت مونا پر پڑ رہی تھی وہ کھول گئی۔

یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟'' پہلے آواز اونچی ہوئی پھر دھیمی کر کے اس نے زاہد کو گھورا تو وہ ہنسنے لگا۔

''یہ بکواس نہیں میری جان! حقیقت ہے اپنے منہ کا نوالہ تو میں کسی اور کے منہ میں جانے نہیں دوں گا، بیوی تو اسی گھر سے لے کر جاؤں گا چاہے وہ اس گھر کی بیٹی ہو یا بہو...... ہوں کیا خیال ہے؟'' زاہد نے مونا کی ناک پکڑی تو وہ غصہ سے پیچھے ہٹی اور خوف زدہ نظریں اطراف میں دوڑائیں راشدہ اپنے کمرے میں ہی تھیں۔

''زاہد بکواس بند کرو اور اب جاؤ میں کرتی ہوں کچھ...... زوہا ہی سے تمہاری شادی کراؤں گی لیکن میرا نام دوبارہ اب زبان پر نہ لانا۔'' مونا نے دانت پیس کر کہا۔

''ہائے ظالم! ہر عمر میں اپنا لینے پر پابندی ہی لگائی خیر زوہا بھی تیری طرح ہی ہے، کھلتا پھول......'' وہ اور بھی بے باک ہونے جا رہا تھا کہ مونا نے اس کا بازو پکڑا اور دروازے کی طرف دھکیل دیا۔

''اب تم جاؤ، اور اس طرح منہ اٹھائے مت چلے آیا کرو جب تک میں نہ کہوں۔''

''بڑا اترا رہی ہو میں تمہارے حکم کا غلام نہیں ہوں کیا سمجھیں تمہارے پاس حساب

نہیں پر میں نے اپنی ڈائری میں سارا حساب لکھ رکھا ہے کہاں کتنا تم پر خرچ ہوا، اگر میرے ساتھ کوئی اُلٹی سیدھی بات یا بے ایمانی کی تو ساری دنیا کے سامنے وصول کروں گا...... تم سے تمہارے شوہر سے بھی، تم سمجھ رہی ہو ناں میں کیا کہہ رہا ہوں؟'' زاہد انتہائی کمینگی سے اپنی بات کا مطلب سمجھا رہا تھا، وہ بس ہاتھوں کو مسل کر رہ گئی۔

مونا کا لالچ اس کے لہجے میں نرمی بن کر اُتر آیا تو وہ بے باکی سے دیکھتا باہر نکل گیا۔

☆=====☆=====☆

''کم آن ماہم! اتنی دور ہو کر مت بیٹھا کرو۔''

''عامر پلیز! قربت کا کوئی نہ کوئی نام ہونا چاہیے بے نام تو سانس بھی بدنام ہو جاتا ہے۔'' ہوٹل میں صوفے پر بیٹھ کر عامر نے ہاتھ بڑھا کر اس کے قریب کرنا چاہا تو فطری حیا نے ماہم کو لپیٹ لیا اور وہ کسمسا کر پیچھے ہٹ گئی۔

''کیا...... کیا کہا تم نے...... کس قسم کا نام چاہتی ہو تم، ہاں...... ہاں...... سمجھا۔ یعنی شادی...... یار ماہم! تم مڈل کلاس لڑکیوں کا پرابلم ہی شادی ہوتی ہے، کوئی اور لڑکی ہوتی ناں میری طرح میری دوستی کو انجوائے کرتی ٹائم پاس کرتی اور مجھے خدا حافظ کہہ کر کہیں اور شادی کرتی اور سب بھول جاتی مگر تم...... تم تو!!''

عامر کے تمسخرانہ لب لہجے میں جو توہین تھی وہ ماہم محسوس تو کر رہی تھی مگر خوابوں کی اس سیڑھی پر چڑھ چکی تھی، اُترنا اس کے لیے بے حد دشوار تھا سب برداشت کرتی چلی گئی واپس اس ڈربے میں جانے کا خیال ہی جان لیوا ہوتا۔

''ہاں! میں...... میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں عامر جو صرف ٹائم پاس کرتی ہیں، I love you اور میں اب شادی کرنا چاہتی ہوں، کیونکہ مجھ جیسی مڈل کلاس لڑکیوں کے لیے شادی ہی سب سے بڑا مسئلہ ہوتی ہے اور...... اور اب گھر میں میری شادی زیرِ غور آ گئی ہے، اور میں......''

یہ نقلی آنسو تھے یا واقعی اتنی دور تک آ کر عامر سے الگ ہونے کا اندیشہ نمی بن کر اُتر آیا تھا جو اس کے چہرے کو اور حسن بخش گیا تو عامر اسے دیکھنے گیا۔'' ماہم! تم...... تم روتی ہوئی اتنی حسین لگ رہی ہو کہ...... کہ بس! ہر ملاقات میں تم مجھے اس طرح رو کر ضرور دکھایا کرو، واؤ

میری آنکھوں میں ذرا جھانک کر دیکھو تم کتنی حسین لگ رہی ہو روتی ہوئی۔''

عامر اتنی بے باکی اور خود غرضی سے کہہ رہا تھا کہ اک یاد چپکے سے کسک بن کر دل میں اُتری اور اس کی خود غرضی کے بادل کی اوٹ میں ہو گئی۔

''ماہم! خدا کے لیے کبھی میرے سامنے رونا مت، میرا دل رُکنے لگتا ہے میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر تمہاری بھیگی پلکیں نہیں۔''

فہد کی آواز کی گونج اس نے دل کے ایوانوں میں سنی ضرور مگر جھٹ سماعتوں کے دروازے بند کر کے عامر کو دیکھنے لگی۔ چہرے پر خفگی کی دھند اسے مزید حسین بنا گئی تو دل پھینک عامر نثار ہو گیا۔

''کم آن...... اب اس طرح موڈ آف مت کرو آؤ شاپنگ کرنے چلتے ہیں۔''

عامر ماہم کو بہت اچھے طریقے سے سمجھ گیا تھا کہ وہ کتنی حریص فطرت کی مالک ہے، کافی کا بل پے کر کے اس نے ماہم کا نرم ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔

''کیوں! کیوں تم شاپنگ کرنے نہیں جانا چاہتیں، اس سے پہلے بھی تو جا چکی ہو پھر آج کیا ہو گیا؟'' عامر نے ترچھی نظر سے ماہم کو دیکھا تو وہ نظریں چرا کر رہ گئی۔

''کم آن! بولو ناں ماہم! یہ جو تم بات ادھوری چھوڑ دیتی ہو ناں I don't like it ok!'' وہ باقاعدہ برہم ہونے لگا تو ماہم ڈر گئی۔

''نہیں ایسی بات نہیں عامر! وہ دراصل اس روز فہد نے دیکھ لیا تھا ناں تمہارے ساتھ تو گھر جا کر بتا دیا تھا اور مجھے امی سے خوب ڈانٹ پڑی تھی، فہد بہت چغل خور ہے کام کاج تو ہے نہیں دوستوں کے ساتھ آوارہ پھرتا ہے، اور ونڈو شاپنگ کرنا تو اس کا فیورٹ مشغلہ ہے، اگر آج بھی اس نے کہیں دیکھ لیا تو پھر ڈانٹ پڑے گی۔''

شاید جب انسان بے حسی کی قبر میں اُترنے لگتا ہے تو اس کے دل سے اللہ کا خوف دور ہو جاتا ہے اور کسی بھی عذاب کے خوف سے اس کی روح نہیں کانپتی اور بڑی ڈھٹائی سے کسی پر بھی تہمت لگانا اس کا مشغلہ خاص بن جاتا ہے۔ ماہم بھی فرشتہ صفت فہد کے بارے میں یہی سب کر رہی تھی، زبان غلط بات کرنے کی اتنی عادی ہو چکی تھی کہ بڑے سے بڑا جھوٹ بولنے میں بھی اسے مزہ آتا تھا۔ گناہ کی حس مر چکی تھی۔

”So what......تم میری خاطر امی کی ڈانٹ بھی نہیں کھا سکتیں؟“

عامر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا تو ماہم کو جھرجھری سی آ گئی، اس نے کسمسا کر اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کرا لیا، وہ اب اپنی جھوٹی بے بنیاد کہانی کو نیا موڑ دینے کے لیے سوچ رہی تھی کہ عامر نے اس کے لیے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول دیا۔

”تشریف رکھیے میڈم......!“ وہ سینے پر ہاتھ رکھے ذرا جھکا ہوا اسے کہہ رہا تھا، وہ پھر ہواؤں میں اُڑنے لگی آخر کچھ تو تھا ناں اس میں کہ عامر جیسا امیر کبیر آدمی ماریہ کو، اپنے جیسی حیثیت والی لڑکی کو چھوڑ کر اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ یہ ہی تو اس کا خواب تھا۔ عامر جیسا خوبرو ہینڈسم مالدار شوہر، ایسی ہی بڑی سی گاڑیوں میں وہ بیٹھے، یہ سب نظر آ رہا تھا مگر ملنے کے امکانات عامر کی ایک ہنسی میں اُڑ جاتے تو اسے گھبراہٹ ہونے لگتی کیونکہ جہاں تک وہ آ گئی تھی وہاں سے واپسی ناممکن تھی اس لیے وہ ڈھٹائی کی چوٹی سر کرتے ہوئے عامر سے کہہ رہی تھی۔

”عامر! ہم شا......شادی کب کریں گے......؟“

”ابھی کر لیں......“ عامر نے پلٹ کر بے ساختگی سے کہا، نظروں میں عجیب سی شوخیاں تھیں کہ وہ نظریں جھکا کر رہ گئی، نہ جانے ان نظروں میں محض شوخیاں تھیں یا طنز تھا مذاق تھا جو وہ گاہے بگاہے اُڑاتا رہتا تھا۔

”عامر پلیز! میں مذاق نہیں کر رہی گھر میں میری اور فہد کی شادی کی باتیں ہو رہی ہیں اور تم جانتے ہو مجھے فہد بالکل پسند نہیں، وہ میرا آئیڈیل نہیں!“

ماہم نے بڑی بے دردی سے اپنی محبت کو کچلا تو گاڑی کی اسپیڈ ہلکی کر کے عامر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”فہد! پسند نہیں یا اس کے حوالے سے ملنے والی زندگی پسند نہیں؟“

عامر بہت تیز دماغ اور شاطر سوچ کا مالک تھا، کلی کلی منڈلانے والا بھنورا کلی کے رنگ کو دیکھ کر اس کی خوشبو بتا دیتا تھا اور ماہم کو تو وہ اتنے ماہ سے دیکھ رہا تھا، سن رہا تھا قیمتی چیز اور دولت کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جو حرص پیدا ہوتی تھی وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ لالچ میں فہد کی محبت سے انکار کر رہی ہے وہ فہد جیسے لڑکے

کو کس انداز سے پیش کر کے خود کو مظلوم ثابت کر رہی ہے۔ مگر اسے بھی تو وقت گزاری کے لیے کوئی نہ کوئی ماڈل چاہیے تھی۔ مگر ماہم اب گلے کا ہار بن رہی تھی تو شادی اس کا پرابلم نہیں تھا نہ ہی اس نے ماہم کے ساتھ شادی سے انکار کیا تھا، بس اتنی جلدی وہ شادی کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

”تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا، ماہم......کون پسند نہیں فہد یا وہ زندگی جو فہد کے ساتھ شادی کر کے تمہارا مقدر بن جاتی!“

عامر نے پھر اپنا سال دہرایا......لیکن وہ کیا جواب دیتی اس نے تو تیر بالکل نشانے پر مارا تھا، چور رنگے ہاتھوں پکڑا جائے تو کتنا عیار مکار کیوں نہ ہو فرار نہیں ہو سکتا۔

”تم یہ بھی تو سمجھ سکتے ہو کہ مجھے تم سے محبت ہے......“

”دیوانگی کی حد تک...... ہے ناں......“ شوخی سے جملہ مکمل کر کے وہ اس پر جھکا تو وہ کسمسا کر پیچھے ہٹ گئی اور عامر کا قہقہہ گونج گیا۔

☆=====☆=====☆

اگر ایسا ہی تھا تو زوہا نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا۔ ماہم اور فہد کا رشتہ تو بچپن سے طے ہے، اگر اب منع کیا گیا تو حالات بہت خراب ہو سکتے ہیں فہد تو ماہم کے لیے دیوانہ ہے ہی، ہم بھی فہد کو کھونا نہیں چاہتے امی وغیرہ کو پتہ چلا تو قیامت یقینی ہے۔“

زوہا نے مجبور ہو کر گھر میں ساری بات بتا دی تو سعدیہ بری طرح پریشان ہو گئی۔

”جتنی یہ گھٹیا اور سطحی سوچ کی لڑکی ہے ناں آپی! مجھے اس سے کسی بھی اوچھی اور چھچھوری حرکت کی توقع تھی، اسے یہ گھر یہ زندگی پسند ہی نہیں، اتنا عرصہ وہ کوئی سیڑھی تلاش کرتی رہی اور اب وہ سیڑھی مل گئی ہے تو......!!“

رابعہ کو رہ رہ کر اس پر غصہ آ رہا تھا کیونکہ اس نے فون پر کئی بار اسے عامر سے مشکوک قسم کی باتیں کرتے ہوئے سن لیا تھا اور قیمتی تحائف جن کو وہ چھپا چھپا کر رکھتی پھر بھی بہنوں کو پتہ چل ہی جاتا۔

”احمق! ذلیل لڑکی جانتی نہیں کہ اس کلاس کی لڑکیوں کے ساتھ ٹائم پاس کرنا عامر جیسے لڑکوں کا مشغلہ ہوتا ہے، کچھ بھی ہو زوہا اسے بتا دو کہ جو وہ سوچے بیٹھی ہے، وہ کبھی نہیں ہو

سکتا۔“

”ارے...... ہو کیسے سکتا ہے آپی! وہ اس سے شادی نہیں کرے گا صرف وقت پاس کر رہا ہے اور اس لڑکی کو سمجھ نہیں آ رہی، اب اگر گھر میں سب کو معلوم ہو گیا تو جانتی ہو زوہا کیا ہو گا؟ مرد تو مرنے مارنے پر ہی تُل جائیں گے، نہ جانے کیوں اس لڑکی کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور مجھے یقین ہے یہ فہد جو اتنا بجھ گیا ہے بدل گیا ہے اس نے کچھ دیکھ سن لیا ہو گا......!!

دونوں بہنیں ماہم کے رویے پر جل کڑھ رہی تھیں اب زوہا کیا بتاتی کہ آج کل ماہم اور عامر کے قصے ہر زبان پر ہیں۔

”رابعہ آپی درست کہہ رہی ہیں، آپی بات بہت آگے بڑھ چکی ہے ماہم...... ماہم۔“ زوہا رُک سی گئی اب سب کچھ بتا کر ان کو مزید دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

”آپ یہ کہتی ہیں میں بتا دوں؟ ارے آپ وہ تو اب مجھ سے بات تک کرنا گوارہ نہیں کرتی میں منع کروں تو کہتی ہے تم جلتی ہو مجھ سے، جب میں نے اتنی دعائیں مانگی ہیں تو عامر ہی میری منزل ہے......“

ہونہہ...... نفس پرستی کو اپنی دعاؤں کی منزل سمجھ رہی ہے مگر نہیں جانتی کہ اتنے دل توڑ کر وہ کبھی خوش نہیں رہ سکتی، بدتمیز جانتی نہیں کہ فہد کو خالہ جان تایا ابو فریا سب لوگ جان دیتے ہیں اس پر۔ تو سوچو اتنے پیارے چاہنے والے رشتوں کو رُلا کر یہ ہنس سکے گی، اتنے لوگوں کو دکھ کی وادی میں دھکیل کر خود خوشیوں کے گلشن میں آباد ہو سکے گی!! قطعی نہیں......اور یہ جو عامر ہے ناں اس کی دعاؤں کا حاصل نہیں اس کے نفس، اس کی غرض کا چاند ہے جس نے صرف اس کا خواب نگر ہی روشن کیا ہے...... سعدیہ کا بس چلتا تو ابھی ماہم کا گلا دبا دیتی۔

”مجھے تو اس لمحے کا خیال ہی لرزا جاتا ہے آپی کہ جب گھر میں اس بات کا سب کو پتہ چلے گا تو کیا طوفان آئے گا سب کے دل ٹوٹ جائیں گے اور امی ابو کا کیا ہو گا۔“

”کچھ نہیں ہو گا ڈیئر رابعہ آپی......“

اس آواز پر زوہا سمیت دونوں بہنوں نے فہد کو دیکھا جو بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہاں سے گزرا تو اس جملے پر وہ اندر آ گیا۔ کتنا بدل گیا تھا، وہ کتنا خوبرو اور شوخ و شنگ تھا بات بات پر لطیفہ قہقہہ اس کی شخصیت کا خاصا تھا، شاید وہ اتنا اچھا اتنا شوخ اس لیے لگتا تھا کہ ماں

کی چاہتوں کے رنگ اس کے اطراف میں بکھرتے رہتے تھے اور اب وہ کچے رنگ اپنا رنگ چھوڑ چکے تھے، ان تینوں کو اپنی طرف متوجہ پا کر اور ان کی نظروں میں اپنے لیے ترس اور ہمدردی دیکھ کر اسے خود پر بھی ترس سا آ گیا۔

”فہد...... تم......“ رابعہ اور سعدیہ چور سی بن گئیں۔

”جی......! آپی آپ لوگ اتنی پریشان کیوں ہیں یقین کیجئے کچھ نہیں ہو گا نہ کوئی طوفان آئے گا نہ قیامت ٹوٹے گی، اور پھر ایسا ہو بھی کیوں؟ آخر وہ بھی انسان ہے اس کے سینے میں بھی دل ہے اس کے ہاتھ میں بھی اختیار کی ڈور ہے، اس کو پورا حق ہے وہ جسے چاہے اسے پیار کرے......“ فہد کا خشک لہجہ رو دیا۔ ٹوٹے دل کی کرچیاں آنکھوں میں اُتر آئیں تو رابعہ سعدیہ سمیت زوہا بھی تڑپ اُٹھی، فہد کی دیوانگی کو بہت اچھی طرح جانتی تھی اور ماہم کی بے حسی کو بھی! فہد کو کھو کر ماہم نے اپنے بدنصیب ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا کوئی کیا کرتا۔

☆=====☆=====☆

اور پھر جس قیامت کا رابعہ سعدیہ کو خوف تھا وہ آ کر رہی، ماہم کے رونے دھونے سے تنگ آ کر عامر نے اسے باقاعدہ پرپوز کر دیا تھا، تو بزرگ پارٹی پر تو واقعی قیامت ٹوٹ پڑی تھی پہلی بار تو پرپوزل لے کر آنے والوں کو فوری طور پر منع کر دیا۔

"آپ کو غلط اطلاع ملی ہے محترمہ! ہم زیادہ تر شادیاں اپنے رشتے داروں ہی میں کرتے ہیں اور ماہم فہد کا رشتہ تو دونوں کی پیدائش سے قبل کا طے ہے۔ اب ان کا کہیں اور رشتہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

منور صاحب کے کھرے جواب نے عامر کی عزتِ نفس کو جھنجھوڑ ڈالا وہیں ماہم کو بغاوت کے گھوڑے پر بٹھا کر سب کے سامنے کھڑا کر دیا۔

"یہ رشتہ میری وجہ سے میرے کہنے پر آیا ہے اور میں عامر کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گی اور فہد سے تو ہرگز بھی نہیں خواہ تمام عمر کنواری رہوں......"

اتنی بے باکی، گستاخ انداز، اتنی خود سری اتنی خود غرضی کہ گھر کے بزرگ تو نادم ہو کر اپنی تربیت کا کھاتہ کھنگالنے لگے تھے کہ کہاں کمی رہ گئی تھی، گھر کی عورتیں غش کھا کر گر پڑی تھیں اور گھر کی لڑکیوں کا بس چلتا تو چھت سے کود کر خود ہلاک ہو جاتیں یا ماہم کو دھکا دے ڈالتیں، گھر کے لڑکوں کی جوان رگوں میں خون ابلنے لگا اور ہاتھ میں ریوالور آئے بھی، مگر فہد ایک بار پھر ماہم کی ڈھال بن کر اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"ماہم کی شادی کرا دیجئے جہاں یہ کرنا چاہتی ہے کیونکہ...... کیونکہ۔" الفاظ کا گولا حلق میں اٹکا، سانس رکنے لگا۔ اس نے کمال ہمت سے بات مکمل کی۔ "میں خود ماہم سے شادی نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ دنیا میں صرف ماہم ہی نہیں ہے ایسی بے شمار ماہم ہیں......" وہ بات

مکمل کر کے خدا سے ہمت کی بھیک مانگتا ہوا باہر نکل گیا جو جہاں تھا منہ بھر کر رہ گیا۔ مگر یہ فہد کی بھول تھی کہ سب نے اس کی بات پر یقین کر لیا تھا کسی کو اس بات پر یقین نہیں آیا تھا کہ وہ ماہم سے شادی نہیں کرنا چاہتا اس کی دیوانگی کے رنگ کے گھر کے بزرگ تک گواہ تھے۔

"ہونہہ! خدا نہ کرے کہ ایسی ایک اور ماہم پیدا ہو کسی گھر میں!!"

رابعہ نے بے غیرت اور ڈھیٹ بنی ماہم کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا مگر ماہم نے ایسا تاثر دیا کہ جیسے اسے کسی کی پروا نہ ہو۔

"ارے! یہ تو شروع ہی سے چھچھوری رہی ہے، یہ فہد جیسے آئیڈیل لڑکے کے قابل ہی نہیں تھی، دیکھنا تمام عمر روئے گی پچھتائے گی...... اور جس ڈربے کو نفرت سے چھوڑ کر جا رہی ہو ناں کہیں ایک قدم رکھنے کے لیے، اس کے اندر ایک سانس لینے کے لیے ترسو گی، اتنے ٹوٹے دلوں کی آہیں تمہیں کبھی سکھ کا سانس لینے نہیں دیں گی...... میری بات پلو سے باندھ لو......!!" سعدیہ نے بڑے زور کا دھموکا مارا تھا، پسلی ٹوٹتے ٹوٹتے بچی تھی مگر وہ چہرے پر "کون ہیں آپ" کی پلیٹ سجائے مطمئن تھی کہ اب جو کچھ ہو رہا ہے بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا مگر یہ شاید اس کی خام خیالی تھی۔

"ماہم! یہ تمہارا ذاتی فیصلہ ہے اس فیصلے کے دامن میں تمہارے لیے کیا ہے سوائے اللہ لاشریک کے کوئی نہیں جانتا۔ بہرحال تمہاری بقیہ ضدوں کی طرح یہ ضد بھی پوری کر دی گئی ہے خوشی یا غم تمہاری قسمت۔ اب ہم بری الذمہ ہوئے، بیٹی جب والدین کے گھر سے ان کی دعاؤں اور محبتوں کے خزانے لے کر رخصت ہوتی ہے تو وہ تمام عمر اس خزانے سے اپنی زندگی کی خوشیاں خریدتی رہتی ہے اور جب کوئی بیٹی تمہاری طرح گستاخی کا دھواں ان کی آنکھوں میں بھر کر رخصت ہوتی ہے تو...... تو!!"

اس کے بعد انور صاحب کی آواز دب گئی، وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر لیٹ گئے تو سر جھکائے ماہم کو جان لٹانے والی ماں نے دھکا دے کر کمرے سے باہر دھکیل دیا۔

"اب دفع ہو جاؤ...... ہمارے گھر ہماری زندگی سے ہمارے دلوں سے، تم جیسی ہی بیٹیاں ہوتی ہیں جو جلا دیئے جانے اور زندہ دفن کئے جانے کے لائق ہوتی ہیں۔ تُو...... تُو شروع ہی سے بدتمیز اور خودسر ہٹ دھرم تھی ہم ہی تیری ہر خودسری کو تیری خوشی سمجھ کر جیتے

رہے مگر......مگر......!!"

انیسہ بیگم نے اسے برآمدے میں لے جا کر خوب مارا تو وہ چلانے لگی۔

"امی! کیا، کیا ہے میں نے، ایسا کون سا گناہ کر دیا ہے میں نے؟ گھر سے بھاگنے کی کوشش کی ہے یا خود جا کر شادی کر لی ہے، کسی کو چاہنا پسند کرنا اور جائز طریقے سے اس سے نکاح کرنا کہاں کا جرم اور گناہ ہو گیا امی جو آپ لوگ مجھے اتنا ذلیل کر رہے ہیں، مائیں تو بیٹیوں کے لیے اچھے سے اچھے کھاتے پیتے رشتے تلاش کرتی ہیں تا کہ ان کی بیٹی خوش رہ سکے مگر آپ لوگ تو چاہتے ہیں میں ساری عمر اس ڈربے میں جل جل کر ترس ترس کر گزاروں۔ تو ایسا مجھ سے نہیں ہو سکے گا، فہد...... فہد تنگ آ گئی ہوں یہ نام سن سن کر! کیا دے سکتا ہے فہد مجھے، دو وقت کی روکھی سوکھی روٹی اور سفید پوشی کا بھرم جسے سنبھالتے سنبھالتے آپ لوگ وقت سے پہلے بوڑھی ہو گئی ہیں...... میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتی، امی مجھے معاف کر دیجئے گا میں دوسری بار یہ ہی زندگی جینا نہیں چاہتی، سسک سسک کر زندگی نہیں گزار سکتی، زندگی ایک بار ملتی ہے بار بار نہیں کہ اسے تجربات میں برباد کر دیا جائے، اور پھر امی آپ لوگوں کو اعتراض کیا ہے؟ عامر میں کیا کمی ہے وہ مجھے چاہتا ہے اور باقاعدہ عزت سے شادی کر رہا ہے تو آپ لوگ کیوں ایسا کر رہے ہیں جیسے میں نے کوئی گناہ کوئی جرم کر دیا ہو......؟"

ماہم حد درجہ تک خودسر اور ڈھیٹ ہو چکی تھی اسے اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ جب عامر سب کچھ کر رہا ہے تو ان لوگوں کو اعتراض کیوں ہے بس یہ ہی بات اس کے دماغ میں دھواں بھر دیتی تو وہ چلانے لگتی۔

"کچھ گناہ اور جرم ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی سیاہی توبہ کے پانی سے دھل جاتی ہے، مگر یہ دل توڑنے کا جرم ہے ایک نہیں کئی دل توڑنے کا گناہ ہے اور یہ گناہ...... اللہ تمہیں معاف کرے۔ ماں ہو کر میں تمہارے لیے اس سے بڑی کوئی دعا نہیں کر سکتی؟"

جب سے ماہم والا معاملہ گھر میں اُٹھا تھا سب لوگ مرجھا سے گئے تھے ماحول میں وہ بات ہی نہیں رہی تھی سب ماہم سے خفا تھے اسے زیادہ غصہ اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی ناراضگی پر آتا، اس طوفان میں فہد بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

"تمہیں زیادہ فرشتہ بننے کی ضرورت نہیں میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ناں صرف تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے...... نفرت ہے مجھے تم سے۔"

وہ بے دردی سے اس کے زخموں پر نمک چھڑکتی چلی گئی تو وہ اس کے مقابل آن کھڑا ہوا اس وقت خودسری اور خود غرضی کے تبادلے میں کھڑی اس لڑکی سے اسے نہ جانے کتنی محبت تھی وہ ہمیشہ یہ ہی کہتا کہ اگر کوئی پیمانہ ہوتا تو وہ بھی ٹوٹ جاتا۔ ماہم کی چڑچڑاہٹ کی اوٹ میں اسے ہمیشہ اپنا عکس نظر آ رہا تھا اور اس وقت بھی وہ اس کے دل میں نظر میں خود کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"اچھا...... ذرا یہ ہی بات آنکھوں میں دیکھ کر کہہ دو کہ تمہیں مجھ سے نفرت ہے کیونکہ انسان ہر کسی کو دھوکہ دے سکتا ہے خود کو نہیں...... کہو، اک بار کہہ دو میری آنکھوں میں دیکھ کر تو میں مان جاؤں تمہیں کہ ہاں تم اتنی بہادر ہو۔"

فہد کا یہ یقین ہی تو ماہم کو سلگا جاتا تھا کتنا جانتا تھا وہ اسے، مگر اس نے بھی سوچ لیا تھا کہ فہد اس اقرار کے لیے خودکشی بھی کرے گا تو وہ اقرار نہیں کرے گی، اور اس وقت بھی وہ چیخ پڑی۔

"ہاں! ہاں نفرت ہے مجھے تم سے اگر کہیں کوئی خوش فہمی پال رکھی ہے ناں تو اسے آج ختم کر دو میں نہ تمہیں چاہتی تھی نہ چاہتی ہوں اور نہ چاہوں گی میں صرف عامر سے محبت کرتی ہوں...... صرف عامر سے۔"

وہ جا چکی تھی مگر اس کی بازگشت کے ہتھوڑے فہد کے دل و دماغ پر پڑ رہے تھے، میں عامر کو چاہتی ہوں عامر سے محبت کرتی ہوں۔

یہ ہی ایک جملہ مارے جا رہا تھا، اسے لگ رہا تھا جیسے عامر نے اس کے دل کو قدموں تلے کچل دیا ہو، اس کی محبت کے گلشن پر اپنے نام کی پلیٹ لگا دی ہو۔

"ماہم......!" فہد آخری بار شدتوں سے رو دیا اور مچل مچل کر رویا۔ آپا کے گلے لگ کر رابعہ اور سعدیہ آپی کے گلے لگ کر جو ماہم کو کوستے ہوئے اس کے آنسو پونچھ رہی تھیں مگر فہد کو کسی پل قرار نہیں آ رہا تھا اور پھر وہ دن بھی آ ہی گیا جس کی کسی کو چاہت نہیں تھی۔ ماہم دلہن بن کر عامر کی سجی سجائی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے!" اپنا علاقہ کراس کر کے ماہم نے سکون کا سانس لیا...... اس کے پیچھے کیا ہو رہا ہے کیا قیامت ٹوٹی ہے، اس سب سے کوئی غرض کہاں تھی، وہ تو جس محل کا خواب دیکھ رہی تھی اس کے ایک بہترین کمرے میں جس کا مالک اس کا شوہر عامر تھا حجلہ عروسی میں بیٹھی شوخ دھڑکنوں کے ساتھ خوابوں میں رنگ اُترتے دیکھ رہی تھی۔ عامر کا انتظار طویل ہوتا جا رہا تھا، وہ جانے کن سوچوں میں تھی کہ کوئی بے ہوشی کے عالم میں اس کے قریب آ کر گرا تو وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔

ماہم ارمانوں کی سیج پر دلہن بنی بیٹھی تھی اور یہ وہ سیج ہوتی ہے جس کے خواب ہر لڑکی ہوش سنبھالتے ہی دیکھنے لگتی ہے، کیسے کیسے خواب بُنتی ہے اس سیج تک پہنچنے کے لیے۔ جس کے چاروں طرف پھولوں کی لڑیاں سر پر پھولوں کی چھت، ہر طرف پھول ہی پھول زندگی کو مہکا رہے ہوتے ہیں اور اسی مہک میں ڈھلا وہ خوابوں کا شہزادہ آنکھوں میں شوخیاں، ہونٹوں پر شوخ مسکراہٹ کی گنگناہٹ لیے ہر دلہن کا ارمان ہوتا ہے، خواب ہوتا ہے اور اپنے خوابوں کو اوڑھے اپنے ارمانوں کی رنگین مہکتی بکل مارے بھاری پلکوں کی اوٹ میں سپنوں کے رنگوں میں گھری اس کی ساعتیں اپنے خوابوں کے شہزادے اپنے دولہا کے ہونٹوں سے محبتوں کے گیت سننا چاہتی ہیں، جیسے ہی دولہا کی مہک کمرے میں داخل ہوتی ہے دلہن چھوئی موئی بن کر سمٹ جاتی ہے، گھونگھٹ اسی ناز میں ڈھلک جاتا ہے کہ اٹھانے والا اس کے ناز نخرے اٹھاتا ہوا اٹھائے گا اور پھر چاند سے چہرے پر شوخ نظروں سے غزلیں کہنا شروع کر دے گا۔ اور اگر ماہم نے دلہن بن کر پھولوں کی سیج پر بیٹھ کر ایسا خواب دیکھ لیا تھا تو کیا جرم کیا تھا کہ اس کی سزا یوں ملتی کہ اس کا گھونگھٹ اٹھانے والا نشے میں دھت اس کا اپنے گھر میں، اپنے کمرے میں استقبال کرنے کی بجائے اس کے حسن کا قصیدہ کہنے کی بجائے مدہوش ہو کر اس کے سامنے گر کے بے ہوش ہو جائے۔

ماہم کیا سوچ رہی ہے اس نے کیا سوچا تھا کیا چاہا تھا، کیا کیا خواب بُنے تھے۔ اس وقت ہر دلہن کی طرح وہ بھی اپنے دولہا کی مدھر بھری آواز میں اپنے حسن کی تعریف سننے کی منتظر ہے۔ ان سب باتوں سے بے نیاز عامر نشے میں دھت پڑا تھا وہ ہوش وحواس کی دنیا سے اتنا دور تھا کہ ماہم کی چیخ بھی اسے اپنی موجودگی کا احساس نہیں دلا سکی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی

آنکھوں سے اپنے قریب پڑے اپنے دولہا کو دیکھ رہی تھی جس کے منہ سے شراب کی بڑی گندی بدبو آ رہی تھی۔ گریبان چاک تھا، وہ حیرت اور بے یقینی کے طوفان میں دائیں بائیں گرتی ہوئی سوچ رہی تھی کہ یہ ہی تھا اس کا خواب! جس کو تعبیر دینے کے لیے اس نے اتنے ڈھیر سارے اپنوں کی آنکھوں میں لہو بھر کے بے خواب کر دیا تھا، جس کو پانے کے لیے وہ پاگل ہو گئی تھی۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے اس نے خود اپنی ذات اپنے جذبوں اپنی محبت کی نفی کی تھی، یہ تھا اس کا حاصل...... نشے میں دُھت دولہا جس نے دلہن کے روپ میں ایک نظر بھی اس پر نہیں ڈالی تھی۔ وہ تو اسی وقت اس سے بچھڑ گیا تھا جب اسٹیج سے اتار کر اسے گاڑی کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ سب کے چہرے زرد اور آنکھیں خشک تھیں اندر کیسے کیسے طوفان اٹھ رہے تھے اس سے اسے کوئی غرض تھی نہ پرواہ! مگر اس وقت وہ تنہا طوفان کے تھپیڑے کھا رہی تھی کوئی ہاتھ تھامنے والا نہیں تھا کوئی شانہ نہیں تھا، اسے تنہا ہی اپنی خواہشوں کی لاش کو اُٹھانا تھا۔

ماہم! تم...... تم جانتی ہو اس وقت دلہن کے روپ میں تم...... تم کوئی اپسرا لگ رہی ہو، لگتا ہے کسی شاعر کی غزل نے عروسی لباس پہن لیا ہے، جیسے سنہری شام نے گھونگھٹ نکال لیا ہے۔ مجھے، مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم...... تم مجھے مل گئی ہو...... میری دلہن بن گئی ہو...... یہ، یہ تمہاری رُونمائی...... لیکن نہیں پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا کہ اس کی پاک ذات نے تمہیں میری دلہن بنا دیا اس کے بعد تمہارا گھونگھٹ اٹھاؤں گا۔ Just wait، میں بہت خوش ہوں ماہم! اتنا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔

فہد......!!! ان ہی خوفناک بھیانک لمحات میں جانے یہ خوبصورت سا لطیف سا مہکتا ہوا لمحہ کیسے ایک پل کے لیے اسے اس بھیانک حقیقت سے دور لے گیا اور قریب تھا کہ وہ فہد کا ہاتھ پکڑتی نشے میں مدہوش عامر کا ہاتھ بدحواسی میں گم سی ماہم سے ٹکرایا تو حقیقتاً لمحہ بھر پہلے کا خواب بری طرح اس کی آنکھوں میں لہو بھر گیا...... ایسا...... یقیناً ایسا ہی ہوتا اگر وہ فہد کی دلہن بنتی تو وہ اپنی خوشی میں چاند ستاروں کو باراتی بنا لیتا۔

خوشی سے ناچتا اور نچاتا بھی۔ مگر اس نے خود غرضی سے اس کے خواب جزیرے کو اجاڑ کر رکھ دیا تھا۔ ایک نہیں کئی دل توڑ کر اس نے اپنی خواہشات کی یہ سلطنت فتح کی تھی تو

بجائے خوشیوں کا جھنڈا گاڑنے کے وہ شیش محل کے چکنا چور ملبے پر کھڑی ویران آنکھوں سے عامر کے بدبودار وجود کو دیکھتے ہوئے فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔ اس چوراہے پر کون سا راستہ اس کی منزل کی طرف جا رہا ہے۔ لمحہ لمحہ گزرتی اس کی سہاگ رات اس کی رگوں میں دکھ کرب کے اندھیرے بھرتی گزر رہی تھی اور جانے کب اس کرب کو اندر اتارتے اس وقت کی مہربان دوست نیند کے شانے پر سر رکھ کر وہ حالات سے بے خبر ہو گئی۔ دوبارہ آنکھ پھر ایک جھٹکے سے کھلی جب عامر ہوش میں آیا تو اسے یاد آیا کہ کل رات اس کی شادی ہو گئی ہے اور بیڈ کے ایک کونے میں عروسی لباس میں گٹھڑی بنی پڑی اس کی دلہن ہے جس کا گھونگھٹ تک الٹنے کا اس کو ہوش نہیں تھا اور اس بات کا نہ اس کو کوئی ملال تھا نہ ضرورت! اس نے ایک ناگوار سی نظر اس پر ڈالی وہ کلی کلی منڈلانے والا بھنورا شادی جیسی اہم اور پاکیزہ ذمہ داری کا قائل نہیں تھا نہ ہی اس کا شادی کا کوئی ارادہ تھا وہ تو ماہم نے اسے کچھ اس طرح سے گھیرا تھا کہ وہ پھنس گیا اور اب نشے کی قید سے باہر آ کر جب حقیقت کا احساس ہوا تو وہ چڑ گیا۔

''واٹ ربش......!'' عامر نے کسی بھی بات کا خیال کیے بغیر اس کا بھاری سہاگ کا دوپٹہ اتنی زور اور بے دردی سے کھینچا کہ اس کے گلے میں خراش پڑ گئی وہ جھٹکے سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ لمحہ بھر کے لیے تو یہ سین اس کی سمجھ میں آیا ہی نہیں وہ ہونق بنی عامر کو دیکھتی رہی جو نشہ اُتر جانے کے بعد مکمل حواسوں میں کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

کیا......؟ سہاگ رات کی سحر ایسی ہوتی ہے......اسی جھٹکے نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیے تو وہ دوپٹہ دوبارہ پھیلاتی ہوئی سمٹ کر بیٹھ گئی، عامر کی تیز نظریں اس کے آر پار ہو کر گویا یہ احساس دلا رہی تھیں جیسے وہ بھاگ کر اس کے ساتھ آئی ہو۔

''ماہم! یہ کیا پاگلوں کی طرح گھور رہی ہو کب تک اس میلے حلیے میں بیٹھی رہو گی۔ کم آن......اب جا کر لباس تبدیل کرو اس قسم کے جھاڑ جھنکار قسم کے لباس آئندہ نہ استعمال کرنا۔''

عامر نے حقارت سے کہا تو وہ اپنی جگہ سن ہو گئی وہ سارے خواب، سہاگ رات کے ناز نخرے اور عروسی جوڑا جس کو پہننے کا خواب لڑکی شعور میں آتے ہی دیکھنا شروع کر دیتی ہے

عامر کی نظر میں فضول اور جھاڑ جھنکار تھا جس کا فوری طور پر تبدیل ہو جانا بہتر تھا۔ وہ گم صم سی دیکھتی رہی تو عامر نے ناگواری سے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ نچایا۔

''او ہیلو میڈم! کہاں ہیں آپ؟ اٹھیے، And Change!'' رات سے اب تک سینے کی قید میں رکا سانس اس خوف سے آزاد ہوا گویا اگر یہ بھی عامر کو ناگوار گزرا تو گویا سینے کی جیل میں دوبارہ ڈال دیا جائے گا وہ میکانکی انداز میں اُٹھی اور واش روم میں گھس گئی۔

☆=====☆=====☆

ایک رات لہو بن کر ماہم پر ٹپکی تھی تو یہ ہی رات فہد پر قیامت بن کر ٹوٹی تھی۔ اس کے درد کو بانٹنے کے لیے اس کے دس دوست بھی ناکافی ثابت ہوئے تھے، گزرتا ہوا ہر لمحہ لہو بن کر ٹپک رہا تھا۔ گھر میں سوگ کا سماں تھا نفیسہ اور انور صاحب اپنے بڑے بھائی اور بھاوج سے منہ چھپاتے پھر رہے تھے ہر کوئی ایک دوسرے کو یوں تسلیاں دے رہا تھا جیسے کوئی مر گیا ہو، نفیسہ بیگم تو دل تھامے رات سے کمرے میں بند تھیں۔

''میں! میں آپ لوگوں سے بے حد شرمندہ ہوں آپا، مجھے معاف کر دیں اللہ کے واسطے معاف کر دیں۔ میری تینوں بیٹیاں حاضر ہیں جس کو چاہیں فہد کی دلہن بنا لیں مگر مجھے معاف کر دیں۔'' نفیسہ ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے سب کو رُلا گئیں۔

''کیسی باتیں کرتی ہو نفیسہ! یہ سب قسمت کے کھیل ہیں، مانا کہ ہم نے ایک فیصلہ کیا تھا مگر یہ فیصلہ اللہ ہی کو منظور نہ ہوا تو کیسی معذرت اور کیسا پچھتاوا......اب تو ہمیں یہ دعا کرنی چاہیے کہ پروردگار ہماری بیٹی کو وہاں خوش رکھے۔ آمین......'' انیسہ بیٹھی کتنی دیر چھوٹی بہن کو دلاسہ دیتی رہیں۔

یہ فہد کہاں ہے؟ سعدیہ نے صبح سے اسے دیکھا نہیں، نفیسہ جانتی تھیں کہ فہد ماہم کے لیے کتنا پاگل ہے وہ اسے ساتھ لگا کر پیار کرنا چاہتی تھیں مگر فہد درد لیے دوستوں سے پھائے رکھواتا رہا مگر اس کا وہی حال ہو رہا تھا مرض بڑھتا گیا......جوں جوں دوا کی......!!

''نہ ملتی یار! وہ مجھے نہ ملتی مگر......مگر وہ یہ تو نہ کہتی کہ اسے مجھ سے محبت نہیں، میری محبت میری دیوانگی یک طرفہ ہے، کہو......کیوں کہا اس نے مجھے ایسے؟''

بس یہ، یہ احساس ہی احساسِ کمتری بن کر اس کی رگوں کو کاٹ رہا تھا اس کی بے

قراری میں اضافہ کر رہا تھا۔

"ہوتا ہے...... میرے دوست ہوتا ہے ایسا، کبھی کبھی ہم اپنے ہی احساسات کو جذبات کو سمجھ نہیں سکتے یا پھر اپنی محبت میں اتنے اندھے ہو جاتے ہیں کہ دوسرے کے اجتناب کو بھی حجاب سمجھ لیتے ہیں اور تم نے بھی تو......!"

کامران نے اسے سختی سے خود کے ساتھ بھینچ رکھا تھا کیونکہ وہ بار بار اپنا سر دیوار کے ساتھ مار رہا تھا۔

"ہاں! شاید تم...... تم درست کہہ رہے ہو، میں ہی غلط تھا، میں اکیلا ہی بھاگ رہا تھا وہ...... وہ تو کبھی بھی میرے ساتھ نہیں تھی لیکن یار کیا یک طرفہ محبت اتنی پاور فل اتنی زبردست ہوتی ہے کہ...... کہ ساری ہستی کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دے؟ اتنی زبردست ہو سکتی ہے یار یہ یک طرفہ محبت تو...... تو...... تو پھر دو طرفہ محبت کتنی تباہ کن ہوتی ہو گی...... ہے ناں...... ہے ناں کامی!!"

شکستہ دل کی کرچیاں فہد کی رت جگوں سے سوجی آنکھوں میں لہو بھر گئیں تو دوستوں کا دل کٹ گیا۔ وہ فہد کی دیوانگی کو جانتے تھے، سب جانتے تھے کہ ماہم فہد کی زندگی تھی اس کی خواہش اس کی امید تھی اس کا خواب جینے کی آس تھی۔ مگر ماہم نے اس آس کو توڑ پھوڑ دیا خواب مٹا دیا۔

خواہش کا گلا گھونٹ دیا تھا، آخر وہ انسان تھا کہاں تک برداشت کرتا، محبت میں ناکامی کے علاوہ ذلت کا اک احساس تھا جو اس کی رگوں کو کاٹ رہا تھا جو اندر ہی اندر گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ ایک مرد کے لیے اس سے بڑھ کر ذلت کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ جسے وہ ٹوٹ کر چاہے وہ اسے دھتکار کر دوسرے مرد کی عزت بن جائے۔ یہ احساس ہی شعلوں کی طرح اسے اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ اس کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی، کوئی تسلی کوئی دلاسا اس آگ کو کم نہیں کر پا رہا تھا، کامی نے اسے بڑی سختی سے جکڑ رکھا تھا پھر بھی فہد کا سارا وجود لرز رہا تھا اس کے بدن میں شعلے سے نکل رہے تھے، بچپن سے اب تک کا ایک ایک لمحہ اس کی نظروں میں گھوم رہا تھا کتنا ٹوٹ کر چاہا تھا اس ہرجائی کو...... اس کے کتنے ناز اٹھایا کرتا تھا وہ، کتنے بے شمار خواب بنے تھے اس نے ماہم کے ساتھ زندگی گزارنے کے۔ اس نے سوچا تھا وہ زندگی کی

مسند پر ماہم کو ملکہ بنا کر رکھے گا، خوشیوں کا تاج اس کے سر پر رکھے گا اس کی ہر خواہش پوری کرے گا...... مگر...... مگر ماہم نے اسے یہ عزت ہی دینا گوارہ نہ کیا، جانے کب کہاں پلک جھپک گئی کہ رہزن نے آ کر اس کی متاع حیات چرا لی، وہ مسلسل جاگ رہا تھا سوچ رہا تھا درد تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

ماہم...... ماہم...... ماہم...... اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں کے سوتے پھوٹ پڑے اور اس کے دکھ میں گھر کے درو دیوار دوستوں کے حوصلے اور چاہنے والوں کی چاہتیں بہہ گئیں۔

☆=====☆=====☆

ماہم گم صم سی واش روم سے باہر آئی تو عامر بیڈ پر الٹا لیٹا ہوا تھا اور فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ اس پر اس نے نگاہ غلط ڈالنا بھی گوارہ نہیں کیا، وہ اک کرب کو چپکے سے دل میں اتارتی آگے بڑھی اور قیمتی چیزوں سے سجے ڈریسنگ ٹیبل کو دیکھنے لگی۔ ایسا ایسا میک اَپ کا سامان، جیولری، پرفیومز کہ جن کا حصول فہد سے شادی کے بعد ناممکن تھا اور یہ اس کی اولین خواہش تھی۔ عامر فون پر بات کر رہا تھا اور وہ کمرے کا جائزہ لے رہی تھی غالباً اس کے تقریباً سارے گھر جتنا تو اس کا ذاتی بیڈ روم تھا، پیروں تلے دبیز قیمتی قالین کی نرمی اندر تک اُتر رہی تھی، پردے، ڈیکوریشن پیس کون سی ایسی چیز تھی جو لاکھوں سے کم تھی جس کے حوالے سے یہ سب اس کا ہوا تھا اس نے جوتے کی نوک پر رکھا تھا۔ تو کیا ہوا وہ اتنے بڑے گھر میں مالکن تو بن گئی تھی یہ سب اس کا تھا، اس نے ذلت کی انتہائی پستی میں کھڑے ہو کر بے حسی سے سوچا۔

"اوہ! سوری ڈارلنگ! رات میں تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکا، کم آن...... یار وہ روبی ہے ناں...... Anyways آئندہ تمہاری ساری شکایات دور کر دوں گا...... او کے بائے۔"

بات ختم کر کے عامر نے موبائل ایک طرف رکھا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بڑے سے آئینے میں ماہم نے ایک نظر اس پر ڈالی اس نے گہری سی جمائی لی اور پھر آئینے میں اس کی نظریں ماہم سے جا ملیں۔ ماہم کا دل دھڑک اٹھا، وہ اس ذلت اور بے عزتی کو بھول گئی عامر اسے دیکھتا ہوا اُٹھا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھا، وہ خود میں سمٹنے

لگی۔ پل میں دل خوابوں کا شہر بن کر روشن ہونے لگا، ہاتھوں میں نمی، چہرے پر حیا کی سرخی چھانے لگی، دل گویا سینے سے باہر آنے لگا، پل بھر میں جانے اس نے کیا کیا خواب دیکھ ڈالے، کون کون سی باتیں منوانے کی تیاری کرنے لگی۔ وہ اسی انداز میں چلتا ہوا اس کے قریب آیا یہاں تک کہ اس کی پرفیوم کی خوشبو آنے لگی تو ماہم کی پلکیں آپ ہی آپ...... حیا سے جھک گئیں۔ جیسے وہ کسی جملے کی منتظر ہو، مگر آن ہی آن میں ساعتوں کی دنیا میں زلزلہ آیا اس نے اس کے شانے پر پڑا بہت قیمتی سا ٹاول گھسیٹ لیا۔

''تمہیں! جرأت کیسے ہوئی میرا پرسنل ٹاول Use کرنے کی، کبھی خواب میں بھی دیکھا ہے ایسا ٹاول...... ہونہہ اب استعمال کے قابل بھی نہیں رہا!!''

وہ اسے اس کی نظروں میں گراتا ٹاول کو حقارت سے ایک طرف اچھالتا اپنی الماری کی طرف مڑا۔ نیا تولیہ نکالا اور واش روم میں گھس گیا...... اور وہ بے حس و حرکت اپنے ہی خوابوں اور ارمانوں کے ڈھیر پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ پل بھر کے لیے جی چاہا کہ بھاگ جائے یہاں سے، آج اگر اس کی شادی فہد سے ہوئی ہوتی تو وہ اس کی ناز برداریوں میں جانے کیا کیا کچھ کرتا...... ذلت کا احساس نمی بن کر پلکوں تک آیا مگر...... فہد پُر آسائش زندگی تو نہیں دے سکتا تھا...... کچلی ہوئی غیرت کو خود غرضی اور خود پرستی اور حرص و لالچ نے پاؤں تلے مزید کچل کر بے دم کر دیا تو اس نے سکون کا گہرا سانس لیا اور ڈھیر سارا پرفیوم خود پر انڈیل لیا۔ اسی وقت عامر باہر آیا تو اتنی تیز خوشبو سے جیسے اس کا دم گھٹنے لگا وہ غصے سے ماہم کی طرف بڑھا اور پرفیوم اُٹھا کر ڈسٹ بن میں اچھال دیا۔

''جاہل لڑکی! پہلی بار دیکھ رہی ہو سب کچھ تو دھیان سے استعمال کرو۔ او کے!''

وہ اسے ذلت کی طرف ایک اور دھکا دیتا ہوا باہر نکل گیا تو اس کی بات کو اہمیت دیئے بغیر وہ آگے بڑھی اور پرفیوم ڈسٹ بن سے نکال کر اپنے پرس میں رکھ لیا، پرفیومز اس کی کمزوری تھے اسی لیے فہد اس کو زیادہ تر پرفیوم ہی دیا کرتا مگر اپنی حیثیت کے مطابق! اور اس کی جیب دو سو سے زیادہ اجازت نہیں دیتی تھی۔

''ماہم! لو اس بار میں نے تمہارے لیے مہنگا پرفیوم خریدا ہے پورے پانچ سو کا آیا ہے، دیکھو بوتل کتنی خوبصورت ہے اور خوشبو...... ہا...... بندے پر جادو سا ہو جاتا ہے۔''

ماضی کے پردے سے ایک یاد نے چپکے سے جھانکا جہاں چہرے پر خوشی کی روشنی لیے فہد ہاتھوں میں اپنی طرف سے بے حد قیمتی پرفیوم کو کسی اعزاز کی طرح اسے پیش کر رہا تھا۔ فہد کے نزدیک تو یہ بہت قیمتی تھا جو اس نے پیسے جمع کر کے اس کے لیے خریدا تھا۔ مگر ماہم کو جانے کتنی ہوس تھی کتنا لالچ اور بھوک تھی اس کے اندر کہ نہ تو وہ کسی نعمت پر خوش ہوتی نہ مطمئن...... دل میں اپنے دیوانے کی دیوانگی پر خوش تو ہوئی مگر پرفیوم ناک بھوں چڑھاتے قبول کر لیا تو فہد خوشی سے جھوم اُٹھا تھا اور اب بے شمار قیمتی پرفیوم تھے مگر......!!

''ایکسکیوزمی!'' صبح وہ اس آواز پر چونک کر پلٹی۔ ایک کم عمر سی لڑکی جانے کب ناک کر کے اندر آ گئی تھی یا عامر اسے بھیج کر خود چلا گیا تھا...... یہ زندگی یہ انداز سب اس کے لیے نیا تھا اسے تو اس زندگی کو گزارنے کے طور طریقے بھی نہیں آتے تھے۔

''ہوں...... ہاں کیا بات ہے؟'' وہ چونک کر پلٹی تو پرفیوم جو آدھا بیگ میں آدھا باہر تھا چھوٹ کر قالین پر آ رہا ماہم سرد پڑ گئی جیسے رنگے ہاتھوں چوری کرتے پکڑی گئی ہو مگر جو بات اس کے ذہن میں آئی تھی وہ لڑکی نے سوچی بھی نہیں ہوگی۔

''میم! آج آپ کا ولیمہ Reception ہے......''

''ولیمہ!'' لڑکی کی بات پر وہ بری طرح چونکی جیسے اس نے انہونی بات کہہ دی ہو۔ وہ تو یہ سب دیکھ کر سب بھول ہی گئی تھی کہ آج اس کا ولیمہ ہے لیکن کیا ولیمہ شادی ایسے ہوتے ہیں نہ کوئی استقبال کرنے والا نہ کوئی رسم نہ چھیڑ چھاڑ نہ کوئی رشتہ دار نہ دیور جیٹھ نہ نند نہ ساس سسر! خیر اچھا ہی ہے سب باہر ہیں عامر ہے ناں سب رشتے یہ ہی پورے کر دے گا...... اس نے بڑی ڈھٹائی سے ایک بار پھر سر ابھارتی انا کے سر پر کاری ضرب لگائی اور مسکرائی۔

''اچھا! پھر؟'' اب اسے اپنی حیثیت کا احساس ہونے لگا تو انداز میں وہی غرور آ گیا چہرے پر تناؤ اور لہجے میں تیکھا پن۔

''بس میم! سر نے کہا تھا کہ آپ کو انفارم کر دوں کہ After لنچ آپ کو پارلر جانا ہے۔'' لڑکی کی اطلاع پر وہ اک انداز سے بالوں میں برش کر کے بلاوجہ ہی چیزوں کو اُٹھا کر دائیں بائیں کرتے ہوئے ملکیت کا اظہار کرنے لگی۔ پھر اس کی طرف مڑی۔

''ہوں...... کون سے پارلر جانا ہے۔ اچھا پارلر تو ہے ناں!!''

صاحبہ فہد میں کوئی کمی نہیں تھی، مگر خیر جو بات ہم میں ہے وہ فہد میں کہاں !!"

عامر کوئی بھی لطیف بات کہنے کی بجائے بار بار اسے جلانے والی بات کر رہا تھا...... اور لمحہ بھر کی غیرت انا کے سر پر کاری ضرب سے دماغ گھومنے لگتا مگر پھر حریص دل اسے دلاسا دے دیتا کہ عامر اب اس کا شوہر ہے اور اسی کے حوالے سے اللہ نے اسے یہ سب دیا ہے تو اگر وہ کوئی بات کہہ دے تو اسے مائنڈ نہیں کرنا چاہیے۔

"تمہارے گھر والے ابھی تک نہیں آئے کیا جواب دوں گا میں لوگوں کو کہ ہمارے سسرال والے بوجہ احساسِ کمتری، بوجہ غربت، بوجہ ناراضگی، تشریف نہیں لائے۔ ہاں بولو کیا جواب دوں گا میں اپنے سرکل کے لوگوں کو! infact مجھے تم سے شادی کرنا ہی نہیں چاہیے تھی مگر تم بھی تو جونک کی طرح ایسی چمٹیں کہ میرے جیسا بندہ بھی پھنس ہی گیا......"

اُف ایک ایک جملہ، ایک ایک لفظ برچھی بن کر ماہم کے دل میں اُتر رہا تھا اور بجائے اس کے کہ وہ عامر کو کوئی کڑا جواب دیتی اسے اپنے گھر والوں پر غصہ آ رہا تھا کہ ان کی وجہ سے اسے اپنے امیر کبیر دولت مند صاحبِ حیثیت شوہر کی باتیں سننا پڑیں یا یوں کہ شوہر کو انتظار کی زحمت اُٹھانا پڑی۔ وہ کھولتی سوچوں کے ساتھ ان لوگوں کو سنانے کا فیصلہ کر رہی تھی کہ عامر کے موبائل کی بیل ہوئی۔ اس نے بے زاری سے نمبر دیکھ کر ماہم کو گھورا کیونکہ موبائل پر فہد کا نمبر تھا۔

"لیجیے! آپ کے عاشق صاحب کا فون ہے......"

عامر نے دانت پیستے ہوئے موبائل ماہم کے ہاتھ میں دیا تو شدید غصے کی گرم آندھی نے اسے سلگا کر رکھ دیا۔

"ہاں! ہیلو فون کرنے کی بھی کیا ضرورت تھی میں تو لاوارث ہوں نا بھاگ کر شادی کر لی ہے ناں میں نے جس کی سزا مجھے سارا خاندان دے رہا ہے۔ کیا عزت رہ گئی ہے میری اپنے شوہر اور سسرال والوں کی نظر میں؟"

وہ سلام دعا کیے بغیر چھوٹتے ہی بولی تو دوسری طرف احد تھا...... اس کا اپنا بھائی۔

"اگر تمہاری بکواس ختم ہو گئی ہو تو سنو کہ فہد کو نروس بریک ڈاؤن ہو گیا ہے اور وہ I.C.U میں ہے اور...... اور!!"

"کیا!" بے ساختہ موبائل ماہم کے ہاتھ سے چھوٹ کر عامر کے قدموں میں جا گرا۔

☆=====☆=====☆

مونا اب بری طرح پھنس گئی تھی۔ زاہد کے تقاضے دن بہ دن بڑھتے جا رہے تھے وہ زوہا کو دیکھ چکا تھا اور اب اس سے کسی قیمت پر دست بردار نہیں ہو رہا تھا۔ مونا کی سرگرمیاں خاصی مشکوک ہو گئی تھیں اور راشدہ ان سرگرمیوں پر پوری نظر رکھے ہوئے تھیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا گو رہتیں کہ ان کی زندگی میں زوہا بہت اچھی طرح بیاہی جائے اور اسی کوشش میں انہوں نے زوہا کے لیے کسی اچھے لڑکے کا کئی لوگوں سے کہہ رکھا تھا۔

مگر کہیں سے بھی کوئی جواب نہیں مل رہا تھا اور جب زوہا یونیورسٹی جاتی تو ان کو خوف ہی رہتا کہ کہیں زاہد زوہا کو راستے ہی سے اغوا نہ کر لے، یہ ہی خوف ان کی بیماری کو بڑھا رہا تھا اپنے دل کی حالت کو وہ جانتی تھیں اس لیے جلد از جلد زوہا کی شادی کرنا چاہتی تھیں ان کی اسی جلدی کو مونا کیش کرانا چاہتی تھی۔

"باسط! اگر امی جان کو زوہا کی شادی اتنی ہی جلدی ہے تو زاہد بھائی سے کر دیں کیا ہوا جو وہ طلاق یافتہ ہیں...... ہیں تو بہت اچھے عزت کرنے والے زوہا کو تو مہارانی بنا کر رکھیں گے، آپ کی پشتوں کی لڑکیوں نے ایسی راج دھانی نہ دیکھی ہو گی۔ لڑکیاں رشک کریں گی زوہا کی قسمت پر اور پھر اب تو انہوں نے زوہا کے لیے ڈیفنس میں کوٹھی بھی بک کروا دی ہے۔ نکاح ہوتے ہی کوٹھی اس کے نام کر دیں گے باسط۔ امی کو سمجھائیے یہ تو ہماری خوش بختی ہو گی کہ زاہد بھائی زوہا سے شادی کریں گے۔"

دھڑکتے دل کے ساتھ مونا نے حد کر دی تھی زاہد کی حمایت کی، اب مونا کو زاہد سے خود اپنی ذات کے لیے خطرہ ہو گیا تھا کیونکہ اس نے دھمکی دے دی تھی کہ اگر زوہا نہیں تو خود مونا کو باسط سے طلاق لے کر اس سے شادی کرنا پڑے گی اور یہ ناممکن تھا کیونکہ وہ باسط تک کو چھوڑ سکتی تھی مگر اپنے پھول جیسے بچوں سے دست بردار نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ باسط ایسی صورت میں بچے ہرگز اسے نہ دیتا اور دوسرے وہ زاہد کی گندی نظروں سے اپنی بیٹیوں کو بچانا چاہتی تھی، اسی لیے تو خود غرض بنی وہ زوہا کی قربانی دے دینا چاہتی تھی مگر راشدہ بھی ماں تھیں وہ زوہا کو قربان کیسے کر سکتی تھیں ہر چند کہ وہ زاہد اور مونا کی کہانی کو نہیں جانتی تھیں مگر پھر بھی

وہ زوہا کو ہرگز زاہد سے نہیں بیاہ سکتی تھیں۔

"میں مانتا ہوں مونا، ہر بات مانتا ہوں مگر امی جان کو راضی کرنا بہت مشکل ہے اور زوہا اور زاہد کا کوئی جوڑ بھی نہیں جب میرا دل ہی نہیں مانتا تو میں اپنی ماں بہن کو مجبور کیوں کروں؟"

"اُف! کیا کروں میں آپ لوگوں کے ناعاقبت اندیش دلوں کا علاج۔ اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے گنوا کر پچھتائیں گے آپ لوگ!!"

جیسے انکار ہو رہا تھا مونا کو پھر اپنے گلے میں پھندا نظر آ رہا تھا یا پھر اپنی معصوم بیٹی......

نہیں! میں زاہد کی جان لے لوں گی اگر اس نے میری معصوم بیٹی پر نظر بھی ڈالی تو......

مونا لرز گئی کیونکہ رات ہی تو زاہد باسط کی عدم موجودگی میں آیا تھا اور زوہا نہ ملنے کی صورت میں اس نے بڑی غلیظ سی نظر اس کی تیرہ سالہ معصوم بیٹی اُجالا پر ڈالی تھی مگر بولا کچھ نہیں تھا اور مونا اس کی نظر کا خلاصہ سمجھ گئی تھی اور تھرا اُٹھی تھی...... شادی سے اب تک یہ ہی ایک معاملہ تھا جس میں باسط نے اس کی بات نہیں مانی تھی ورنہ تو وہ اس کی ہر بات پر آنکھ بند کر کے اعتبار کر لیا کرتا تھا...... مونا بری طرح بپھر گئی تھی اس کی تو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اب کیا کرے۔ ان ہی دنوں میں زاہد کو فائنل جواب دینا تھا اور انکار مونا کر نہیں سکتی تھی کیونکہ وہ اتنا کچھ لے کر کھا چکی تھی کہ وہ واپس کرنے کی طاقت نہیں رکھتی تھی اور دوسری طرف انکار کی صورت میں باسط سے طلاق یا اجالا کی قربانی! نہیں...... میں مر جاؤں گی مگر اپنی کلیوں جیسی بیٹی کو اس درندے کے حوالے نہیں کروں گی۔ خواہ اس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے...... کچھ بھی!!

اس نے جانے دل میں کیا ٹھانی اور اُٹھ کر زوہا کے پاس آ گئی جو اپنے اسائنمنٹ بنا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر پین بند کر کے ایک طرف رکھ کر وہ مونا کی طرف مڑی جو ہاتھوں کو آپس میں جکڑے بڑی مشکل اور اور کشمکش میں نظر آ رہی تھی زوہا جانتی تھی کہ وہ کیوں پریشان ہے۔

"کیا بات ہے بھابی! آپ اتنی پریشان کیوں ہیں؟" زوہا نے تو محض پوچھا ہی تھا مگر مونا نے حد کر دی اور اس کے پاؤں پکڑ کر بیٹھ گئی۔ زوہا بری طرح گھبرا گئی اور مونا کے ہاتھ ہٹا کر کھڑی ہو گئی۔

"بھا...... بھابی یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو...... کیوں ایسا کر رہی ہیں!!"

"زوہا! زوہا میں جانتی ہوں تم بے حد اچھی لڑکی ہو بہت نیک ہو اچھی سیرت کی ہو اسی لیے...... اسی لیے میں نے تمہارے لیے ایک اچھا فیصلہ کیا اور امی اور باسط نے مجھے غلط سمجھنا شروع کر دیا...... اور یقیناً تم بھی سمجھ رہی ہو گی...... ہے ناں ہے ناں تم سب ہی مجھے غلط سمجھ رہے ہو ناں؟"

مونا بھرپور ایکٹنگ کر رہی تھی تا کہ زوہا جیسی نرم دل لڑکی مان جائے زوہا کو بہت حیرت ہو رہی تھی کہ ہمیشہ جوتے کی نوک پر رکھنے والی بھابی آج اس طرح کی باتیں کیوں کر رہی ہے، اس نے اس کو شانوں سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا اور پانی کا گلاس اس کے ہاتھ میں دے کر خود نیچے کارپٹ پر اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ کر کچھ دیر اسے دیکھتی رہی۔

"آپ نے میرے لیے اتنے اچھے کمنٹس دیئے شکریہ بھابی...... جہاں تک غلط یا درست کا سوال ہے تو کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ کوئی بہت اچھا انسان بہت غلط بات کہہ جاتا ہے اور کبھی کبھی کوئی بہت برا انسان بہت اچھی بات کہہ جاتا ہے...... خیر یہ الگ فلسفہ ہے فی الحال آپ اس قدر بدحواس کیوں ہو رہی ہیں؟ اگر زاہد والی بات ہی ہے تو...... تو اس کا جواب امی اور بھائی آپ کو بارہا دے چکے ہیں میں دونوں کے حکم سے باہر نہیں ہوں۔" زوہا جانتی تھی وہ یہ ہی کہنے آئی ہیں۔

"زوہا پلیز! میرا یقین کرو زاہد بھائی بے حد اچھے انسان ہیں پلیز تم۔ تم مان جاؤ۔ اگر تم مان جاؤ گی ناں، خود اپنے منہ سے کہہ دو گی ناں کہ تم! تم زاہد سے شادی کرنا چاہتی ہو تو دونوں کو اعتراض نہیں ہو گا۔ پلیز تم ایک بار کہہ دو کہ تم زاہد سے شادی کرنا چاہتی ہو، دیکھنا تم ہمیشہ خوش رہو گی۔ میں تمہارے پاؤں اس وقت تک......"

مونا گھگھیا رہی تھی، وہ کسی بھی قیمت پر زوہا کی ہاں چاہتی تھی۔ وہ زوہا کو قربان کر کے خود کو قربان کر کے اپنی بیٹی کو بچانا چاہتی تھی اور اگر زوہا کو یہ بات معلوم ہوتی تو وہ ہنستے ہنستے خود کو بھینٹ چڑھا دیتی مگر وہ اندر کی تنہائی نہیں جانتی تھی۔ یوں بھی وہ اپنی ماں کے حکم کے خلاف ایک قدم بھی اُٹھانا گناہ سمجھتی تھی اس لیے اس نے اطمینان سے اس کی بات سنی اور پھر مونا کے ہاتھ اپنے پیروں پر سے الگ کر دیے۔

"کوئی بھی اولاد ماں کی ناراضگی سے، خفگی سے نافرمانی سے اپنی خوشی کے چراغ روشن

نہیں کر سکتی۔ دوسری بات یہ کہ آپ زاہد کی اتنی طرف داری کیوں کر رہی ہیں، کیوں اس شخص کی خاطر اپنا کردار بھی خراب کر رہی ہیں، بھائی اور امی کی ناراضگی بھی مول لے رہی ہیں اور......" ابھی زوہا کا جملہ ادھورا ہی تھا کہ مونا کے شاطر دماغ نے ایک اور مشورہ دیا۔ اس کے ہاتھ فروٹ کے ساتھ رکھی چھری پر گئے اور جلدی سے اُٹھا کر چھری اپنی گردن پر رکھ لی۔ زوہا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ فوری طور پر وہ کیا کرے۔ بے شمار فلموں میں ایسے دیکھے گئے سینز کی نقل کرتے ہوئے مونا بھرپور ایکٹنگ کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ سانس تیزی سے چل رہی تھی آنکھیں پھیل رہی تھیں، نتھنے بری طرح پھیل اور سکڑ رہے تھے۔ زوہا چیخنا چاہتی تھی مگر آواز حلق میں پھنس گئی تھی۔

"بھا۔ بھا۔ بھابی! یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔ خدا کے لیے مت کریں!!"

زوہا لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی اسے پسینہ آ رہا تھا کہ اگر واقعی مونا نے خودکشی کر لی تو بھائی تو اسے ساری زندگی معاف نہیں کریں گے۔ بچے الگ رُل جائیں گے، مونا بڑی مکاری سے زوہا کے چہرے کو پڑھ رہی تھی۔

"خبردار! خبردار میرے قریب نہ آنا میں خودکشی کر لوں گی اور۔ اور تم لوگوں پر الزام آئے گا کہ بہو کو مار ڈالا۔ ساری عمر، ساری عمر تمہارا بھائی عدالتوں کے چکر لگائے گا تمہاری ماں کو نہ دن کا سکون نصیب ہوگا نہ رات کی نیند اور تم! تم تو اسی دہلیز پر بوڑھی ہو جاؤ گی۔ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر باپ بھائی کی دہلیز پر دم توڑ دو گی، میرا بے گناہ خون رنگ لائے گا اور۔ اور تم لوگ برباد ہو جاؤ گے۔ میرے معصوم بچے تم لوگوں کو ہرگز معاف نہیں کریں گے، قطعی نہیں۔ میں بری ہوں تو میں اپنا وجود ہی ختم کر ڈالتی ہوں۔" مونا نے کمال ہوشیاری سے چھری کی نوک گردن کی اوپری سطح پر اس طرح لگائی کہ خون نکلنے لگا زوہا چیخنے لگی، بری طرح رونے لگی۔

"نہیں! بھابی خدا کے لیے ایسا مت کریں، پلیز ایسا مت کریں خودکشی حرام ہے ایسا مت کریں۔ ہم سب لوگ ختم ہو جائیں گے پلیز ہمارا نہیں تو اپنے بچوں کا خیال کریں، ماں کے بغیر بچے برباد ہو جاتے ہیں۔"

زوہا بری طرح رو رہی تھی اور مونا کو لوہا گرم نظر آ رہا تھا۔

"ارے مت ٹسوے بہاؤ۔ تم ماں بیٹی تو چاہتی ہی یہ ہو کہ میں اس گھر میں نہ رہوں۔ تو خوش ہو جاؤ بہانہ مل گیا ہے تم لوگوں کو مجھ سے چھٹکارہ پانے کا۔ ارے جب اس گھر میں میری رتی برابر عزت نہیں کہ میں کوئی فیصلہ کر سکوں تو مجھے اپنی زندگی نہیں چاہیے۔ معذور اور بے کس زندگی۔ میرے معصوم بچے رو دھو کر چپ ہو جائیں گے۔ صابر ماں کی اولاد ہیں فکر نہ کرو، کچھ نہیں کریں گے، صبر کر لیں گے مگر میں اب زاہد کے سامنے شرمندہ نہیں ہو سکتی۔ میں نے تو اپنے رشتے کے مان کے ساتھ زاہد بھائی سے تمہارے رشتے کی بات کی تھی۔ مگر مجھے کیا خبر تھی کہ اس گھر میں میری کوئی حیثیت ہی نہیں اور جب زندگی میں حیثیت ہی نہیں تو جینے سے فائدہ؟ میں...... میں!!"

مونا کو تکلیف تو ہو رہی تھی مگر ایکٹنگ میں جان ڈالنے کے لیے تکلیف برداشت تو کرنا پڑتی ہی ہے۔ زوہا تیزی سے آگے بڑھی اس نے دل ہی دل میں قربانی دینے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ وہ مونا کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی نہ ہی بھائی کا گھر برباد کر سکتی تھی۔ آخر شادی تو ایک نہ ایک دن کسی نہ کسی سے ہونی ہی ہے، تو مونا کی بات کیوں نہ مان لی جائے! لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ مونا زاہد کے رشتے کو اپنی انا کا مسئلہ کیوں بنا رہی ہے آگے بڑھ کر بڑی جرأت سے اس نے مونا کے ہاتھ سے چھری چھین لی۔ تو مونا نے پھرتی سے چھری چھین کر زوہا پر تان دی۔

"ٹھیک ہے، تمہارا ہی جھگڑا ہے ناں؟ تو آج میں تمہارا ہی قصہ پاک کرتی ہوں تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ تم لوگوں کو میری عزت کی پرواہ نہیں تو مجھے بھی کسی کی پرواہ نہیں، ختم کر دوں گی میں تمہیں تا کہ زاہد کو کہہ سکوں وہ مر گئی ہے۔ ہاں۔ ہاں! اس طرح میں بچ جاؤں گی۔ مار دیتی ہوں تمہیں۔"

مونا کے سر پر خون سوار تھا۔ ڈرامہ کرتے کرتے اندر کے خوف اور جنون نے اسے یہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ زوہا اگر نہیں ہوگی تو وہ زاہد کو نہ تو کھایا ہوا پیسہ لٹانے کی پابند ہوگی اور نہ ہی اسے باسط سے طلاق لینی پڑے گی، نہ ہی زاہد کی گندی نظر اس کی معصوم بیٹی پر پڑے گی۔ سونا سدا کی خود غرض رہی تھی اسے ہمیشہ ہی اپنا مفاد عزیز رہا تھا۔ اب وہ اپنے مفاد کی خاطر اپنے بچاؤ کے لیے زوہا کو قربان بھی کر سکتی تھی۔ اس وقت اس پر جنون سوار تھا اس

نے خوف سے کانپتی زوہا کو دھکا دے کر نیچے گرایا اور پھر اس کے قریب بیٹھ کر اس کے گلے پر چھری رکھ دی۔ تو پل بھر کو زوہا خود کو موت کی وادی میں اُترتا ہوا محسوس کرنے لگی۔ خنکی کے باوجود وہ پسینے میں نہا گئی۔ وہ چیخ کر اپنی ماں، بھائی کو بلانا چاہتی تھی مگر آواز اندر ہی دم توڑ گئی۔

"یا اللہ مدد!" خوف زدہ لبوں پر یہ دعا آ گئی۔ مونا نے تیز دار چھری کا دباؤ ڈالا تو وہ بری طرح چیخ پڑی۔

"ہاں بھابی! میں۔ میں زاہد کے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تیار ہوں، میں امی کے سامنے کہہ دوں گی کہ میں زاہد سے شادی کرنا چاہتی ہوں، کہہ دوں گی کہ میں۔ میں!!" اس سے آگے وہ بول نہ پائی۔ مونا یوں خوش ہوئی گویا قارون کا خزانہ مل گیا ہو، اس نے چھری پیچھے کر لی تو زوہا کی جان میں جان تو آ گئی مگر پھر بھی وہ موت کو سر پر کھڑا دیکھ کر ابھی تک خوف زدہ تھی۔

"ہوں! یہ فیصلہ نہ صرف تمہارے بلکہ سب کے لیے بہتر ہوگا۔ دیکھ لیا ناں جان کتنی پیاری ہوتی ہے۔ جب میں نے چھری اپنی گردن پر رکھی، خون بھی نکل آیا اس وقت تو تمہیں خیال نہیں آیا کہ زاہد سے شادی کے لیے ہاں کہہ دوں۔ جب اپنی جان پر بنی تو فٹ سے زاہد کے ساتھ شادی کے لیے تیار ہو گئیں۔ بہت پیاری ہوتی ہے ناں یہ جان!" عجیب مکروہ انداز میں بولتے ہوئے مونا نے چھری زوہا کی آنکھوں کے سامنے لہرائی جیسے قصائی بکرے کے سامنے لہراتا ہے زوہا کے تو حواس ہی جواب دے گئے تھے نہ حواس ساتھ دے رہے تھے نہ ہی زبان میں طاقت تھی۔ اس نے جھٹ اپنا رویہ اور انداز بدلا اور محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، ماتھا چوما اور اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

"کتنی خوبصورت ہو تم! اُجالا تو بالکل تم پر پڑی ہے اسی لیے یہ زاہد، کمینہ، خبیث میری معصوم بچی پر نظر رکھتا ہے۔ جان نکال دوں گی لیکن اب اس کی ضرورت نہیں پڑے گی تم نے جو ہاں کہہ دی ہے۔ شاباش۔ تھینک یو جان! تھینکس تم نے بہت بڑی قربانی دی ہے لیکن دیکھنا ہمیشہ خوش رہو گی اس کے ساتھ۔ بہت خوش! زاہد بہت اچھا آدمی ہے۔ ہے ناں!"

وہ اس کی ٹھوڑی اوپر کیے پُراسرار انداز میں سرگوشی کے انداز میں بول رہی تھی، پسینے

میں شرابور خوف سے پھٹی آنکھوں سے زوہا کی جان نکل رہی تھی۔ مونا ایک بری بہو اور بری بھابی ہے لیکن ایک بری عورت بھی ہے۔ یہ راز آج ہی کھلا تھا اس پر، وہ اس سے اس کی حرکت سے اس کی باتوں سے، بہت خوف زدہ ہو گئی تھی۔ اس نے بمشکل بولنے کی کوشش کی۔

"جج۔ جج بھابی!!" زوہا کا سارا وجود سرد ہو رہا تھا، نبض بس چل رہی تھی ورنہ دھڑکنیں تو ڈوب چکی تھیں خوف کے سمندر میں۔ اس کی بات پر مونا نے قہقہہ لگایا۔

"شاباش! تم جتنی احمق اور فرمانبردار ہو ناں اس سے مجھے اسی بات کی توقع تھی مگر یہ جو تمہاری چہیتی ماں اور بھیا ہیں ناں! وہ نہیں مانیں گے اور جب نہیں مانیں گے تو تم کیا کرو گی۔ ہاں بتاؤ کیا کرو گی! پھر انکار تو کرنا پڑے گا ناں زاہد بھائی کے سامنے۔ ہیں۔ بتاؤ ناں کیا کرو گی تم! کوئی ہے طریقہ ان دونوں کو منانے کا تمہارے پاس!!"

مونا اپنے مفاد میں پاگل ہو چکی تھی وہ خوف اور دہشت زوہا کی رگوں میں اس طرح بھر دینا چاہتی تھی کہ وہ بات منوانے کے لیے ماں اور بھائی کے سامنے ڈٹ جائے اور اس کوشش میں وہ کامیاب ہونے جا رہی تھی۔ زوہا نے گہرا سانس لیا اور اٹھنے کی کوشش میں پھر گرنے لگی تو مونا نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا۔

"بسم اللہ! میں صدقے میں قربان۔ میں تمہیں گرنے دیتی ہوں، اٹھو شاباش! میرے شانے پر ہاتھ رکھو اٹھو۔ شاباش، ہوں۔ ایسے!" پھر مونا نے زوہا کو پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا پانی پلایا اور سیب کی قاشیں کاٹ کاٹ کر زبردستی اسے کھلانے لگی اور وہ اسے خوف زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے روبوٹ کے انداز میں کھائے گئی۔

"ہوں! شاباش! ارے میری نند تو بہت اچھی ہے، ایسی نند تو کسی کی نہیں ہوگی چلو اب بتاؤ اگر امی جان اور باسط نہیں مانیں گے تو تم ان کو کیسے مناؤ گی۔ ہیں کیسے مناؤ گی؟"

وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامے پوچھ رہی تھی زوہا کو وہ اس وقت ڈراؤنی فلموں کی کوئی چڑیل لگ رہی تھی وہ کچھ سوچتی رہی۔

"بتاؤ ناں زوہا جان! کیسے مناؤ گی؟ منا لو گی ناں!"

"وہ جج...... جج! میں منا لوں گی آ...... آپ فکر نہ کریں بھابی۔"

زوہا خوف سے پیچھے ہٹ گئی تو مونا نے اسے اٹھنے دیا۔

"اچھا! تو چلو جاؤ ابھی جا کر امی سے کہہ دو کہ تم زاہد سے شادی کرنے پر تیار ہو، تم زاہد کو پسند کرتی ہو اور......!!"

"جج...... جی میں...... میں کہہ لوں گی جو کہنا ہوگا۔" زوہا اس وقت اس کے چنگل سے نکل کر بھاگ جانا چاہتی تھی وہ ننگے پاؤں دروازے کی طرف بڑھی۔

"اوں! ایسے نہیں جانا۔ اتنی بدحواس ہو کر جاؤ گی تو امی جان کیا سمجھیں گی۔ یہاں آؤ، جوتا پہنو، بال درست کرو اور حواس بحال کر کے جاؤ۔"

اور مونا نے خود اسے جوتا پہنایا اس کے بال درست کیے اور خود اسے راشدہ کے کمرے تک چھوڑ کر چلی گئی۔ زوہا کا ضبط جواب دے گیا، اس کا جی چاہا ماں سے لپٹ کر سارا دکھ ان کی گود میں ڈال دے مگر وہ مونا سے بہت خوف زدہ ہو چکی تھی اس نے آنکھیں بند کیں اور راشدہ کے قریب بیٹھ کر بولی۔

"امی جان! میں زاہد کے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"چٹاخ" کمرے کی فضا میں ماں کا ہاتھ بلند ہوا اور بیٹی کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔

"زوہا!"

☆=====☆=====☆

وہ لاکھ بے حس ہو جاتی اپنے دل میں اپنے خوابوں کا شہر آباد کر لیتی، ساعتوں کے گرد قلعہ تعمیر کر دیتی مگر رگوں میں دوڑتا خون کبھی بھی اتنا منجمد نہیں ہو سکتا کہ اپنے کسی خون کے تعلق کی موت یا بربادی یا بیماری کا سن کر زیادہ نہیں تو لمحہ بھر کے لیے بھی نہ رکے، نہ تڑپے ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ یہ ہی حال اس وقت ماہم کا ہوا تھا جب بھائی نے فون پر بتایا کہ فہد کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے تو یہ جملہ اس کی سانسوں کو بریک کرتا چلا گیا۔ کچھ دیر کے لیے اسے یاد ہی نہ رہا کہ وہ اس وقت دلہن بنی ہوئی ہے اس کا ولیمہ ہو رہا ہے اور وہ اپنے پسندیدہ آئیڈیل شوہر کے ساتھ بیٹھی ہے۔ خود غرضی کے اصول کے تحت تو اسے کسی کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ وہ ثبوت دے بھی چکی تھی۔ مگر فہد صرف اس کا کزن ہوتا تو شاید پھر بھی وہ اتنی اہمیت نہ دیتی مگر فہد تو وہ شخص تھا جس نے اس کے دل کے تاروں کو چھیڑ کر محبت کا گیت چھیڑا تھا۔ احساس کی دنیا میں اس گیت کی گونج نے محبت کو اس کی روح تک پہنچا دیا تھا۔ آج وہ محض

اس کی وجہ سے موت و زندگی کی دہلیز پر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ بھاگ جانا چاہتی تھی ابھی اور اسی وقت فہد کو دیکھنا چاہتی تھی جو صرف اسی کے لیے جیتا اور اسی کے لیے مرتا تھا اور اس نے پلٹ کر اس کے جذبوں پر ہاں کی مہر ثبت نہ کی تھی۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی فہد کی اولین تمنا تھی، کتنے خواب دیکھے تھے اس کے ساتھ زندگی بتانے کے، مگر اس نے اس کے خوابوں کی کلیوں کو اپنی خود غرضی کے قدموں تلے کچل کچل دیا تھا تو وہ اپنے خوابوں کا خون کیسے دیکھتا۔ آئی سی یو میں جا پڑا۔ وہ چیخنا چاہتی تھی، رونا چاہتی تھی۔ فہد...... فہد پکار کر اس کے پاس جانا چاہتی تھی۔

"بیگم صاحبہ! کیا ہوا ہے، کیوں بدحواس ہو کر منہ کھولے بیٹھی ہیں۔ لوگ آپ ہی کو دیکھ رہے ہیں۔"

عامر نے جھک کر گرا ہوا موبائل اٹھایا اور تیز لہجے کی دھار ماہم کو حقیقت کی دنیا میں واپس لے آئی کہ فہد کے لیے رونے دھونے چیخنے چلانے یا اس کے لیے پریشان ہونے کے تمام حقوق وہ نکاح نامے پر دستخط کرتے ہی گنوا بیٹھی تھی۔ عامر کے ٹوکنے پر وہ حواسوں کی دنیا میں لوٹی تو خود کو عامر کے پہلو میں اسٹیج پر بیٹھے پایا۔

"کوئی خاص بات ہوئی ہے ماہم!" عامر اس کی طرف جھکا پوچھ رہا تھا اس کے حلق میں کانٹے سے پڑنے لگے، آنکھوں میں شدید جلن ہونے لگی یوں جیسے آنکھوں کے نگر میں آگ لگ گئی ہو شعلے نکل رہے ہوں۔ اس کے ہونٹ ضبط کی سرحد کے پار کھڑے تھرتھرا رہے تھے۔ دل کا کرب چھپانے کی کوشش میں لرز رہے تھے۔ مگر وہ جانتی تھی کہ فہد اس کا ماضی اور عامر اس کا حال اور مستقبل تھا۔ اسی مستقبل کو پانے کے لیے تو اس نے بہت بڑی قربانی دی تھی۔ تو اب وہ کنارے پر پہنچ کر کیسے ضبط کے چپو چھوڑ کر خود کو طوفان کے حوالے کر دیتی۔ لہٰذا جذباتی ریلے کو بڑی دیدہ دلیری سے روکا، ہونٹوں کی لرزش بند ہونے لگی۔

"نہیں! کچھ خاص بات نہیں۔" حلق میں پڑی برف کی سل کو کمال بہادری سے اس نے ہٹایا اور ایک چھوٹا سا جملہ برآمد ہوا۔ قیامت تو بذاتِ خود یہ جملہ تھا کہ اس کے اندر کی دنیا ہی لٹ گئی تھی۔ سب کچھ جل کر خاکستر ہو گیا تھا اور وہ کہہ رہی تھی کہ کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ اور اگر ایسا ہی تھا کوئی خاص بات نہیں تھی تو پلکوں کی اوٹ میں چھپے بے شمار آنسو اس

کے ٹشو میں جذب ہو گئے۔

"پھر بھی خاص نہ سہی کوئی معمولی عام سی بات ہی سہی۔ ہوئی تو سہی ناں! بتانا نہیں چاہتی ہو یا پھر؟" عامر نے ایک تیر پھر اچھالا اور نظریں آنے والے مہمانوں پر جما دیں وہ بدگمانی کی دھند میں کھڑا ہوا اور اس سے بدگمان ہو جائے ایسا تو ماہم ہرگز برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"نہیں عامر! ایسی بھی بات نہیں، وہ بھائی کا فون تھا کہہ رہے تھے کہ ہم سب آنے کے لیے تیار تھے مگر اچانک ہی فہد کی طبیعت خراب ہو گئی تو اسے ہاسپٹل لے جانا پڑا اور اس وقت وہ آئی سی یو میں ہے، اس لیے وہ نہیں آئے۔"

اس نے لہجے کو نارمل بناتے ہوئے کہا۔ کہیں عامر اس کے لہجے کی کپکپاہٹ کے راستے اس کے دل کے راز نہ جان لے۔

"ہوں! ایک انسان کو اس وقت آئی سی یو میں لے جایا جاتا ہے بیگم صاحبہ! جب اس کی زندگی موت کے شکنجے میں آ جاتی ہے اور آپ فرما رہی ہیں کہ کوئی خاص بات نہیں۔ آپ کے اس رویے سے مجھے فکر لاحق ہو گئی ہے کہ اگر میں بھی I.C.U میں چلا گیا تو آپ میرے لواحقین سے کہہ رہی ہوں گی "نہیں کوئی خاص بات نہیں۔"

اگر ماہم پر خود غرضی، نفس پرستی کی برف نہ جم چکی ہوتی تو اس تیر سے ختم ہو جاتی ہے مگر اس وقت وہ وہاں تھی جہاں اس کی اپنی آواز بھی اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی تھی تو کسی اور کی کیسے پہنچ سکتی تھی۔

"نہیں! خدا نہ کرے کبھی ایسا ہو، میں تو مر جاؤں گی۔" فہد کے لیے پانی جمع ہوا تھا عامر کی بات کی آڑ لے کر اس کے رخساروں پر پھیل گیا تو ماہم کا خیال تھا کہ وہ عامر کو اپنی بے پایاں محبت کا یقین دلانا چاہتی تھی مگر اس کے اس یقین کو عامر نے ایک طنزیہ مسکراہٹ کی پھونک سے اُڑا دیا۔

"ہیں! واقعی ایسا ہی ہے کہ آپ مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہیں یا یہ کہ میرے مرنے کے بعد آپ کی پُر ٹھاٹھ زندگی بھی ختم ہو جائے گی۔"

"جی!" ماہم ایسے چونکی جیسے رنگے ہاتھوں چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی ہو۔

"کچھ نہیں یہ بتاؤ فہد کو ہوا کیا ہے۔" عامر بھی اس کی بات کے پیچھے ہی پڑ گیا تھا ماہم دھیرے سے سوچ کر رہ گئی وہ چڑنے سی لگی۔

"وہ! بھائی بتا رہے تھے کہ نروس بریک ڈاؤن ہے۔"

"واٹ! نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے اور تم کہہ رہی ہو کوئی خاص بات نہیں وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے اور تم کہہ رہی ہو۔ اوہ خدایا۔"

عامر اس کی بات پر اس طرح چونکا اور ماہم کے لیے اس کے دل میں مزید چڑ پیدا ہو گئی۔ وہ اسے خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ ماہم کتنی کمزور اور سطحی لڑکی ہے مگر پھر بھی وہ اسے اپنا بیٹھا تھا کیوں؟ یہ راز خود اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لیکن شاید تقدیر کا ایک دوسرے کے ذریعے سزا یا ہدایت دینے کا فیصلہ ہو۔ کچھ بھی تھا پل بھر کے لیے اسے ماہم سے نفرت سی محسوس ہوئی تھی وہیں ماہم اس عجیب سے شخص کو دیکھ کر رہ گئی جو پل میں کچھ کا کچھ بن جاتا۔

"ہونہہ! احمق ہے فہد بلبلے سے محبت کرتا ہے۔"

عامر نے کی تو سرگوشی تھی مگر ماہم نے نہ صرف سن لیا تھا بلکہ اس کی بات کا مطلب بھی جان گئی تھی وہ عجیب مشکل میں آ گئی تھی خود اس کے نزدیک تو اس نے کوئی غلط حرکت نہیں کی کہ سب لوگ اتنا ناراض ہیں اور فہد بیمار پڑ گیا ہے۔

"فہد! اتنا جذباتی ہوگا یہ تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ احمق! سب لوگ مجھے اب چین سے جینے نہیں دیں گے۔" اسے فہد کا دکھ ہو رہا تھا عامر کی باتوں پر غصہ آ رہا تھا یا مل جانے والی زندگی کے کھو جانے کا خوف محسوس ہو رہا تھا۔ مختلف خیالات کی آماجگاہ بنے دل و دماغ کے ساتھ وہ خالی نظروں سے سب کچھ ہوتا دیکھ رہی تھی اور جب ہائی کلاس کے لوگ اسے عامر بیگم کے حوالے سے عزت دے رہے تھے، قیمتی تحائف دے رہے تھے تو زیادہ دیر نہیں لگی اسے اپنے گھر والوں کے نہ آنے کا دکھ بھلاتے اور فہد کی بیماری کا درد چھپاتے وہ بیگمات کی طرح سہل سہل کر قدم اٹھاتی عامر کے بازو میں ہاتھ رکھے مہمانوں سے ملتے ہوئے وہ ظاہر بھی یہ ہی کر رہی تھی کہ وہ اسی دنیا کی باسی ہے کہیں باہر سے نہیں آئی۔

فہد کی حالت اُب خطرے سے باہر تھی تاہم وہ گم صم سایوں جیسے اس کی آواز کے پاس الفاظ نہ ہوں اس کی آنکھوں کے خوابوں کا کینوس اُجڑ چکا تھا سارے رنگ بہہ چکے تھے وہ

بس خالی خالی آنکھوں سے خلاؤں میں گھورتا رہتا۔ سب ہی کے دلوں میں ماہم کے لیے غصہ اور نفرت بھری ہوئی تھی خاص طور پر نفیسہ بیگم کو بہت صدمہ تھا کہ فہد جس کو وہ بڑے پیار سے ارمان سے دیکھا کرتی کہ وہ نہ صرف ان کا بھانجا تھا بلکہ ان بے حد عزیز تھا تب ہی تو انہوں نے اپنی سب سے پیاری اور عزیز بیٹی ماہم کو اس کی دلہن بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ان کا یہ فیصلہ خاندان بھر کی خوشی بن کر آنکھوں کی قندیلیں بن کر ساری زندگی کو روشن کر گیا تھا مگر اب یوں لگتا تھا جیسے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ خوشی جیسے روٹھ سی گئی تھی۔ ماہم عامر کے ساتھ فہد کو دیکھنے آئی تھی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اس کی کہ وہ اس کا سامنا کیسے کر پائے گی مگر پہلے تو اسے سب کے سرد رویے نے ویلکم کہا تو اسے ندامت کی بجائے غصہ آنے لگا کہ اس نے پسند کی شادی کی ہے کوئی ایسا جرم نہیں کیا جو معاف نہ کیا جا سکے۔ وہ خوبصورت سی نفیس سی ساڑھی میں ملبوس میچنگ جیولری پہنے فل میک اپ میں ہاسپٹل آئی تو باقی سب نے رسمی انداز میں سلام دعا کی بزرگوں نے اوپری دل سے دعائیں بھی دیں مگر سب کا کھوکھلا پن وہ محسوس کر رہی تھی اور عامر کے سامنے شرمندہ ہو رہی تھی جب کہ عامر سب سے خوب گھل مل کر بات کر رہا تھا۔

"آداب امی جان۔" امی کا سخت خفا چہرہ دیکھنے کے لیے لمحہ بھر کو وہ رکی، انہوں نے ایک خفا سی نظر ماہم پر ڈالی اور بے دلی سے ساتھ لگایا اور عامر کے شانے پر ہاتھ پھیر کر سلام کیا ماہم کو امی کے رویے سے گھٹن ہونے لگی یہ وہ امی تھیں کہ جن کے پیار کرنے کا انداز تو غیروں کو بھی اپنا بنا لیتا تھا تو اپنی اولاد کے لیے تو وہ اپنی محبت اپنی ممتا کے خزانے لٹا دیا کرتیں تو دنیا کا سارا پیار ساری محبت ہیچ نظر آتی۔ اس کا جی تو چاہا کہ امی سے شکوہ کرے روئے کہ میں نے کیا گناہ کر دیا ہے جس کی آپ لوگ سزا دے رہے ہیں مگر عامر ساتھ تھا وہ کوئی ایسی بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"تائی جان! فہد اب کیسا ہے بہت پریشانی ہوئی اس کی طبیعت کا سن کر۔" رسمی سے الفاظ سب کو اور غصہ دلا رہے تھے جیسے فہد صرف اس کا کزن ہی ہو اور کچھ نہ ہو۔

"ہاں! بیٹا ٹھیک ہے اب بس اللہ نے زندگی بخش دی ورنہ کوئی حال نہیں تھا میرے بچے کا۔"

فہد کی حالت بیان کرتے ہوئے تائی جان رو دیں تو وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"کون سے روم میں ہے فہد میں دیکھنے جاؤں۔" اس نے جانے کس خوف سے ڈرتے ڈرتے پوچھا تو تائی جان اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئیں تا کہ اسے اس کے روم تک لے جائیں۔

"تم! فہد کو دیکھنے نہیں جا سکتیں۔" اس کی اپنی امی کی آواز نے اس کے قدم پکڑ لیے۔

"مم...... مم مگر کیوں امی جان!" اس نے حیرت سے امی کو دیکھا وہ بہت کچھ کہنا چاہ رہی تھی یا دوسرے الفاظ میں کچھ سنانا چاہ رہی تھی مگر پھر عامر پر نظر پڑتے ہی چہرے کی سختی التجا میں بدل گئی۔

"اس لیے ماہم کہ میں نے تمہیں زخم لگا کر نمک چھڑکنے کی تربیت کبھی نہیں دی تمہارا فہد کے پاس جانا اس کے دیکھنا زخم پر نمک نہیں تو اور کیا ہے۔ میرے خیال میں تو تمہیں ہاسپٹل آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ فون پر حال پوچھ لیا تھا ناں تو وہی کافی تھا۔"

نفیسہ بیگم اتنی خفا تھیں کہ انہوں نے اس کے نئی نویلی دلہن ہونے کا خیال کیا نہ ہی عامر کی موجودگی کو اہمیت دی جو بظاہر موبائل پر میسج کرنے میں مصروف نظر آ رہا تھا مگر اس کا سارا دھیان خواتین کی باتوں کی طرف تھا۔ ماہم کی بری حالت ہونے لگی حد ہو گئی تھی، اس کے شوہر وہ بھی اتنے امیر کبیر شوہر کی موجودگی کا خیال بھی نہیں رکھا جا رہا تھا اور اسے کھری کھری سنائی جا رہی تھیں اسے امی پر غصہ آ گیا اس نے ان کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر انہوں نے شدید غصے میں جھٹک دیا۔

"امی! امی جان آپ ایسی تو نہیں تھیں آپ کس گناہ کس جرم کی سزا دے رہی ہیں مجھے کہ میرے شوہر کو پوچھنے کی بجائے آپ اس کے سامنے میری انسلٹ کر رہی ہیں کیا سوچیں گے عامر۔"

آنسوؤں سے بھیگی اس کی گھٹی گھٹی سی سرگوشی عامر کو صاف سنائی دے رہی تھی۔ اسی لیے وہ دانستہ طور پر وہاں سے ہٹ گیا۔

"دیکھا! دیکھا امی آپ نے عامر خفا ہو گئے ہیں آخر آپ لوگ مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتے وہ گناہ وہ جرم جو میں نے کیا ہی نہیں۔ کس جرم کی سزا دے رہے ہیں آپ لوگ

مجھے اس طرح کر کے بولیے امی کیا گناہ ہے میرا؟" وہ ہاتھوں میں چہرہ دے کر شدتوں سے رونے لگی تو نفیسہ بیگم نے ایک نظر اس پر ڈالی دل کٹا ضرور مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ امی کا دل کہہ رہا تھا ماہم نے کوئی بہت بڑی بھول کر دی ہے کوئی غلط فیصلہ کر لیا ہے۔ کوئی جرم ہی کر دیا ہے عامر سے شادی کر کے جس کی اسے آج نہیں تو کل سزا ضرور ملے گی۔

"کسی کو جسمانی طور پر قتل کر دینا ہی جرم یا گناہ نہیں ہوتا ماہم، اصل قتل تو روح کا ہوتا ہے اور تم روح بلکہ روحوں کی قاتل ہو ایک نہیں کئی روحانی قتل کیے ہیں تم نے اور۔ اور اس کی سزا تمہیں مل کر رہے گی، آج جن حالوں میں فہد ہے اگر اسے کچھ ہو جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہ کر پاتی۔ میرا ہنسنے ہنسانے والا زندگی کی باتیں کرنے والا بچہ زندگی سے کٹ کر کسی خزاں رسیدہ پھول کی طرح بکھر گیا ہے تمہیں اگر اپنے شوہر کی عزت کی اتنی ہی پرواہ ہے تو مت لے کر آنا اسے ہمارے جیسے غریب لوگوں کے ہاں!!"

نفیسہ کی آواز رندھ گئی تھی انیسہ بیگم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو روکا کیونکہ عامر پھر آ رہا تھا۔

"بس کرو نفیسہ، جو ہونا تھا ہو چکا اپنی اپنی قسمت ہے جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں جس کا جہاں نصیب لکھا ہو وہیں ہوتا ہے۔"

"نہیں! تائی جان آپ بھی طعنے ماریئے بد دعائیں دیجئے مجھے، میں تو قاتلہ ہوں سب کی، روحوں کی، سنگسار کر دیجئے مجھے کہ میں نے اپنی پسند کی زندگی کی تمنا کی اور پالی، میرا خیال تھا کہ جیسے جیسے وقت گزرے گا آپ لوگ اس بات کو قبول کر لیں گے مگر میری سمجھ میں اب ایک ہی بات آتی ہے کہ آپ لوگ جلتے ہیں مجھ سے کہ مجھے ایک اچھی خوشحال زندگی کیوں مل گئی۔ جب میری اپنی سگی ماں ہی خوش نہیں تو میں کسی اور کو کیا کہہ سکتی ہوں۔ ٹھیک ہے ایسا ہے تو ایسا ہی سہی آج سے میں آپ لوگوں کے لیے مر گئی اور میرے لیے آپ سب، اب کوئی مرے یا جئے میری بلا سے میری اپنی زندگی ہے اپنا شوہر ہے معاشرے میں مقام ہے مجھے کسی کی ضرورت نہیں آج کے بعد مجھے آپ لوگ مرا ہوا تصور کریں۔ خدا حافظ۔"

ماہم نے بمشکل خود پر ضبط کیا اور سامنے سے آتے ہوئے عامر کا ہاتھ پکڑ کر تیز تیز قدموں سے جاتی ہوئی ماہم نے پلٹ کر ماں اور خالہ کو بھی نہیں دیکھا جن کا مارے دکھ کے برا حال

تھا۔

"نفیسہ! کہا تھا ناں مت کرو ایسی باتیں جو ہوا سو ہوا فہد اور ماہم کا نکاح نہیں لکھا ہوا تھا وہ کیا کرتی جہاں اس کا نکاح لکھا تھا ہو گیا اب اس طرح کرنا لکیر پیٹنے والی بات ہے جو کہ غلط ہے۔ اب وہ شوہر والی ہے ہمیں اس کے شوہر کو گھر کے دوسرے دامادوں جیسی عزت دینی چاہیے۔"

انیسہ بیگم ہمیشہ کی طرح بہن کا ہاتھ تھامے ملائمت سے سمجھاتی رہیں مگر نفیسہ کے اندر ایک آگ سی لگی ہوئی تھی ان کو نہ جانے کیوں لگتا تھا کہ ماہم کا یہ فیصلہ اسے تباہ کر دے گا وہ ماں تھیں اور ممتا کی نظر سے عامر ان کو درست آدمی نہیں لگتا تھا۔

"آپ لوگ کچھ بھی کہہ لیں آپا میرا دل مطمئن نہیں ہے نہ جانے مجھے کیوں خوف آ رہا ہے مجھے کیوں لگتا ہے کہ عامر اچھا آدمی نہیں ہے اس نے ماہم کو دھوکا دینا ہے کیوں آپا کیوں ایسا لگتا ہے مجھے۔"

وہ بڑی بہن کے شانے پر سر رکھ کر تڑپ تڑپ کر رو پڑیں۔

"اس لیے لگتا ہے نفیسہ کہ تم نے اس رشتے کو قبول ہی نہیں کیا بظاہر تو عامر میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی آگے اللہ خیر کرے ہمیں بد فال منہ سے نہیں نکالنی چاہیے۔"

ماہم نے جو کہا تھا اسے کر دکھایا اس نے ناراضگی میں اپنے گھر والوں سے کوئی تعلق نہیں رکھا وہاں سے کوئی آ جاتا یا فون کر کے حال پوچھتا تو انتہائی رکھائی سے بات کرتی اور ٹالتی، وہ یہ ہی سمجھتی تھی کہ سب لوگ اس کے گھر اور اس کی خوش حال زندگی سے جلتے ہیں آہستہ آہستہ ان لوگوں نے آنا جانا اور رابطہ کرنا چھوڑ دیا۔

"ماہم! یہ تم بہت غلط کر رہی ہو جو بھی آتا ہے تم اتنی رکھائی سے ملتی ہو وہ فریا کہہ رہی تھی کہ۔"

"بس! آپی رہنے دیں یہ فہد فریا سب لوگ جلتے ہیں میری خوشیوں سے، نہیں ملنا مجھے کسی سے مجھے کسی کی ضرورت نہیں اور آپ لوگوں کی بھی مرضی ہو تو ملیں ورنہ مجھے کوئی ضرورت نہیں کسی کی۔" اس نے انتہائی حقارت سے اپنی بڑی بہن کو دیکھا تو جبھی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے ماہم، اللہ تمہیں یہ خوشیاں نصیب کرے اور واقعی کبھی ہماری ضرورت نہ پڑے لیکن یہ ضرورت بھی بڑی عجیب ہوتی ہے جب ضرورت کے بادل چھاتے ہیں تو پتا بھی چلنا کہ۔"

"آپی! پلیز بند کریں اب یہ لیکچر مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ میرے اپنے گھر والے میری خوشیوں سے اتنا جلیں گے۔ آپ کے اصرار پر میں نے دوبارہ آنا جانا شروع کیا ورنہ امی نے تو ہاسپٹل ہی میں سارے رشتے توڑ ڈالے تھے۔ سب لوگ جلتے ہیں میری خوشیوں سے میں جا رہی ہوں اور اب نہیں آؤں گی اور کہہ دیجئے گا اس مجنوں فہد کو کہ......" وہ جیسے ہی کہتے ہوئے گھومی سامنے ہی دروازے کے بیچوں بیچ فہد کھڑا ہوا تھا بہت اداس بہت کمزور سا نہ ہونٹوں پر شوخ چھیڑتی سیٹی تھی نہ آنکھوں میں کوئی خواب نہ کوئی روشنی، لمحہ بھر کے لیے ماہم کا سارا غرور سارا غصہ ایک کسک میں بدل گیا۔ یہ ہی فہد تھا جو کبھی زندگی سے بھرپور ہوا کرتا تھا آج وہ کھنڈر بنا ہوا کسی مزار کا دھواں چھوڑتا ہوا دیا لگ رہا تھا۔ یہ وہی فہد تھا جس کی نگاہیں دھڑکنیں تیز کر دیا کرتی تھیں اب ان نگاہوں میں ویران کھنڈروں کا سا سناٹا تھا اور پھر قبل اس کے کہ وہ اس کمزور لمحے کی گرفت میں آتی اپنی حیثیت امارت کا خیال اسے جوش دینے لگا وہ اکھڑ پن سے آگے بڑھی اور اسے اگنور کر کے جانا چاہتی تھی کہ فہد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا جس کی انگلیوں میں ڈھیر ساری اور ہیرے کی انگوٹھیاں تھیں نازک کلائی سونے سے بھری ہوئی تھی جیسے بہار کے موسم میں خوش رنگ پھولوں سے ڈالیاں بھری ہوتی ہیں۔

تیری مانگ کی افشاں بن جاتا
تیری آنکھ کا تارا بن جاتا
تیرے آنچل کی کرن بن جاتا
تیرے ہونٹوں کی مسکان بن جاتا
تیرا ہی صرف تیرا ہی کہلاتا
میرا خواب گر جو وہ سچا ہو جاتا

فہد کے دل کا درد شعروں میں ڈھلا تو ماہم ڈولنے لگی مگر جلد ہی حواسوں میں آئی اور اپنی کلائی اس کے ہاتھ سے چھڑائی تو فہد بھی تلخ حقیقت کی دھوپ میں لوٹ آیا۔

"آپی سے کیوں کہتی ہو خود کہو ناں اپنے مجنوں سے جو کہنا چاہتی ہو پیام وسلام کا سلسلہ تو ختم ہو چکا جاناں۔ تم سے کوئی شکوہ نہ رہتا گر دستِ طلب پر اپنے اقرار کا سکہ رکھ جاتیں تو یہ زندگی اس سکے کی حفاظت میں گزر جاتی مگر اب...... خالی کشکول کی تنہائی اور سناٹے کے ساتھ خیر جاؤ میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا تھا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت خوش ہو۔ تم نے بالکل درست فیصلہ کیا ہے۔ مجھ سے شادی کر کے تمہیں کیا ملتا۔ پھر وہی سسکتی زندگی مگر اب تمہیں وہ زندگی مل گئی ہے۔ جو تم چاہتی تھیں جو تم نے چاہا وہ تمہیں مل گیا کتنی لکی ہو ناں ماہم تم، خوش رہو۔"

زبان و بیان پر مردانہ ضبط کی گرفت قائم رکھے اس نے حوصلے ڈوبنے نہیں دیئے تھے درد کے سمندر میں لیکن اگر وہ کچھ دیر اور ماہم کے مقابل کھڑا رہتا تو شاید آج سارے بھرم لوٹ جاتے وہ مردہ قدموں سے آگے بڑھ گیا۔

ماہم نے تمام کشتیاں جلا کر واپسی کے راستے بند کر دیئے تھے ایک محل نما کوٹھی، نوکروں کی ایک فوج، تین چار گاڑیاں ہمہ وقت موجود وہ اس سلطنت کی بے تاج ملکہ بن کر راج کر رہی تھی تمام دن وہ ملازموں پر بلاوجہ رعب جھاڑ کر اپنی حکمرانی جتاتی رہتی بلاوجہ اور بلاضرورت شاپنگ کرتی رہتی۔ عامر کی مسز کے حوالے سے بڑی بڑی تقریبات کی مہمانِ خصوصی بن کر جب وہ صدارت کی کرسی پر بیٹھی ہوتی تو مارے رشک کے خود کو بہت کچھ سمجھ رہی ہوتی۔ اب یہ بات الگ تھی کہ جس کے حوالے سے اسے یہ سب ٹھاٹھ ملے تھے وہ محاورتاً نہیں حقیقتاً اسے پاؤں کی جوتی بنا کر رکھتا وہ اس کی اوقات اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ شراب و کباب کا عادی رئیس تھا۔ شروع میں تو ماہم کو یہ سب عجیب اور برا لگا مگر پھر سوچا، اگر یہ ساری باتیں کسی دولت مند میں نہ ہوں تو پھر وہ بگڑے ہوئے رئیس زادے کا خطاب کیسے لے سکتے ہیں لیکن پھر بھی وہ کبھی کبھی اپنی اوقات کے دائرے سے نکل کر اسے شراب نوشی سے منع کرتی تو وہ اسے بری طرح دھتکار دیتا اس رات بھی وہ خوب پی رہا تھا اور اس کی طبیعت بھی بہت خراب تھی ماہم نے اس کے شوز اتارتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔

"عامی! پلیز آپ ڈرنک چھوڑیں بے شک مت مگر کم کر دیں دیکھیں تو آپ کی صحت کتنی خراب ہو رہی ہے۔"

"اوہ شٹ اَپ! تم اپنی اوقات میں رہو سمجھیں مجھے سبق پڑھانے کی ضرورت نہیں تم ہوتی کون ہو مجھے ڈرنک کرنے سے منع کرنے والی بے حیثیت لالچی گھٹیا عورت، میں تیری اوقات جانتا ہوں دو ٹکے کی عورت، خبردار جو آج کے بعد میرے اور ڈرنک کے درمیان میں آئیں تو۔"

کچھ تو عامر نشے میں تھا اور کچھ وہ اس سے بہت فیڈ اَپ ہو گیا تھا وہ تو شادی جیسی پابندی کا قائل ہی نہیں تھا۔ یہ تو نہ جانے ماہم نے کیسے اس جن کو بوتل میں بند کر لیا تھا کہ وہ اس سے شادی کر بیٹھا تھا۔ عامر نے حقارت سے ٹانگ مار کر اسے دیوار کے ساتھ دے مارا اس کا سر دیوار سے لگنے کی وجہ سے زخمی ہو گیا مگر کون تھا جو اس کے زخم پر محبت اور ہمدردی کا مرہم رکھتا وہ اسے مار کر خود نشے میں دھت پڑ کر سو گیا اور وہ دیوار سے ٹیک لگائے دور نکل گئی۔ ماضی کی ایک یاد آنکھوں میں آنسو بن کر اُتر آئی ایک بار اس کی انگلی زخمی ہو گئی تو فہد کتنا بے قرار ہو گیا تھا اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود ڈاکٹر کے پاس لے گیا تو ڈاکٹر بھی اس کی زخمی انگلی دیکھ کر ہنس دیا جس کو فہد نے یہ کہہ کر دکھایا تھا کہ اس کی انگلی بہت زخمی ہے اندیشہ ہے کہ کہیں جوڑ اُتر نہ گیا ہو۔

"یہ ڈاکٹر بھی ناں بڑے عجیب ہوتے ہیں مریض کتنی تکلیف میں کیوں نہ ہو بیماری کتنی بڑی کیوں نہ ہو مزے سے کہہ دیں گے پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ارے پریشانی کی بات کیوں نہیں اتنے حسین ہاتھ کی اتنی حسین انگلی پر خراش آئی ہے تو یہ کوئی معمولی بات ہے۔" وہ ڈاکٹر پر خفا ہو جاتا تو ماہم اس کی دیوانگی دیکھ کر کبھی تو چڑ جاتی کبھی ہنس دیتی۔

"تم اگر پاگل ہو دیوانے ہو تو اب ڈاکٹر تو نہیں ہو سکتا ناں۔" اس کی بات پر فہد بڑی شوخ اور گہری نظروں سے اسے دیکھتا اور مسکراتا ایسے کہ وہ جھینپ جاتی۔

"ہاں! اس لیے کہ ڈاکٹر کے پاس ماہم نہیں ہے ناں ورنہ وہ پاگل دیوانہ ضرور ہوتا میری طرح۔"

وہ آنکھوں میں شوخیاں لئے سارے رنگ ساری خوشیاں اس پر نثار کر رہا ہوتا وہ جانے کب تک ماضی کے آنگن میں اُتری چھاؤں کو سمیٹتی رہتی۔ اچانک عامر نے کروٹ بدلی تو نشے کی زیادتی کی وجہ سے وہ بیڈ سے نیچے گر گیا ماہم تڑپ کر اٹھی اور اسے سہارا دے کر بیڈ

پر ڈالا پھر اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کے ہلکے رنگ کے نائٹ گاؤن پر اس کے ماتھے کا خون جو اس کے ہاتھ پر لگا تھا لگ چکا تھا۔ صبح جب یہ ہی نشان عامر نے اپنے گاؤن اور دیوار پر دیکھے تو چلا اٹھا۔

"واٹ نان سینس، یہ خون کے داغ کہاں سے لگے میرے گاؤن اور دیوار پر۔"

اس وقت ماہم واش روم سے باہر آئی تو چوٹ کا نشان ابھی باقی تھا اور تکلیف بھی محسوس ہو رہی تھی، اسے گھور کر عامر نے اپنا سوال دہرایا تو ماہم نے خوف زدہ لہجے میں ساری بات بتا دی۔

"جاہل! عورت اگر چوٹ آ ہی گئی تھی تو واش روم میں جا کر خون صاف نہیں کیا جا سکتا تھا اتنا قیمتی گاؤن خراب کر دیا اور دیوار بھی بدنما کر دی۔ اس کو اب صاف کون کرے گا تمہارا باپ! جاہل عورت نے کبھی کچھ دیکھا ہوتا تو معلوم ہوتا کسی چیز کی قدر ہوتی ناں۔ ذرا سی چوٹ کیا آ گئی ہونہہ!"

وہ گاؤن اتار کر دور پھینکتا ہوا اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا ہوا واش روم کی طرف بڑھا اور پھر مڑا۔ "میں باہر آؤں تو مجھے یہ بدنما داغ نظر نہ آئیں دیوار پر، نہ جانے کس طرح مجھے پھانس لیا اس جادوگرنی نے کہ میں شادی جیسی حماقت کر بیٹھا۔" وہ بکتا ہوا اندر گھس گیا تو وہ ایک تڑپتا ہوا سسکتا ہوا گہرا سانس نکالتی دیوار پر لگا اپنا خون صاف کرنے لگی۔

"کبھی کبھی معمولی سی خراش بھی کتنی اہم اور معتبر ہوتی ہے اور کبھی کبھی روح کا گھاؤ بھی بے وقعت اور معمولی ہوتا ہے۔" جانے کون سی کسک پر کہہ کر آگے بڑھی تھی کہ وہ پلٹ کر دیکھ بھی نہ سکی۔ یہ ہی تھی اس کی وہ زندگی جس کی اس نے طلب کی تھی اسے گھر دولت جائیداد مہارانی کا رتبہ سب ہی کچھ تو مل گیا تھا بس اگر جس کے حوالے سے ملا تھا وہ ہی جوتی کی نوک پر رکھتا تھا تو کیا ہوا۔ جب سارے ملازمین بیگم صاحبہ کہہ کر بلاتے، سیکرٹری دن بھر کی مصروفیات درج کرتی اور بتاتی کہ اسے کہاں جانا ہے کب شاپنگ کرنے جانا ہے کس کو ملنے کا وقت ہے کہاں مہمانِ خصوصی بننا ہے اور جب باوردی ڈرائیور اس کے لیے دروازہ کھولتا، جب سیکرٹری بتاتی کہ اسے پارلر جانا ہے تب وہ ساری باتیں، عامر کی بخشی ہوئی ساری ذلتیں

بھول جاتی اور اپنی بیگمات والی ڈیوٹی نبھاتے ہوئے فخر اور غرور سے اس کی گردن میں گویا کلف لگ جاتی، سارے غم سارے صدمے ہوا ہو جاتے۔ اس روز شاپنگ کرتے ہوئے اس کی ملاقات ماریہ سے ہو گئی تو ماریہ ایک گہرا سانس لے کر راستا بدل لینا چاہتی تھی مگر ماہم نے اسے جا لیا کیونکہ وہ اس میدان کی فاتح تھی اور فاتح کا حوصلہ بہت بلند ہوتا ہے وہ ماریہ کے مقابل آن کھڑی ہوئی۔

''کیوں ماریہ مجھے دیکھ کر تم کترا کر گزر کیوں رہی تھیں۔'' ماہم کا انداز بہت تیکھا تھا۔

''نہیں ماہم ایسی تو بات نہیں میں ذرا جلدی میں تھی۔'' ماریہ نے بات بنائی ورنہ حقیقت یہ تھی جو ماہم سمجھ گئی تھی اس کی بات پر ماہم کے چہرے پر تناؤ آ گیا۔

''اچھا! واقعی جلدی میں تھیں یا مجھے مسز عامر کے روپ میں دیکھنے کی ہمت نہیں تھی تم میں۔'' ماہم بہت چھوٹے پن کا ثبوت دے رہی تھی جس کو کبھی زوال ہو ہی نہیں سکتا ماریہ کو دکھ ہوا تھا اس کی بات پر۔

''تم اب کچھ بھی سمجھ لو ورنہ حقیقت یہ ہے ماہم کہ میں نے عامر کو چاہا ضرور تھا مگر جب وہ نہیں ملا تو میں نے اسے اپنی قسمت کا فیصلہ سمجھ کر قبول کر لیا اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔''

ماریہ کے جواب پر ماہم لاجواب ضرور ہوئی مگر اس نے اس کی بات کو اسی پر استعمال کر ڈالا۔

''آہ۔ قسمت تو گویا تم بھی زوہا کی طرح قسمت پر ہی یقین رکھنے والوں میں سے ہو، ارے احمق لڑکیو! قسمت پر وہ لوگ یقین رکھتے ہیں جو خود کوئی صلاحیت نہیں رکھتے خود کچھ نہیں کرتے، کوشش نہیں کرتے۔ ارے بھئی میں نے تو زوہا سے کہا تھا کہ میں قسمت کے لکھے کو اپنی کوشش اور محنت سے بدل لوں گی اور دیکھ لو میں نے کوشش کی اور اپنی قسمت کو بدل لیا نہ کوشش کرتی تو آج عامر جیسے باعزت دولت مند ایک خاندانی رئیس کی بیوی نہ ہوتی بلکہ اپنے کزن فہد کے ساتھ روتی بسورتی زندگی گزار رہی ہوتی۔''

''ایسا کرتیں تو دنیا کی خوش نصیب ترین لڑکی ہوتیں۔'' یہ بات ماریہ صرف سوچ کر رہ گئی، یہ بات کہنا فضول تھا اگر کارآمد ہوتا تو آج ماہم عامر کے ساتھ شادی کو اپنی خوش قسمتی

قرار نہ دے رہی ہوتی ماریہ سمجھدار لڑکی تھی اس نے ماہم سے بحث فضول سمجھی۔

''تم عامر کے ساتھ شادی کر کے واقعی اتنی ہی خوش ہو جتنی نظر آ رہی ہو۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی جانے کیوں ماریہ نے پوچھا تو ماہم لمحہ بھر کو یوں چونکی جیسے یا تو ماریہ سب جانتی ہو یا اس نے اسے چوری کرتے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہو، مگر ابھی تو اس نے اپنی فتح کا اعلان کیا تھا تو ابھی کیسے کہہ دیتی کہ اس نے عزت محبت ہار کر خواہشات کی یہ جنگ جیتی ہے مگر وہ اپنی کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتی تھی، بلا ضرورت ہی کھڑے کھڑے کئی سوٹ نکالے اور پیک کرنے کا حکم دے کر اس کی طرف پلٹی۔

''تمہیں کیا لگ رہا ہے تم بتاؤ ناں۔'' وہ اس کے سامنے ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی تو ماریہ کی جانچتی نظر کی چبھن ماہم نے بھی محسوس کر لی۔

''سچ! پوچھو تو ماہم سرِ آئینہ تمہارا عکس تو نظر آ رہا ہے مگر پسِ آئینہ کچھ اور ہی ہے۔''

ماریہ نے پورے یقین کے ساتھ کہا تو ماہم ٹھٹک گئی کہ ماریہ کو یہ یقین کیوں ہوا کیسے پتا چلا کہ وہ کس حال میں ہے خوش ہے کہ ناخوش ہے۔ مگر وہ پھر مضبوط ہو گئی۔

''ہاں ایسی باتیں تم نہیں کرو گی تو اور کون کرے گا آخر عامر کی چاہنے والیوں میں اور طلبگاروں میں سے ایک تم بھی تو تھیں لیکن وہ جو کہتے ہیں ناں کہ سرخاب کے پر ہر کسی کا مقدر نہیں ہوا کرتے۔''

وہ کریڈٹ کارڈ کاؤنٹر پر دیتے ہوئے انتہائی فخر اور غرور سے بولی۔

''چلو اچھی بات ہے کہ یہ سرخاب کے پر تمہارا مقدر بنے خوش رہو آباد رہو ویسے اب تو تم سے ملاقات شاید ہی ہو۔'' ماریہ کو ماہم سے مل کر بات کر کے نہ جانے کیوں اچھا نہیں لگا تھا اس لیے نہیں کہ ماہم نے عامر کو اس سے چھین لیا تھا بلکہ اس لیے کہ ماہم جیسی خواہشات کے سراب کے پیچھے بھاگنے والی معصوم لڑکی اپنی محبت چھوڑ کر عامر جیسے چیٹر کو اپنا مقدر سمجھ کر اس خوش فہمی میں مبتلا تھی کہ وہ خوش رہے۔

''کیوں شادی ہو رہی ہے تمہاری۔'' ماہم نے لاپرواہی سے پوچھا۔

''نہیں، میں نے امریکہ سیٹل ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے چند روز میں، میں چلی جاؤں گی تو پھر شاید زندگی میں تم سے ملاقات ہو نہ ہو۔ اس لیے کبھی زندگی میں کچھ برا بھلا کہا ہو تو

معاف کر دینا۔"

ماریہ نے صاف دل اور خلوص سے ماہم کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ماہم دل میں خوش ہو گئی کہ اچھا ہی ہے وہ ہمیشہ کے لیے امریکہ جا رہی ہے ورنہ عامر کا کیا بھروسہ تھا کہ کسی وقت بھی اس کی طرف پلٹ جاتا تب وہ کیا کرتی؟ اسی لیے اس نے بھی خوش دلی سے ہاتھ ملایا۔

"خیر! ایسا بھی نہیں ہے کہ انسان کبھی نہ ملے۔ زندگی ہو تو کہیں نہ کہیں ملاقات ہو ہی جاتی ہے، ویسے عامر کہہ رہے تھے کہ وہ بھی کہیں باہر سیٹل ہونا چاہتے ہیں۔ امریکہ میں سیٹل ہونا چونکہ مجھے پسند نہیں اس لیے کہہ رہے تھے سوچ لو جہاں تم کہو گی وہیں سیٹل ہو جائیں گے۔"

"چلو! خوش رہو خدا حافظ۔" یوں دونوں زندگی کے اس موڑ پر اپنے طور پر ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئیں وہ پھر کب کہاں کس طرح ملیں گی یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

☆=====☆=====☆

ان دنوں عامر کی عجیب سرگرمیاں ہو گئی تھیں کئی کئی دن وہ گھر سے غائب رہتا اور وہ سارا سارا دن ہولتی رہتی۔ نوکروں سے وہ کیا بات کر سکتی تھی ماضی کے دروازے پر وہ دستک دینا نہیں چاہتی تھی کسی کو اپنی کمزوری میں شریک نہیں کرنا چاہتی تھی۔ عامر کے دوستوں کی بیگمات سے بھی باتیں کر کر کے تھک جاتی، عامر بتائے بغیر جانے کہاں کہاں گھوما کرتا اگر وہ پوچھ لیتی تو مارنے لگتا۔ عورتوں کے پاس جانا شراب پینا یہ ہی اس کے معمولات تھے جبکہ ماہم ترس جاتی کہ کبھی تو وہ اسے بیوی سمجھ کر مان سے ڈانٹ ہی دے، مگر وہ تو جب بھی بولتا کلیجہ چھلنی کر جاتا۔ ان دنوں وہ اور بھی پریشان تھی ڈاکٹر نے جو خبر دی تھی وہ کسی بھی شادی شدہ عورت کے لیے ایسی خوش خبری ہوتی ہے کہ وہ خوشی سے خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ اسے بھی قدرت ماں بننے کا اعزاز بخش رہی تھی تو خوش ہونے کی بجائے وہ پریشان ہو گئی کہ وہ عامر کو یہ خبر دے گی کیسے، اگر دے گی تو وہ کیا کہے گا۔ اور وہی ہوا جس کا ڈر تھا اس روز وہ بہت دنوں کے بعد گھر آیا تھا اس سے اس نے حال احوال پوچھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا یہ سب کرنا وہ گھٹیا پن عام تھرڈ کلاس رسم سمجھتا تھا۔ وہ اسے یہ خبر دینا چاہتی تھی اور وہ مسلسل کسی لڑکی سے بات کر رہا تھا فون پر وہ بار بار آگے بڑھتی تو وہ ایسے گھورتا کہ اس کی ہمت ہی نہ

ہوتی۔

"اوہ! نو ڈارلنگ بیوی برائے نام ہے جان سمجھ لو کہ اخلاقی لیبل لگا لیا ہے ورنہ نہ وہ پسند تھی نہ ہے ربش۔ کہاں تم ڈارلنگ اور کہاں وہ۔ اینی ویز یہ ہماری بیگم بڑی چیز ہیں سناؤں گا اس کی کہانی تمہیں کسی دن۔ شٹ اپ یار، میری زندگی میں تمہاری کیا حیثیت ہے تم اچھی طرح جانتی ہو۔ اب اگر تم نے ماہم کا نام لیا تو بات نہیں کروں گا۔"

وہ مسلسل بول رہا تھا اور وہ اس کی پشت پر کھڑی اپنی حیثیت اپنی وقعت اس کی زندگی میں دیکھ اور سن رہی تھی۔ ذلت کی یہ زندگی خود اس کا فیصلہ تھی کبھی کسی کے لیے وہ کتنی اہم تھی کسی کی زندگی تھی آج وہی ماہم اتنی کم تر اتنی غیر اہم تھی کہ ایک غیر لڑکی کے سامنے اس کا شوہر اسے ذلیل کر رہا تھا اسے محض اخلاقی لیبل کہہ رہا تھا۔ وہ اپنی گرل فرینڈ کی مماثلت بھی اس کے ساتھ پسند نہیں کر رہا تھا تو اس سے بڑھ کر ذلت اور کون سی ہوگی۔ ذلت کی کم تری کا یہ احساس پہلی بار ماہم کی آنکھوں میں نمی بن کر اترا تو اس نے اسے وہ خبر سنانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے واپسی کے لیے رخ موڑا ہی تھا کہ وہ ریسیور رکھ کر اس کی طرف پلٹا۔

"ہاں! بھئی تم کچھ کہنا چاہ رہی تھیں بار بار تم آگے آ رہی تھیں ارے بھئی! اتنے تو مینرز ہونے چاہئیں کہ کوئی بندہ فون پر بات کر رہا ہو تو اس کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہئے۔ مگر آپ کیا جانیں مینرز کس چڑیا کا نام ہے، خیر کیا کہنا چاہ رہی تھیں آپ۔"

ایک ایک لفظ ایک ایک جملہ زہر میں بجھا تیر ہوتا تھا اس کے لیے وہ جو اپنے گھر میں سب کی لاڈلی سب کی توجہ کا مرکز ہوا کرتی تھی اتنی ناقدری پر تڑپ اٹھی۔

"ارے! کہہ بھی چکو میرے پاس فضول وقت نہیں مجھے ابھی جانا ہے شمائلہ کے پاس۔"

وہ اتنا ستم گر تھا اس قدر سنگدل تھا کہ اس کے سامنے اپنی محبوباؤں کا ذکر کرنے اور ان کے ساتھ محبت جتانے سے باز نہیں رہتا تھا۔ اس نے کبھی بھی اس کے احساسات کا خیال نہیں کیا تھا کہ اس کی کون سی بات اسے کتنا ہرٹ کر رہی ہے۔ اب جبکہ وہ اس کو اپنی زندگی کی انتہائی اہم بات بتانا چاہتی تھی تو اس نے شمائلہ کے ہاں جانے کی نوید سنا کر اس کی ساری ہمت نوچ ڈالی تھی۔

"نہیں، اگر آپ اتنے ہی بزی ہیں کہ آپ کے پاس میرے لیے ذرا وقت بھی نہیں تو پھر رہنے دیں مجھے کچھ نہیں کہنا، پچھلے دنوں بھی آپ گھر سے اتنا غائب رہے آپ نے یہ بھی نہیں سوچا کہ میں اکیلی کیا کر رہی ہوں گی مجھے آپ کی ضرورت ہوگی آپ۔ آپ۔"

وہ خود پر کنٹرول برقرار نہ رکھ سکی اور سسکیوں کے ساتھ رو پڑی تو بجائے نرم پڑنے کے عامر طیش میں آ گیا۔

"شٹ اَپ! یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے تم نے، میں کوئی تمہارا غلام نہیں ہوں کہ گھر میں بیٹھ کر ہر وقت تمہاری قصیدہ گوئی کرتا رہوں۔ مجھ سے شادی کا فیصلہ تمہارا تھا میرا نہیں تھا میرے عشق میں گرفتار آپ ہوئی تھیں میں نہیں۔ مجھے تو ہر کلی حسین نظر آتی ہے منڈلاتا تو میں پسند کرتا ہوں مگر ہر کلی کو میں زندگی کے کالر پر سجا نہیں سکتا اور تم۔ تم۔"

وہ جاتے جاتے انتہائی حقارت سے اس کی طرف پلٹا اور اس کے لہجے میں آنکھوں میں کیا حیثیت تھی وہ سمجھ گئی تھی اگر وہ الفاظ کا بم نہ بھی پھوڑتا تو تب بھی اس کی زندگی میں اپنی حیثیت جانتی تھی مگر وہ عامر تھا جو بظاہر ایک بڑا خاندان نظر بھی آتا اور حیثیت سے ثابت بھی کرتا، مگر اس کی مٹی میں بھی کوئی کھوٹ ملاوٹ زدہ رویہ تھا اس کا زندگی کے ساتھ۔ یہ بات ماہم نے محسوس تو کر لی تھی مگر کہہ نہیں سکتی تھی وہ گم صم کھڑی ابھی بھی بم پھٹنے کا انتظار کر رہی تھی کہ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا اس کی ٹھوڑی کو اوپر کیا۔

"تم کیا سمجھتی ہو میں نے تم سے شادی کر لی ہے تو تم میری زندگی میں کوئی حیثیت اختیار کر گئی ہو تو یہ تمہاری خوش فہمی غلط فہمی یا کچھ بھی کہہ لو لیکن پھر بھی اگر بھول گئی ہو تو سنو تمہاری حیثیت ماڈل بدلتی ہوئی گاڑی اور چینجنگ ٹائی سے زیادہ نہیں اور مجھے نہیں معلوم کہ کیوں میں تمہیں اب تک برداشت کر رہا ہوں ورنہ اب تک میں تمہیں کک آؤٹ کر چکا ہوتا مجھے تو اپنی غلطی کا احساس ہی اب ہو رہا ہے کہ میں نے اتنی اچھی تعلیم یافتہ اپنے سرکل کی لڑکی ماریہ کو چھوڑ کر تم جیسی لوئر کلاس لڑکی سے شادی کیوں کر لی، شاید تمہارے حسن کا جادو چل گیا تھا مگر جادو اُتر بھی تو جاتا ہے۔ کوئی حیثیت نہیں ہے تمہاری میری زندگی میں سمجھیں تم۔ آئندہ کبھی بیویوں والے انداز میں بات کرنا نہ حق جتانا۔ سمجھیں تم۔"

وہ ایک ایک کر کے اس کی عزتِ نفس کی اینٹ اس کو مار رہا تھا وہ لہولہان ہو رہی تھی

اتنی انسلٹ اتنی ناقدری، اگر اس کی جگہ فہد ہوتا وہ تو اس کے مل جانے پر خوشی سے پاگل ہو جاتا اور اپنی حیثیت کے مطابق اسے ہتھیلیوں پر اٹھائے پھرتا۔ فہد کی زندگی صرف وہ ہی تھی جبکہ عامر کی زندگی میں باقی سب کی حیثیت تھی صرف اسی کی نہیں تھی یہ ذلت دل کا درد آنکھوں میں نمی بن کر تیرنے لگا تو ہونٹ کاٹتے ہوئے فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ وہ خبر اسے دی جائے یا نہ دی جائے مگر دینا بھی ضروری تھا۔ وہ لرزتے قدموں سے اپنی الماری کی طرف بڑھی اور رپورٹ کا لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"کیا ہے اس میں؟" اس پر قہر بار نگاہ ڈال کر عامر نے لفافہ اس کے ہاتھ سے جھپٹا اور تیزی سے نگاہیں دوڑانے لگا پہلے تو چہرے کا موسم بدلا یکدم سیاہ ہو گیا پھر سرخ ہوا غصے سے اور یہ غصہ اس کے لہجے میں شعلے بن کر باہر نکلا۔

"واٹ! تم۔ تم تمہارا مطلب ہے How Dare you کس گدھے نے تم سے کہا تھا یہ سب کرنے کو اپنی اوقات جانتے ہوئے بھی تم چلی ہو میرے بچوں کی ماں بننے ایکسکیوزمی آپ کا یہ سہانا خواب کبھی پورا نہیں ہوگا۔ ختم کرو یہ سلسلہ اول تو مجھے بچے چاہئیں ہی نہیں، چاہئیں بھی ہوں گے تو ان کی ماں تم نہیں کوئی اور ہوگی۔ سمجھیں؟"

"عامر! پلیز اس طرح تو مت کریں میں آپ سے کچھ نہیں مانگتی۔" وہ تڑپ اُٹھی اس انتہا پر۔

"مانگتی کیا، میں نے بن مانگے ہی تمہیں اتنا کچھ دے دیا ہے کہ اینی ویز یہ سلسلہ ختم ہو جانا چاہئے۔ دوبارہ مجھے نہ کہنا پڑے کہ میرے بچوں کی ماں تم ہرگز نہیں ہو سکتیں سمجھیں تم یا کسی اور طریقے سے سمجھاؤں۔" عامر نے انتہائی سفاکی سے اس کے سنہری بالوں کو زور سے جھٹکا دیا تو وہ اندر تک لرز گئی۔

"عامر! پلیز۔ پلیز عامر چاہے باقی سب کچھ مجھ سے چھین لیں مگر میرا عورت ہونے کا احساس نہ چھینیں، ماں بننے کا اعزاز مت چھینیں مجھے اور کچھ نہیں چاہئے میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔" وہ گڑگڑاتی ہوئی باقاعدہ اس کے قدموں میں گری اس ننھی سی کلی کے کھلنے کی بھیک مانگ رہی تھی جس کا ابھی صرف احساس پیدا ہوا تھا۔ وہ بری طرح رو رہی تھی کانپ رہی تھی مضبوطی سے اس کے پاؤں پکڑ رکھے تھے مگر اتنا قریب رہ کر عامر کو رتی برابر بھی سمجھ

نہیں پائی تھی عامر نے سفاکی سے اسے پرے دھکیلا۔

''گلے تو پڑ ہی گئی ہو اب پاؤں پڑ کر تم اپنے جیسا کوئی مزید دنیا میں لا کر میرا ناطقہ بند کرنا چاہتی ہو نیور۔ ہرگز نہیں No at any lort کان کھول کر سن لو مجھے بچہ نہیں چاہیے اوکے اٹھو تیار ہو جاؤ میں ڈاکٹر کو فون کر رہا ہوں ڈرائیور کے ساتھ جاؤ اور یہ سلسلہ ختم کرو ورنہ۔''

وہ اسے گھسیٹتا ہوا وارڈ روب تک لے آیا اور خود اس کے لئے کپڑے منتخب کر کے اسے کھڑا کیا۔

''Hurry up، اٹھو۔'' وہ اس وقت کسی جلاد کی طرح ظالم اور سفاک لگ رہا تھا، ماہم کا وجود صدمے کے اس طوفان میں کسی تنکے کی طرح لرز رہا تھا وہ بار بار ہاتھ مار رہی تھی کہ کوئی اسے بچا لے اس کے معصوم بچے کو بچا لے اس نے کتنی ہی دعائیں مانگ ڈالی تھیں اس کی منتیں کر ڈالی تھیں۔

''عامر! پلیز خدا کے لیے پلیز میری بات مان جائیے میں آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی پلیز یہ خوشی مجھے دے دیں میں آپ کا احسان مانوں گی۔'' اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تو عامر نے شعلے برساتی نظر اس پر ڈالی اور کپڑے اس کے ہاتھ میں دے کر اسے گھسیٹ کر واش روم میں دھکیل کر باہر سے دروازہ لاک کر دیا وہ روتی رہی چلاتی رہی مگر عامر پر کوئی اثر نہ ہوا۔

''عامر! دروازہ کھولئے آپ کچھ بھی کر لیں میں۔ میں اپنی کوکھ نہیں اجاڑوں گی میں اپنی کوکھ میں اندھیرا نہیں بھروں گی میں نے ہمیشہ آپ کی ہر بات مانی ہے آپ نے جو کہا میں نے کیا مگر۔ مگر یہ بات میں نہیں مان سکتی آپ کو نہیں مجھے بچہ چاہیے مجھے اپنی گود آباد چاہیے۔ باہر نکالئے میں آپ کی یہ بات نہیں مانوں گی یہ فیصلہ آخری فیصلہ ہے میں اپنی کوکھ نہیں اجاڑوں گی خواہ کچھ ہو جائے۔''

اب وہ صرف اپنی خواہشات کی ماری ہوئی عامر کی بیوی ہی نہیں تھی جو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اپنی انا کا بار بار قتل گوارہ کر لیتی تھی اب وہ ممتا کے احساس سے واقف ہو گئی تھی اسی احساس نے اسے عامر کے سامنے کھڑا کر دیا تھا اس کو دلیر بنا دیا تھا لیکن عامر مرد

تھا وہ بھی عیاش اور سفاک قسم کا بھنورا جو کلی کلی منڈلانا پسند کرتا کسی ایک کلی کی خوشبو بن کر نہیں رہ سکتا ماہم کی باتوں نے عامر کو کھولا کر رکھ دیا اس نے غصہ سے دروازہ کھولا اور روتی تڑپتی ماہم کو بازو سے پکڑ کر زوردار چکر دے کر بیڈ کی طرف اچھال دیا۔

''تم! ماں بننا چاہتی ہو ہاں تم ماں بننا چاہتی ہو ناں اوکے تو ایک ڈیل کرتے ہیں تم ماں بن جاؤ میں تمہیں طلاق.....'' عامر ذلت کے انتہائی کمینے درجے پر کھڑا اپنی بات منوانے کے لیے انتہائی گھٹیا طریقہ استعمال کیا تھا کہ ماہم جیسے سن سی ہو گئی اس خنکی میں بھی وہ شرابور ہو گئی اس نہج پر تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ عامر جیسا سطحی گھٹیا مرد یہ پتہ بھی پھینک سکتا ہے وہ اسے صرف دیکھ کر رہ گئی اور سگریٹ سلگا کر لمبا سا اطمینان بھرا کش لے کر سارا دھواں اس پر چھوڑتا ہوا وہ بڑا پرُسکون تھا جیسے اسے یقین ہو کہ اب وہ فرار نہیں ہو سکتی اس قید خانے سے اس حصار سے جو اس کے گرد اس نے کر دیا تھا۔

''بچہ! یا طلاق میری یہ آفر ہے چوائس تمہاری فیصلہ تمہارا بچہ یا طلاق میں کچھ نہیں کہوں گا تم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالوں گا، لیکن اتنا خیال رکھنا کہ اگر بچہ چاہیے تو میں اس کی ذمہ داری قبول نہیں کروں گا نہ اسے اپنا نام دوں گا اس کی ولدیت سے بھی انکار کر دوں گا And i will یہ صرف دھمکی نہ سمجھنا اوکے۔ اگر بچہ نہیں چاہیے تو تم اپنی موجودہ حیثیت سے میرے حوالے سے جانی پہچانی جاؤ گی جادو کی چھڑی تمہارے ہاتھ ہی میں رہے گی جس سے تم دنیا کی ہر چیز ہر خواہش پوری کر سکتی ہو۔ فیصلہ تمہارا ہے سوچ لو میں ایک فون کر رہا ہوں تم سوچ لو اور اپنا فیصلہ سنا دو بچہ یا طلاق۔ بچہ چاہیے تو طلاق ملے گی بچہ سے دست بردار ہوتی ہو تو مسز عامر ہی رہو گی۔ Just Think۔''

وہ اسے حیات و موت کے درمیان لٹکا کر خود کسی کو فون کرتا ہوا موبائل پکڑ کر ٹہل ٹہل کر بات کرنے لگا اور وہ سن ہوتے دماغ کے ساتھ فیصلے کی اس صلیب پر لٹک گئی۔ کبھی معصوم سا بچہ کلکاریاں مارتا ہوا اس کی گود میں آ جاتا تو کبھی وہ عامر کی مطلقہ بن کر بال بکھرائے دنیا بھر کے طعنوں کی زد میں آ جاتی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی۔ اگر ممتا کو گلے سے لگاتی تھی اپنی گود آباد کرتی تھی تو مانگ اُجڑ جاتی تھی اس کے ساتھ ہی ملنے والی ساری مراعات عامر کے حوالے سے معاشرے میں ملنے والا مقام ختم ہو جاتا تھا اور وہ اپنے پرائے کی نظروں میں گر

جاتی ہے، ایک طعنہ بن جاتی ہے اور اگر وہ مسز عامر رہنا چاہتی ہے تو ممتا کا آنگن سُونا ہو جاتا ہے وہ جو ہمک ہمک کر ننھے ننھے بازو پھیلائے اس کی گود میں آنا چاہتا ہے، وہ روٹھ جائے گا وہ چلائے گا۔ ''مما...... مما...... مما!'' اس ننھی سی پکار پر وہ تڑپ اُٹھی اور تیزی سے عامر کی طرف بڑھی۔ وہ اپنی ممتا کا آنگن نہیں اجاڑ سکتی تھی، اپنی گود کو سُونا نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ان ننھے ننھے بازوؤں کو سمیٹ لینا چاہتی تھی اپنی ممتا کی بانہوں میں۔ وہ چلائی۔

''عامر۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ......''

☆=====☆=====☆

''تمہاری! یہ جرأت کہ تم میری بیٹی ہو کر میرے سامنے کھڑی ہو کر کہو کہ تم زاہد کو پسند کرتی ہو اور اسی سے شادی کرنا چاہتی ہو، میں تمہاری جان نکال دوں گی اگر تم نے آگے ایک لفظ بھی کہا تو، بتاؤ کیوں۔ کیوں تمہاری زبان پر زاہد جیسے گندے گھٹیا مرد کا نام آیا کیوں۔ کیا کہا ہے مونا نے تمہیں؟ کیا پٹی پڑھائی ہے اس نے تمہیں؟ کیا خواب دکھائے ہیں اس نے تمہیں۔ بتاؤ زوہا ورنہ آج میں اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلا گھونٹ دوں گی سمجھیں تم۔ بتاؤ اصل بات بتاؤ۔''

زوہا بہت اچھی اور فرمانبردار لڑکی تھی اس نے کبھی ماں کے حکم سے سرتابی نہیں کی تھی راشدہ بیگم کو یقین تھا کہ زوہا خود سے ایسی بات کہہ ہی نہیں سکتی۔ یہ یقیناً مونا کا کارنامہ ہے کہ زاہد کی آواز تک سے نفرت کرنے والی زوہا اس کو پسند کرنے اور شادی کرنے کا دعویٰ کر رہی ہے دوسری طرف ماں کے پہلے زناٹے دار تھپڑ نے زوہا کے چودہ طبق جہاں روشن کر دیئے تھے وہیں یہ یقین بھی دیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کوئی انہونی نہیں ہونے دیں گی مگر وہ مونا کا جو روپ دیکھ کر آئی تھی وہ اسی بات کا متقاضی تھا کہ وہ اپنی بات پر ڈٹی رہے اور اس نے ڈٹے رہنے ہی کا فیصلہ کیا اور ماں کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

''امی! میری پیاری امی جان یہ سچ ہے میں زاہد سے شادی کرنا چاہتی ہوں ورنہ بھابی جان نے ایسا کچھ نہیں کہا میں خود زاہد کو پسند کرتی ہوں۔ پلیز امی جان میری بات مان لیجئے۔''

اس کے الفاظ اس کی آواز اس کا ارادہ اس کا فیصلہ کسی خوف اور دھمکی کے زیر اثر لگ

رہے تھے ورنہ زوہا تو ماں کے حکم کے بغیر سانس بھی نہیں لیتی تھی وہ ساری کہانی سمجھ گئی تھیں وہ پڑھی لکھی خاتون تھیں معاملات کو دلائل سے حل کرنا چاہتی تھیں انہوں نے زوہا کو اُٹھا کر ساتھ لگایا اور اپنے ساتھ بیڈ پر بٹھایا۔

''چلو ٹھیک ہے میں مان لیتی ہوں مگر تم یہ بتاؤ تمہیں زاہد کی کیا بات پسند ہے؟ اس کے پان زدہ دانت، اس کے ہاتھوں میں پڑی الٹی سیدھی انگوٹھیاں؟ اس کا چاک گریبان؟ تیل میں چپڑے اس کے میلے بال؟ اس کی گندی میلی نظریں یا بار بار ناک میں نسوار ڈالنے کی ادا تمہیں بھا گئی ہے؟ یا اس کی اس دولت سے تم متاثر ہو گئی ہو جس سے تمہیں کبھی کوئی لگاؤ رہا ہی نہیں یا اس کی اخلاق سے گری ہوئی باتیں تمہیں پسند آ گئی ہیں؟ بتاؤ میری جان ان خصوصیات کے سانچے میں ڈھلا ہوا زاہد تمہیں بغیر کسی دھمکی کے بغیر کسی خوف کے کیوں پسند آ گیا ہے؟ میری گڑیا میں خوش دلی کے ساتھ اجازت دیتی ہوں مگر صرف اس شرط پر کہ تمہیں واقعی وہ پسند ہو اس کو اپنانے کا فیصلہ تم نے کسی دھمکی یا خوف کے تحت نہیں اپنی خوشی اور مرضی سے کیا ہو۔ میں ماں ہوں اللہ تعالیٰ نے ماں کو ایسی نظر دی ہوئی ہے کہ وہ اولاد کے آر پار جھانک سکتی ہے، اس تحریر کو پڑھ سکتی ہے جو ابھی اولاد کے دماغ کی تختی پر ابھری بھی نہیں ہوتی۔ شاباش میں تم سے بالکل بھی خفا نہیں ہوں گی تم سچ کہو۔ خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہو تو میں ہر بات ماننے کو تیار ہو جاؤں گی میں تمہاری ماں ہوں جان اور ماں اولاد کو صرف خوش دیکھنا چاہتی ہے۔''

راشدہ بیگم ساری کہانی سمجھ گئی تھیں کہ مونا نے عیاری مکاری کا حربہ استعمال کر کے معصوم فرمانبرداری زوہا پر جال پھینکا ہے یا کوئی دھمکی دی ہے ورنہ زوہا ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ زوہا اپنے گھر ماں اور بھائی کی خاطر جان تو دے سکتی تھی مگر زاہد جیسے بدکردار گندے میلے آدمی سے جبراً بھی شادی پر تیار نہیں ہو سکتی تھی۔ زوہا بری طرح پھنس گئی تھی ایک طرف مونا کی دھمکی تھی۔ دوسری طرف اپنی زندگی تھی ماں کا مان تھا عزت تھی، ہر بات سے بے خبر بھائی کا خیال تھا وہ بہت گھبرا گئی تھی اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو اس نے ماں کی ٹھنڈی پُرسکون گود میں اپنا سلگتا ہوا دماغ رکھ دیا اور بری طرح رونے لگی اور سب کچھ ماں کے سامنے اگل دیا۔ راشدہ کا جی چاہا ابھی جا کر مونا کا منہ نوچ لیں جس نے اپنے ناجائز مقاصد کے لیے ان کی معصوم سی بیٹی کو استعمال کرنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ سمجھ دار خاتون تھیں واویلا

مچا کر یا مونا کو ڈانٹ کر یا بیٹے کو سب کچھ بتا کر مزید حالات خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں، بہت
سوچ سمجھ کر ایسا فیصلہ کرنا چاہتی تھیں کہ ”سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔“ انہوں
نے زوہا کو اپنے ساتھ زور سے بھینچ لیا۔

”میری جان میری گڑیا! میں جانتی تھی کہ تمہارے اس فیصلے کے پیچھے کیا کہانی ہے اور
یہ کہانی میں بہت پہلے جان گئی تھی جب میں نے زاہد اور مونا کی باتیں سنی تھیں۔“

”امی۔ امی پلیز! کچھ کریں، بھابی نے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نہ مانی تو وہ ایسا کچھ کر
گزریں گی کہ جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہ کبھی چھری اپنے گلے پر رکھتیں کبھی میرے گلے پر
رکھتیں اور کبھی کہتیں کہ اگر ان کی بات نہ مانی گئی تو وہ سب کو قتل کر کے خودکشی کر لیں گی۔ امی
بھابی بہت خطرناک ہو گئی ہیں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے وہ کچھ بھی کر گزریں گی۔ امی ہمیں
بھائی کو بتا دینا چاہئے ایسا نہ ہو کوئی حادثہ ہو جائے، بھائی یہ ہی کہیں گے کہ ان کو حالات سے
لاعلم رکھا گیا۔“ زوہا باقاعدہ خوف سے کانپ رہی تھی اور ایسے ہی خدشات راشدہ بیگم کو ہولا
رہے تھے مگر وہ بیٹی کی ڈھال بنی اسے تسلی دے رہی تھیں۔

”بات تو تمہاری بیٹی درست ہے کہ باسط کو حالات سے آگاہی ہونی چاہئے لیکن یہ بھی
تو سوچو کہ وہ بیوی کے اثر میں کتنا ہے۔ اگر ہم اسے بتا بھی دیں گے تو وہ یہ ہی کہے گا کہ ہم
مونا سے چڑتے ہیں اس لیے ہر بات اس کی مخالفت میں کرتے ہیں۔“ راشدہ بیگم کو بھی یہ
ہی خدشہ تھا کہ اگر خدانخواستہ کوئی انہونی ہو گئی اور باسط بے خبر رہا تو وہ ان ہی کو قصوروار
ٹھہرائے گا اور اگر بتا دیتی ہیں تو وہ یقین نہیں کرے گا کہ مونا ایسا سوچ بھی سکتی ہے۔ دونوں
ماں بیٹی جانے کب تک متفکر بیٹھی حالات کا جائزہ لیتی رہیں سوچتی رہیں کہ اب کون سا قدم
اٹھایا جائے کہ بدگمانی کی فضا بھی چھٹ جائے اور کوئی نامناسب حادثہ بھی پیش نہ آئے۔
سارے دلائل سارے منصوبے آ کر باسط پر ٹھہر جاتے تھے جس سے کسی اچھی اور سمجھدار بات
کی توقع نہیں تھی وہ یہ ہی سمجھتا کہ ماں بیٹی صرف مونا کی مخالفت میں یہ سب کہہ رہی ہیں۔

”امی! یہ بھائی شادی کے بعد کیوں بدل جاتے ہیں، وہی ماں، بہن جو شادی سے پہلے
ان کو بہت عزیز اور پیاری ہوتی ہیں بعد میں بوجھ بن جاتی ہیں ان میں ہر طرح کے عیب نکل
آتے ہیں۔ کیوں امی! بھائی پہلے تو ایسے نہیں تھے آپ کی ہر بات مانا کرتے تھے۔ مجھ سے

اتنا پیار کیا کرتے تھے پھر اب۔“ زوہا سسک اُٹھی۔

”بس بیٹا! یہاں بھی عورت ہی قصوروار ہے ہر برائی عورت کی ناسمجھی سے جنم لیتی ہے
اور سب کی زندگی پر اثر انداز ہو جاتی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے۔“ راشدہ
مسلسل کوئی راستہ تلاش کر رہی تھیں کہ جہاں سے فرار ہوا جا سکے۔ زوہا خوف سے ان کے
ساتھ چپکی ہوئی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ باہر مونا اس کا انتظار کر رہی ہے کہ وہ باہر جائے
اور اس کا اور امی کا فیصلہ سنے۔

”امی! بھابی تو انتظار کر رہی ہوں گی، میں کیا کروں، کیا جواب دوں ان کو کہ میں نے
آپ کو منا لیا ہے کہ نہیں! امی آپ کو پتا ہے بھابی کتنی خوفناک ہو رہی ہیں، ایسا نہ ہو وہ کچھ
ایسا کر گزریں کہ ہم......“

”میں بھی یہ ہی سوچ رہی ہوں کہ کیا کیا جائے۔ اچھا ایسا کرو کہ تم جاؤ اگر مونا پوچھے
کہ تم نے بات کی امی سے، تو کہنا کہ بات تو کر لی ہے مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور
یہ یقین دلاتی رہنا کہ تم مجھے منا لو گی، کوشش کر رہی ہو۔ بس تمہیں ذرا مضبوط ہونا پڑے گا یہ
بڑی خطرناک صورتِ حال ہے بیٹا! بہت صبر اور تحمل کی ضرورت ہے اس وقت۔ جاؤ اسے
روکو، پھر میں سوچتی ہوں کہ کیا کرنا ہے۔!! چلو اب تم جاؤ اور مونا کو کہو بلکہ یقین دلاؤ کہ تم
مجھے منانے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔ اٹھو میری بیٹی۔“

راشدہ بیگم نے اس کے بال سنوارتے ہوئے اس کے اُس گال پر پیار کر لیا جس پر
انہوں نے زندگی میں پہلی بار زوردار تھپڑ مارا تھا۔ زوہا ان سے چپک گئی۔

”امی! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، کچھ ہو نہ جائے، بھابی بتا رہی تھیں کہ آج زاہد جواب
لینے کے لیے آ رہا ہے۔ اور امی اس ذلیل آدمی کی نظر اُجالا پر بھی ہے، میں نے خود دیکھا ہے
وہ اُجالا کو بھی بڑی میلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ سب سوچ کر ہی تو میں نے قربانی دینے کا
فیصلہ کیا تھا۔“

”میں جانتی ہوں بیٹا! جب حرص و ہوس اور خواہشات کا غبار انسان کے دماغ کو چڑھ
جاتا ہے تو اس کی عقل ماری جاتی ہے۔ میں شروع دن سے جانتی ہوں کہ تمہارے ساتھ
ساتھ اس گھٹیا آدمی کی نظریں میری معصوم بچی اُجالا پر بھی ہیں۔ مگر میرا پروردگار بہت مہربان

ہے، میں نے اپنی دونوں بچیوں کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ اب وہی تم لوگوں کا حامی اور نگہبان ہے، جاؤ باہر جاؤ وہ منڈلا رہی ہوگی، کوئی پتا نہیں دیواروں سے کان لگائے سن رہی ہو۔ جاؤ۔'' راشدہ نے اسے باہر بھیجا اور خود کمبل لپیٹ کر پڑ گئیں۔ زوہا ڈرتے ڈرتے باہر آئی تو مونا موجود نہیں تھی ایک سکون تو یہ ملا کہ اس نے کچھ سنا نہیں، دوسرا اب وہ کسی حد تک پُر اعتماد ہو کر اس کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ مونا اپنے کمرے میں تھی زوہا وہیں چلی گئی۔ مونا نے ایک تفتیشی نگاہ اس پر ڈالی تو زوہا کانپ سی گئی، ہاتھوں کو آپس میں جکڑے وہ آگے بڑھی مونا کے چہرے پر کبھی تناؤ آ رہا تھا کبھی وہ پیار کی ایکٹنگ کرنے کا سوچ رہی تھی۔

''آؤ۔ آؤ زوہا! بات ہو گئی امی جان سے۔'' مونا کا انداز ایسا تھا جیسے اسے زوہا اور راشدہ کی ساری باتیں معلوم ہو گئی ہیں اور اب وہ طنزیہ پوچھ رہی ہو۔ ایسا ہی تھا یا زوہا کے دل کا چور کہہ رہا تھا کہ ایسا ہی ہے۔ وہ گلا کھنکھار کر آگے بڑھی اور مونا کو ایک نظر دیکھا۔ ''کتنی حسین شکل تھی مونا کی اس کا بھائی اس کے حسن کا ہی تو دیوانہ ہوا تھا کاش اتنی حسین صورت کے پیچھے سیرت بھی کسی طرح نظر آ جائے تو شاید کوئی حسن کے دھوکے میں نہ آئے۔'' مونا بھی اسے اس وقت کوئی حسین ناگن لگ رہی تھی جو کسی وقت بھی ڈس سکتی تھی۔

''جی، جی بھابی! لیکن آپ تو جانتی ہیں کہ امی جان زاہد کے کتنا خلاف ہیں۔ پہلے تو خوب ڈانٹا انہوں نے پھر جب میں نے کہا کہ بھابی نہیں کہہ رہیں میں خود زاہد کو پسند کرتی ہوں تو وہ چپ ہو گئیں اور کوئی جواب دیئے بغیر کمبل لپیٹ کر پڑ گئیں۔'' اس نے ماں کا یاد کرایا سبق مونا کو سنا دیا۔

''ہوں! وہ ہرگز نہیں مانیں گی میں جانتی ہوں ان کو۔ بے حد ضدی خاتون ہیں تمہاری والدہ صاحبہ۔'' مونا کو گویا اس کی بات پر یقین آ گیا تھا اس نے نفرت سے برا سا منہ بنا کر تمہاری والدہ صاحبہ کہا تو اس کے لہجے کی لاعلمی زوہا کو پُر سکون کر گئی کہ اس کی بات پر مونا نے یقین کر لیا تھا۔

''ایسی بات نہیں بھابی! امی جان نے ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیا ہے خواہ وہ خود اس سے متفق کیوں نہ ہوں۔ آپ، آپ فکر نہ کریں میں ان کو منا لوں گی وہ میری بات نہیں ٹالیں

گی۔ بالکل بھی نہیں۔''

''پکی بات ہے ناں! میں زاہد سے ہاں کہہ دوں ناں۔'' مونا بڑی مکاری سے اس سے ہاں کہلوانا چاہ رہی تھی تا کہ زوہا کے الفاظ کو وہ اپنی ڈھال کے طور پر شوہر کے سامنے استعمال کر سکے۔ اب زوہا جز بز ہو گئی کیونکہ امی جان نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہاں کہہ دے، انہوں نے تو صرف ٹالنے کو کہا تھا اور مونا کو ہاں کہہ دینے کا مطلب تھا کہ اب یہ بات ہو کر رہے گی۔

''بولو ناں زوہا! کہہ دوں ہاں یا دونوں ماں بیٹی مل کر کوئی ڈرامہ کر رہی ہو۔''

مونا نے انتہائی مکاری سے کہا تو زوہا چونک گئی۔ اس نے مونا کو دیکھا اور فوراً نظریں جھکا لیں۔ ''بھابی! زاہد جیسے مرد کے لیے یہ کہنا کہ میں اسے پسند کرتی ہوں، امی سے یہ بات ہضم ہو نہیں رہی لیکن پھر بھی میں ان کو یقین دلانے میں کامیاب ہو جاؤں گی کہ ایسا ہی ہے۔ آپ بھی زاہد صاحب کو ایسا ہی پُر امید جواب دیں کہ امی جان مان جائیں گی۔ والدین کے دل بہت بڑے ہوتے ہیں اولاد کی محبت میں آ کر وہ ان کے غلط اور ناپسندیدہ فیصلے بھی گوارہ کر لیتے ہیں۔ فوری طور پر نہیں لیکن امی مان ضرور جائیں گی آپ مجھ پر اعتماد رکھیں میں امی کو منا لوں گی آپ فکر مند نہ ہوں۔ اور دیکھیں پلیز بھابی! اُجالا کو سامنے مت لایا کریں میری بات اور ہے اور اُجالا ابھی بچی ہے میں نہیں چاہتی کہ زاہد کچھ ایسی ویسی نظروں سے ہماری معصوم بچی کو دیکھے، پلیز آپ اُجالا کو چائے وغیرہ کے لیے مت ان کے سامنے بھیجا کریں چھوٹا سا ذہن ہے اس کا، نہ جانے اس روز کیا بات ہوئی تھی اُجالا مجھ سے آ کر پوچھ رہی تھی ''پھوپھو یہ پیار کیا ہوتا ہے، زاہد ماموں کہہ رہے تھے کہ میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں، میرے ساتھ چلو گی۔''

زوہا نے لوہا گرم دیکھا اور جھٹ ضرب لگا دی تو مونا تڑپ اٹھی۔

''کیا..... کیا! یہ بات زاہد نے اُجالا سے کہی تھی اور اس نے مجھے بتائی نہیں تمہیں جا کر بتا دی۔'' ایک طرف تو مونا کو زاہد پر غصہ آ گیا کہ اس کی معصوم بیٹی سے ایسی بات کہنے پر اسے شرم نہیں آئی جو اسے ماموں ماموں کہتی ہے۔ دوسرا غصہ اُجالا پر آیا جس نے اس کی بجائے پھوپھو کو یہ بات بتائی تھی۔

''اس لیے بھابی جان کہ وہ آپ سے بہت خوف زدہ ہے، کہہ رہی تھی کہ پھوپھو آپ یہ بات امی کو مت بتایئے گا وہ زاہد ماموں کو کچھ نہیں کہیں گی مجھے ہی ماریں گی۔ اب آپ بھی اسے کچھ مت کہیئے گا ورنہ مجھ پر سے اس کا اعتماد اُٹھ جائے گا۔ بچی ہے ناں ان باتوں کو نہیں سمجھتی۔'' زوہا کی ایک ایک بات درست تھی لحہ بھر کے لیے مونا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ناحق اس نے زوہا کو پھنسانے کا فیصلہ کیا ہے۔ مگر اپنی بیٹی کو بچانے کے لیے ساس سسر کی بیٹی کی قربانی کہیں آسان لگی دل کو درد بھی نہیں ہوا تھا۔ زاہد کے سامنے بات بھی بن جائے گی اور نند کے ذریعے وہ زاہد کی دولت پر بھی قابض ہو سکتی تھی۔ اُجالا نے اچھا ہی کیا جو اپنی رحم دل پھوپھو کو یہ بات بتائی، وہ زاہد کی طرف خود ہی مائل ہو گئی تھی۔

''ٹھیک ہے، میں اب اُجالا کی بجائے تمہیں زاہد کے سامنے چائے لے جانے کو کہوں گی تو تمہیں یا امی کو اعتراض تو نہیں ہو گا ناں۔'' وہ مکاری سے اپنی ہر سازش پر زوہا ہی سے مہر لگوانا چاہتی تھی اپنی بیٹی کے ساتھ ساتھ وہ خود کو بھی شوہر کی نظروں میں پارسا رکھنا چاہتی تھی۔

''کوئی اعتراض نہیں ہو گا نہ مجھے نہ امی کو۔ آج سے جب بھی زاہد صاحب آئیں گے میں خود ان کو چائے پیش کروں گی، انٹرٹین کروں گی کہ ان کے ساتھ آپ بھی خوش ہو جائیں گی۔''

''تم سچ کہہ رہی ہو ناں زوہا۔'' مونا کو نہ جانے کیوں یقین نہیں آ رہا تھا اس نے مسکرا کر مونا کو دیکھا۔ اس کو شدید دکھ ہونے لگا کہ کاش مونا ایسی نہ ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔

''آزمائش شرط ہے بھابی جان! میں تو احمق تھی آئیڈیل کے چکر میں پڑی ہوئی تھی و تو آپ نے سمجھایا تو بات سمجھ میں آئی کہ یہ ساری کتابی باتیں ہیں اور ہمیں حقیقی زندگی ک گزارنے کے لیے حقیقت پر مبنی فیصلے کرنے چاہئیں۔'' زوہا کا دل رو دیا یہ سب کہتے ہوئے۔ آگے نہ جانے کیا ہونے جا رہا تھا، کیا لکھا تھا اس کی قسمت میں لیکن زوہا حالات ک خراب کرنا نہیں چاہتی تھی اپنی ماں کے حکم کے مطابق سب کچھ کر رہی تھی اس کی بات پر مو کو یقین تو نہیں آ رہا تھا مگر پھر بھی زوہا پر اعتماد کر لیا۔

''ارے زوہا! میری جان خوش رہو تم۔ تم سوچ نہیں سکتیں تم نے میری کتنی بڑی مشکل

آسان کر دی ہے، خوش رہو میں ابھی زاہد کو خوش خبری سناتی ہوں اسے تو یقین ہی نہیں آئے گا کہ تم مان گئی ہو۔'' مونا نے پیار سے اس کا چہرا تھام کر پیار کر لیا تو دکھ کا ایک گہرا سانس زوہا کے اندر ہی دم توڑ گیا۔ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے کمرے کی طرف مڑ گئی اور مونا جلدی سے فون کی طرف بڑھی، خوشی سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو گی کہ ایک تو اُجالا بچ گئی تھی دوسرے زوہا مان گئی تھی۔

''ہاں! ہیلو زاہد میں ہوں مونا۔'' مارے خوشی کے اس کی آواز بیٹھی جا رہی تھی۔

''زہے نصیب! تم نے ہمیں یاد تو کیا ہائے قسم سے کتنا تمہیں چاہا ہے کبھی غور تو کرو۔'' وہ گھٹیا فلمی انداز میں حسبِ عادت شعر گنگنانے لگا۔

''بکو مت! سنو گے تو پھڑک جاؤ گے، کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔'' مونا بہت پُر جوش ہو رہی تھی۔

''ارے! ایسی بات ہے تو میں لیٹ جاتا ہوں تم تو ایسے ایسے بم پھوڑتی ہو کہ بندہ تباہ ہو جاتا ہے۔ خیر کہو کیا بات ہے؟'' وہ گہرا سانس لے کر بولا تو مونا نے زوہا کی ''ہاں'' کی خوش خبری سنا دی۔ ''نہیں میری جان! کھا اپنی جان کی قسم، یقین نہیں آ رہا کہ وہ مان گئی ہے۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔'' زاہد خوشی سے پاگل ہو گیا اس نے ریسور رکھا، سیدھا جیولر کی شاپ پر گیا انگوٹھی خریدی مٹھائی کے ٹوکرے تیار کروائے اور اگلے ایک گھنٹے میں وہ مونا کے سامنے بے قراریاں لئے بیٹھا تھا۔

''اب بلا بھی چکو ہماری ہونے والی وائف کو۔ کیوں تڑپا رہی ہو، تمہیں تو بس تڑپانا ہی آتا ہے، کبھی اپنے لئے کبھی اپنی نند کے لئے۔ جاؤ ناں جلدی سے بلاؤ اسے۔'' زاہد بہت بے قرار ہو رہا تھا اس نے آتے ہی مٹھائی مونا کے منہ میں ٹھونس دی مونا بھی بہت خوش تھی۔

''چھری تلے دم تو لو زاہد۔ ابھی بلواتی ہوں اور یہ کیا تم ابھی سے مٹھائی اور انگوٹھی لے کر آ گئے ابھی تو اپنی اور تمہاری ساس جی کو منانا باقی ہے، ابھی تو صرف زوہا مانی ہے امی کو تو وہ خود ہی منائے گی۔''

''ارے جانِ من! کیسی باتیں کرتی ہو، تم نے یہ محاورہ نہیں سنا۔ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی، جب ہماری جانِ من زوہا مان گئی تو ساسو ماں مانے نہ مانے کسے پرواہ ہے

"اور جاؤ اٹھو اب زوہا کو بلاؤ۔ ورنہ تمہیں یہ انگوٹھی پہنا دوں گا۔" زاہد نے مسخرے پن سے کہا اور رنگ نکال کر واقعی مونا کو پہنانے لگا تو اس نے دھکا دے کر پرے کیا اور کھڑی ہو گئی۔ وہ جانتی تھی کہ زاہد بدتمیزی میں حد پار کرنے کی کوشش کیا کرتا ہے۔

"صبر کرو میں ابھی بلاتی ہوں زوہا کو۔ زوہا جیسی اچھی لڑکی تمہیں دے رہی ہوں تو تم اپنے وعدے پر قائم رہنا۔ ایسا نہ ہو مکر جاؤ۔" وہ چلا اُٹھی۔

"ارے میری جان! تم ایک وعدے کی بات کرتی ہو میں تو بچپن سے آج تک تم سے کیئے گئے وعدے پورے کرنا چاہتا ہوں، چلو اب بلاؤ زوہا کو۔ اب تو صبر ہو ہی نہیں رہا۔" وہ بری طرح مچل رہا تھا زوہا سے ملنے کے لئے، مونا نے باہر جھانکا صحن خالی تھا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ زوہا کو تو اس نے تیار ہونے کا کہہ دیا تھا اور اجالا کو پڑوس میں بھیج دیا تھا۔ راشدہ بیگم دانستہ کمرے میں بند ہو گئی تھیں۔ آج کے سین میں جو کہنا تھا انہوں نے زوہا کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔

"مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے امی۔ کیا کروں جاؤں نہ جاؤں؟ میری تو جان نکلی جا رہی ہے۔"

زوہا کے ہاتھ برف ہو رہے تھے گھبراہٹ خود راشدہ کو بھی ہو رہی تھی مگر آئندہ کے لیے جو انہوں نے سوچ رکھا تھا اس کے لیے یہ ضروری تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کی ہمت بندھائی۔

"اللہ مالک ہے بیٹی! وہی ہماری عزتوں کا محافظ ہے۔ اللہ کا نام لئے جاؤ، اللہ ہمارا تمہارا محافظ ہے گھبرانا نہیں، میں صحن میں بیٹھی ہوں۔ اب جاؤ مونا ادھر نہ آ جائے اسے کچھ بھی پتا نہیں چلنا چاہئے کہ میں اس پلان میں شریک ہوں۔"

"جی...... امی!"

زاہد زوہا کو دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو گیا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے، کیا کہے۔ بار بار رنگ دیکھتا پھر زوہا کو دیکھتا مونا اشارے سے اسے کسی بھی غلط حرکت سے باز رکھ رہی تھی۔ زاہد نے نظروں ہی نظروں سے اسے کمرے سے چلے جانے کو کہا تا کہ وہ زوہا سے اظہارِ محبت کر سکے مگر مونا بھی اسے اچھی طرح جانتی تھی اسی لئے نہیں گئی۔

"زوہا! چائے بنا کر دو ناں زاہد بھائی کو۔" مونا کے کہنے پر زوہا نے لرزتے ہاتھوں سے چائے بنا کر زاہد کو دی۔ زاہد کی نظریں اس کے آر پار ہو رہی تھیں وہ اس کے سامنے بچھا جا رہا تھا اور زوہا کو اس سے کراہت آ رہی تھی۔ پان زدہ دانت، بار بار چٹکی بھر کر نسوار منہ میں بھرنا، بڑی بڑی سرخ آنکھیں۔ "اُف میرے خدا! میں تیری پناہ میں آتی ہوں ایسی کسی آزمائش سے۔" زوہا نے دل ہی دل میں دعا کی اور چائے بنا کر کھڑی ہو گئی۔

"کہاں چلیں آپ! اجی یہ انگوٹھی ہم آپ ہی کے لیے تو لائے ہیں۔" زاہد بے تابانہ اُٹھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر رنگ اسے پہنانے لگا تو زوہا نے مونا کو دیکھا۔

"زاہد بھائی! ایسی بھی کیا جلدی ہے، انگوٹھی میں رکھ لیتی ہوں بس ذرا امی جان خود اپنے ہاتھوں یہ کام کریں تو زیادہ اچھا ہو گا۔" مونا نے خوبصورت سی رنگ اپنے قبضے میں کر لی۔ زاہد بہت بے مزہ ہوا، زوہا کا نرم و نازک ہاتھ چھوڑنے کو دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔

"بھئی مونا آپا! یہ کیا بات ہوئی آپ نے تو ہمارے ارمانوں پر مٹی ڈال دی۔"

وہ اِٹھلا کر بسورنے لگا تو مونا راکھ ہو گئی۔ غصے سے زوہا سُلگ اُٹھی تاہم زاہد کو چارہ ڈالنا ضروری تھا۔ "زاہد صاحب! بھابی ٹھیک کہہ رہی ہیں جب تک امی نہیں مان جاتیں ہم قدم نہیں بڑھا سکتے، لیکن آپ فکر نہ کریں میں ان کو منا لوں گی۔" خود پر نہ جانے کتنا ضبط کر کے اس نے یہ جملہ ادا کیا۔ زاہد کے لئے یہ یقین دہانی ہی کافی تھی اس کی باچھیں کِھل گئیں۔

"بس۔ بس! ہمیں یقین آیا ہمیں اعتبار آیا لیکن یہ انگوٹھی تو آپ رکھیں۔ میری تسلی کے لیے۔"

اس نے مونا کے ہاتھ سے رنگ لے کر زوہا کے ہاتھ میں تھما دی تو مونا کھول گئی اور یوں ایک طوفان وقتی طور پر تھم گیا۔

اس دوران راشدہ نے جو سوچا تھا اس پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے زوہا اور اُجالا کو لیا اور گھر چھوڑ دیا، چپ چاپ بیٹی اور پوتی کو لے کر وہ بہاولپور کے اسٹیشن پر کھڑی تھیں اپنی بچپن کی دوست کے ہاں جانے کے لیے۔

"سنئے!" سب چونک کر مڑیں۔

"جی بیٹا! آپ نے ہم سے کہا۔" راشدہ کے ساتھ زوہا اور اجالا بھی مخاطب کرنے والے کی طرف مڑیں، سامنے ایک نوجوان کھڑا سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ راشدہ نے بغور اس لڑکے کو دیکھا جس کے ساتھ باوردی ڈرائیور بھی تھا۔

"آپ! آنٹی راشدہ ہی ہیں ناں۔ مجھے چچی جان نے آپ کو لینے کے لیے بھیجا ہے۔ یہ آپ کی تصویر بھی ہے چچی جان کے ساتھ جو انہوں نے پہچان کے لئے مجھے دی تھی۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے ایک بلیک اینڈ وائٹ تصویر راشدہ کی طرف بڑھائی تو اپنی اور عشرت کی جوانی کی تصویر دیکھ کر راشدہ آبدیدہ ہوگئیں۔

"جی بیٹا! میں ہی راشدہ ہوں اور تم یقیناً اشعر ہو۔"

"جی!" نوجوان نے ان کے منہ سے اپنا نام سن کر حیرت سے ان کو دیکھا تو انہوں نے اس کے سر پر دونوں ہاتھوں سے پیار دیا۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں بیٹا! میں اور عشرت بچپن کی دوست ہیں ایک جگہ پلے بڑھے، ایک ساتھ تعلیم حاصل کی بس پھر وقت اور حالات کے چکر میں ایسے الجھے کہ ایک دوسرے سے بے خبر ہوگئے۔ خدا کا شکر ہے کہ عشرت کا ایڈریس ہمیشہ میرے پاس رہا تو آج اس سے دوبارہ ملنے آئی ہوں۔ کیسی ہیں تمہاری چچی جان؟"

اپنے ماضی کی مختصر سی تفصیل بتاتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ گئیں زوہا اور اُجالا بھی چپ چاپ سہمی ہوئی ساتھ چلتی رہیں۔ اشعران کی باتیں سن کر مسکراتا رہا۔

"جی! چچی جان ٹھیک ہیں۔ بس اب شوگر ہونے کی وجہ سے۔"

"کیا کہا! اسے بھی شوگر ہوگئی؟ بھئی بڑی ہی نقل چور ہے تمہاری چچی بھی بچپن سے لے کر آج تک جوتی کپڑوں سے لے کر بیماری تک میں اس نے میری ہی نقل کی۔ خیر پوچھ لیتی ہوں جا کر اس سے۔" راشدہ اندر سے کتنی خوف زدہ اور پریشان تھیں اور کس مقصد کے لیے آئی تھی اس کو چھپانے کے لئے وہ ہنستے ہوئے بولیں تو اُجالا اور زوہا کے ساتھ اشعر بھی مسکرا دیا۔ پھر گھر تک پہنچتے پہنچتے راشدہ نے اپنے ماضی کے چھوٹے چھوٹے واقعات سے ان لوگوں کو خاصا محظوظ کیا۔ پھر لینڈ کروزر سے اُتر کر وہ تینوں اشعر کے پیچھے چلتی وسیع رقبے پر پھیلی خوبصورت کوٹھی کی طرف بڑھتی ہوئی کوریڈور تک آ گئیں۔ پھر اشعران کو وسط میں

بڑے ہال نما کمرے کی طرف لے آیا جہاں بھاری بھرکم عشرت اپنی دوست سے ملنے کے لئے بمشکل کھڑی ہو پائیں۔

☆=====☆=====☆

"کہاں چلی گئی بڑھیا ان دونوں لڑکیوں کو لے کر۔ خدایا کیا کروں کس سے کہوں۔ باسط کو پتا چلے گا تو زمین آسمان ایک کر دیں گے کیا وجہ بتاؤں گی کون ساٹھکانا بتاؤں گی کہ ساسو ماں میری اور اپنی بیٹی کو لے کر کہاں فرار ہوگئی ہیں۔ کتنی مکار اور گھنی ہیں ماں بیٹی۔ کہاں تلاش کروں اب میں ان کو؟ باسط کی ڈانٹ پھٹکار تو سن لوں گی مگر اس منحوس زاہد کو کیا جواب دوں گی وہ تو میرا جینا مشکل کر دے گا۔ یا اللہ کیا کروں اس بڑھیا نے کیسا کھیل کھیلا ہے میرے ساتھ۔ ان مکار ماں بیٹی نے اچھا بن کر میرے عزائم پر پانی پھیر دیا۔ اپنی تو اپنی میری بیٹی بھی لے اُڑی یہ بڑھیا، لیکن شاید اچھا ہی ہے اس منحوس زاہد کی نظریں اب زوہا سے زیادہ اُجالا پر اٹکنے لگی تھیں مگر۔ مگر خبیث آدمی کو کیا جواب دوں گی! یا اللہ مشکل میں پھنس گئی ہوں میں۔" مونا پر بہت مشکل گھڑی تھی وہ اندر باہر بولائی بولائی پھر رہی تھی مگر ہر ایک نے لاعلمی کا اظہار کر کے اسے پریشانی و فکر کی دلدل میں دھنسا دیا تھا۔

"یا اللہ! میں کیا کروں میری مدد فرما، میں کیا جواب دوں گی باسط کو اور پھر اس زاہد کو۔" وہ بڑے سے صحن میں مغرب کی نماز پڑھ کر سجدے میں گری شدت سے رو رہی تھی۔ یہ تو غنیمت تھا کہ باسط چار دن کے لیے آفس کے کسی کام سے حیدرآباد گیا ہوا تھا۔ اس کے پاس وقت تھا کہ وہ ان لوگوں کو تلاش کر لیتی۔

وہ جانے کب تک سجدے میں گری رہی کہ دروازے پر بیل ہوئی، اس کا دل اُچھل کر حلق میں آ گیا۔ کیونکہ یہ مخصوص انداز زاہد ہی کا تھا۔ وہ آئے گا اور آتے ہی اپنا مطالبہ دہرائے گا شادی کا۔ اور اگر اس نے زوہا سے ملنے کو کہا تو پھر! بیل زور سے چیخی بیل کے انداز سے ہی لگ رہا تھا کہ بیل دینے والا بہت بے تاب ہے، انتظار اس کے لیے دشوار ہے۔ وہ مُردہ قدموں سے اُٹھی وہ زاہد کے عزائم اچھی طرح جانتی تھی کہ زوہا کے نہ ملنے کی صورت میں اسے اپنی یا اپنی بیٹی کی قربانی دینا پڑے گی یا دوسری صورت باسط کو سب پتا چل جاتا اس میں بھی اسی کی بربادی تھی۔ کاش کہ دوسروں کے لئے گڑھا کھودنے والے یہ سوچ

لیا کریں کہ وہ خود بھی اس میں گر سکتے ہیں، وہ من من بھر کے قدم اٹھاتی دروازے تک پہنچی اور مُردہ ہاتھ سے کنڈی گرا دی۔ حسبِ توقع سامنے وہی کھڑا تھا تیل چپڑے بالوں، پان زدہ دانتوں کے ساتھ بے باک نظر اور عامیانہ مسکراہٹ لئے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ مونا کے اندر طوفان اُٹھ رہے تھے مگر فی الحال وہ اس طوفان کو ٹالنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ نظریں زاہد پر تھیں اور سوچ کے پرندے کہیں اور ہی پرواز کر رہے تھے۔ اس کی کیفیت سے زاہد نے اپنی پسند کا مطلب اخذ کیا اور گنگنانے لگا۔

''ایسی نظروں سے نہ دیکھو مر جاؤں گا او جانِ جاناں مر جاؤں گا۔''

اور قبل اس کے کہ اس کا ہاتھ اس کے چہرے کی طرف بڑھتا وہ چونک کر سیدھی ہوگئی۔

''تمہیں کتنی بار منع کیا ہے کہ میرے ساتھ اب یہ حرکتیں مت کیا کرو، اور اب اس وقت آنے کا کیا مطلب ہے؟'' ایک تو مونا ویسے ہی بہت پریشان تھی دوسرا زاہد کی حرکت سے کھول گئی۔

''ارے آج بڑی سلگ رہی ہو۔ بھئی گھر کا داماد آیا ہے اور تم اسے دہلیز پر کھڑے کھڑے کھری کھری سنا رہی ہو۔ ہٹو پیچھے۔'' زاہد نے بازو پھیلا کر مونا کو پیچھے کیا اور سینہ پھلا کر اندر داخل ہوگیا اور مونا کا دل اچھل کر حلق میں اُتر گیا۔

''ارے بھئی مونا جی! بڑی خاموشی ہے کہاں ہیں سب کے سب، زوہا اُجالا۔''

جیسے ہی اس نے اُجالا کا نام لیا مونا کو گویا آگ لگ گئی وہ تڑپ کر آگے بڑھی۔

''اپنی سوچ اپنی نظر اور اپنی زبان کو صرف زوہا تک رکھو، میری بیٹی کا نام تمہاری زبان پر اب نہیں آنا چاہئے سمجھے تم۔'' مونا نے بری طرح اسے جھڑک دیا تو وہ مسکرانے لگا۔

''چلو جی! نہیں لیتے تمہاری بیٹی کا نام۔ تمہاری ساس کی بیٹی کا نام تو لے سکتا ہوں ناں جو میری ہونے والی بیوی ہے۔ کہاں ہے میری بیگم۔ زوہا ارے بھئی زوہا۔''

اس روز جو ڈرامہ ہوا زوہا ماں کے کہنے پر زاہد سے ملی تھی تو وہ خود کو ہیرو ہی سمجھنے لگا تھا اس وقت بھی دائیں بائیں جھانکتا ہوا وہ بلند آواز میں زوہا کو پکار رہا تھا مونا کھول کر رہ گئی۔

''آہستہ بولو زاہد! ابھی تم اس انداز میں زوہا کا نام نہیں لے سکتے، کسی نے سن لیا تو کیا کہے گا۔ یوں بھی وہ گھر پر نہیں ہے۔'' وہ گھبرا کر آگے بڑھنے لگی تو وہ اس کے سامنے آ کر بغور

اس کے بدلے ہوئے تیوروں کو تیکھی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے شانے پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر اسے دھکیلا۔

''یہ آج تم کس انداز سے بات کر رہی ہو مونا بیگم، ارادے کیا ہیں تمہارے۔ کہاں گئی ہے زوہا۔ گئی ہے یا تم نے اسے کہیں غائب کرا دیا ہے؟ یاد رکھو ایسا ہوا تو۔''

''بکومت! اپنی گندی سوچ اپنے تک محدود رکھو میں غائب کیوں کرنے لگی امی جان کے کسی رشتے دار کے ہاں شادی ہے، وہاں گئے ہیں سب لوگ۔'' وہ چور بنی وہاں سے ہٹنے لگی مگر زاہد نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''یہ ہی بات ہے ناں۔'' زاہد کو نہ جانے کیوں شک ہونے لگا تھا چھٹی حس کہہ رہی تھی کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔

''ہاں تو اور کیا بات ہونے لگی۔ تم بیٹھو میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔'' مونا کھٹک گئی کہ اگر اسے حقیقت معلوم ہوگئی تو ہنگامہ کر دے گا اس لیے اپنا موڈ بحال کرتی وہ کچن کی طرف مڑی تو وہ بھی اس کے پیچھے آگیا۔

''ارے تم یہاں کہاں آگئے اندر چل کر بیٹھو ناں۔''

''کس سے ڈر رہی ہو۔ شوہر تمہارا شہر سے باہر ساس نند بھی گھر پر نہیں پھر کیا خوف ہے اور یوں تو ہم سدا کے تمہارے دیوانے ہیں یہ الگ بات کہ تم نے۔''

وہ پھر آپے سے باہر ہونے لگا تو مونا جو اندر سے بری طرح خوف زدہ تھی۔ اوپر سے زاہد کی حرکتیں اور باتیں اسے عجیب سی وحشت ہونے لگی۔

''زاہد! کتنی بار کہا ہے اب میرے بارے میں ایک لفظ نہ کہا کرو۔ میرے تو اب بچے بھی جوانی کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں ابھی نبیل اور عدیل آتے ہوں گے ٹیوشن پڑھ کر۔''

مونا بہت خوفزدہ تھی، سردی میں بھی نمی اُتر رہی تھی اور زاہد مکاری سے اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہا تھا۔

''اچھا بھئی جاتا ہوں باہر لیکن اب ہماری شادی بھی جلدی سے کرا دو تاکہ ہم بھی بال بچوں والے کہلائیں گے۔'' وہ مسخرے پن سے ہنستا ہوا باہر جا کر بیٹھ گیا۔

''یا اللہ! میں کیا کروں۔'' اس کے جانے کے بعد وہ رو ہی دی۔ کچھ ہی دیر میں دونوں

بیٹے بھی آ گئے۔ مونا نے خدا کا شکر کیا۔

''امی! یہ اُجالا باجی پھوپھو اور دادو آج صبح سے کہاں ہیں۔'' عدیل نے آتے ہی ان تینوں کے بارے میں پوچھا تو زاہد چوکنا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ مونا گھبرا گئی۔ اس نے عدیل کا شانہ معنی خیز انداز میں دبایا۔

''ارے پاگل! شادی میں گئی ہیں، آ جائیں گی کل تک۔''

عدیل ماں کے کہنے پر مصلحتاً سر ہاں میں ہلا کر اندر تو چلا گیا مگر حقیقت جاننے کے لیے زاہد کے جانے کا انتظار کرنے لگا جو چپک ہی گیا تھا کرسی کے ساتھ۔ جبکہ وہ لوگ چاہ رہے تھے کہ وہ جائے۔ بمشکل وہ اُٹھ کر گیا تو دونوں لڑکے ماں کے گرد جمع ہو گئے۔

''امی! کس کی شادی میں گئی ہیں؟''

''بیٹا وہ کسی کی شادی میں نہیں گئیں نہ جانے کہاں گم ہو گئی ہیں۔''

''کیا کہہ رہی ہیں اُمی آپ؟ وہ تینوں کی تینوں گم ہو گئیں کیوں کیسے کہاں؟'' نبیل کی معصوم سمجھ میں یہ منطق نہیں آ رہی تھی۔ مونا باقاعدہ صحن میں بچھی ہوئی چارپائی پر بیٹھی گھٹنوں میں سر دے کر بری طرح رو رہی تھی۔

''اماں! کیا ہوا ہے، آپ کیوں رو رہی ہیں ابو کو فون کر کے بلا لیں۔'' عدیل کو بھی ماں کے رونے سے گھبراہٹ ہونے لگی۔

''نہیں بیٹا! اپنے ابو کو کچھ مت بتانا۔ دعا کرو دادو، اُجالا اور زوہا واپس آ جائیں ورنہ، ورنہ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ سب کچھ۔''

بچے نہ تو ماں کی بات سمجھ رہے تھے نہ اس کے خوف کی وجہ، نہ ان تینوں کے گھر سے غائب ہونے کی منطق سمجھ پا رہے تھے۔ گھبرا کر ماں کو تسلیاں دینے لگے جسے اب اپنی بربادی یقینی ہوتی نظر آ رہی تھی۔

☆=====☆=====☆

''Come on ..... Yes کیا فیصلہ کیا ہے تم نے۔ I am waiting بولو ناں۔ کیا فیصلہ کیا ہے تم نے مائی ڈیئر وائف ماہم! بتاؤ ناں کیا فیصلہ کیا ہے تم نے ہاں۔'' عامر اس کے ہراساں ہونق چہرے پر چھپی تحریر کا مفہوم بڑی اچھی طرح پڑھ کر سمجھ چکا تھا۔ بڑے

گھٹیا انداز میں اس کے زخموں پر مزید چھری چلاتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کے چہرے پر پھونک ماری تو اس کے اطراف میں پھیلی لٹیں لہرا کر رہ گئیں۔ پھر کچھ توقف کیا اس نے کہ اس کے تھرتھراتے ہونٹ اپنی بربادی کی داستان سنا ڈالیں۔ مگر اس کے ہونٹوں کی کپکپاہٹ نے الفاظ کا گلا گھونٹ دیا تو وہی لفظ گرم گرم چشمے کی صورت اس کے رخساروں کی ہموار سطح پر پھیلتے چلے گئے۔

''بھئی خاموشی بڑی خطرناک چیز ہے اس سے ہاں بھی اخذ کی جا سکتی ہے اور ناں بھی۔ اب تم بتاؤ میں تمہاری خاموشی کے اس گیٹ پر ہاں کا تالا لگا دوں یا ناں کا؟ ہوں اگر تو تمہیں بچہ چاہئے تو میری طرف سے تمہیں آزادی مل جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی یہ عیش و عشرت یہ وی آئی پی حیثیت، آج یہاں فیتہ کاٹنا ہے تو کل وہاں مہمان خصوصی ہیں یہ لاکھوں کی گاڑیاں یہ محل نما گھر یہ، یہ سب چھوڑنا پڑے گا۔ کم آن سوچ لو۔''

وہ اس کے اندر ہوتی قیامت خیز تبدیلی، توڑ پھوڑ اور شکست و ریخت سے بے خبر کچوکے لگائے جا رہا تھا اور وہ جس نے اس خوابوں کی زندگی کے لئے اپنی محبت، اپنا خاندان سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔ اور یہ سب ختم ہو جائے گا کسی منڈیر پر بیٹھے پرندے کی طرح اُڑ جائے گا، کچی نیند کے خواب کی طرح مٹ جائے گا، ریت پر نقش کی طرح صرف ایک لفظ طلاق سے وہ عرش سے فرش پر آ گرے گی، سارے خواب چکنا چور ہو کر اس کی آنکھوں میں ہمیشہ کے لیے پچھتاوے کا لہو بھر دیں گے۔ پھر وہی ایک سو بیس گز کا گھر، تنگ دستی کی زندگی، طلاق کا ٹیکا الگ ماتھے کو بدنما کرے گا، گھر والوں کی نظروں میں اب وہ عزت وہ مقام کہاں؟ وہ سوچ کے بھنور میں چکر پھیریاں کھا رہی تھی اور وہ جو اس کی کمزوری بھانپ چکا تھا اس کمزوری کو اسی کے خلاف استعمال کر رہا تھا۔

''پھر کیا سوچا تم نے اور اگر تمہیں بچہ چاہئے تو Sorry to say ماہم عامر! میں تمہارے بچے کو اپنا نام نہیں دوں گا۔ وہ صرف تمہارا بچہ ہو گا اور مجھ سے علیحدگی کی صورت میں تم اپنے بچے کے ساتھ اپنے گھر واپس چلی جاؤ گی اور یہ بچہ جو کہ بعد میں صرف تمہارا ہی ہو گا اس کا باپ کون ہے؟ یہ دنیا والوں کو معلوم نہیں ہو گا اور یہ بچہ بالکل تمہارے ماضی کی سی زندگی گزارے گا۔ تڑپتی ہوئی سسکتی ہوئی ہر خواہش ہر ضرورت کو ترستی ہوئی۔ بالکل تمہارے ٹزن

فہد کی طرح ٹیوشن پڑھا پڑھا کر اپنی کاپی پنسل خریدے گا، پھر اپنی چھوٹی چھوٹی ضروریات کے لیے دوسروں کے ہاتھوں کی جانب دیکھے گا اور پھر کہیں کسی دفتر میں کلرک لگ جائے گا۔ اور......'' عامر کے الفاظ اس کے آنے والے بچے کی زندگی کی ایسی بھیانک تصویر بن گئے کہ وہ خود ان مغموم لمحات میں اس بچے کے ساتھ سسکنے لگی۔ ایک سو بیس گز کے اس گھر میں وہ اپنی طرح اپنی بیٹی یا بیٹے کو سسکتا ہوا دیکھ رہی تھی ایک ایک ضرورت کے لئے تڑپتے روتے دیکھ رہی تھی۔ وہ ناشکری کے دیس میں سانس لینے والی کمزور سی لڑکی کیا جانے زندگی کے اس حقیقی لطف اور سکون کو جو ایک سو بیس گز کے اس گھر میں ہر ایک کا مقدر تھا۔ وہ عزت وہ محبت ہی اصل زندگی ہے۔ کم عقل لڑکی نہ اس وقت پہچان پائی جان پائی اور نہ ہی اب......اب بھی وہ اس خیالی خوابوں کی زندگی میں رہنا چاہتی تھی وہ اپنی اس سماجی حیثیت کو گنوانا نہیں چاہتی تھی جہاں وہ وی آئی پی تھی، تقریبات کے افتتاح کرتی تھی، گاڑیوں میں گھومتی تھی تو یہ زندگی تو عامر کے ساتھ وابستگی سے حاصل تھی اس سے ناتا توڑ کر ایک بچے کی خاطر وہ اس زندگی کو ٹھکرا کر خود اپنی حیثیت بھی گنوا بیٹھے گی، یہ پُر آسائش زندگی بھی جائے گی اور آنے والا بچہ بھی ویسی ہی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگا۔ میری طرح وہ بھی مجبور محروم زندگی گزارنے پر مجبور ہو گا۔ تو میں اس کے ساتھ زیادتی کیوں کروں اس کے ساتھ میں بھی پھر سے وہ ہی ترستی زندگی گزاروں۔ میں، میں اپنے اس پنجرے میں نہیں جا سکتی جہاں پر گزری زندگی کا تصور ہی جان لیوا ہو جاتا ہے کجا دوبارہ ہی نہیں۔ اب نہیں! اور پھر جیسے چلتی گاڑی کو بریک لگ گئے جیسے ہستی کو تہہ و بالا کرنے والی آندھیاں یک دم تھم گئیں۔ وہ جو سوچ کے سمندر میں کافی دیر سے سرکش لہروں سے لڑ رہی تھی کبھی ڈوبنے لگتی کبھی کنارے کو چھو جاتی مگر ہر بار کنارے پھسل پھسل جاتے۔ مگر اب وہ فیصلے کے کنارے پر مضبوطی سے قدم جما چکی تھی اس لئے چہرے پر تلاطم کی بجائے سکون کی نرم ہوا تھی ہونٹوں کی کپکپاہٹ سکون میں بدل چکی تھی اور اس کی ساری کیفیت کو عامر خود پر بیتے بغیر ہی محسوس کر کے اس کی بے بسی کو انجوائے کر رہا تھا۔

''ہاں جی پھر کیا سوچا آپ نے، بچہ چاہئے؟'' وہ اس کی آنکھوں سے اندر تک اتر کر بڑے گہرے اور معنی خیز انداز میں پوچھ رہا تھا۔ اس کے لب حرکت میں آئے۔

''نہیں عامر! میں، میں آپ کے بغیر نہیں جی سکتی، آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی، نہیں رہ سکتی میں آپ کے بغیر۔'' وہ اس کے ساتھ لگی بری طرح رو رہی تھی اس کا سارا وجود بری طرح کانپ رہا تھا۔ کس بات سے، بچے کو کھو دینے کے احساس سے یا عامر سے ملنے والی زندگی کے چھن جانے کے خوف سے، وہ کچھ بھی فیصلہ نہ کر پائی لیکن عامر اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور اس کی سمجھ کا قہقہہ کمرے کی خاموش فضا کی دھجیاں اُڑاتا گزر گیا۔

''او کے! تم میرے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ ہیں نہیں رہ سکتیں ناں میرے بغیر۔'' عامر نے دانت پیس کر کہا اور مٹھی میں اس کے بال جکڑ کر اس کا سر اپنے سینے سے الگ کیا تو اس نے خوف زدہ ہو کر اس عجیب انسان کو ایک نظر دیکھا اور اثبات میں سر جھکایا تو اس نے جھٹکے کے ساتھ اس کا سر پرے کیا کہ وہ گرتے گرتے بچی۔

''میرے بغیر۔ ہونہہ میرے بغیر! ارے میں سب جانتا ہوں تم میرے بغیر نہیں اس پُر آسائش زندگی کے بغیر نہیں رہ سکتیں جس کی تم کچھ ہی عرصے کے بعد اتنی عادی ہوگئی ہو کہ اس کے عوض اپنی اولاد کو قربان کرنے پر تیار ہو رہی ہو، اپنی ممتا کے آنگن میں اُترتے چاند کو گہنا رہی ہو، تم عورت نہیں ڈائن ہو ڈائن۔''

وہ پتھرائی آنکھوں اور بند ہوتے دل کے ساتھ اس عجیب و غریب انسان کو دیکھتی رہی جو نہ تو اس کے احساسات کو سمجھتا تھا نہ قدر کرتا تھا۔ اس نے اس کی خاطر اپنی اولاد تک کو قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا تو تب بھی وہ اسے غلط سمجھ رہا تھا۔ ہاں شاید وہ درست ہی کہہ رہا تھا۔ اس نے اس پُر آسائش زندگی پر اپنی ممتا کو قربان کر دیا تھا۔ وہ بے حس و حرکت اسے دیکھتی رہی اور وہ گلاس پر گلاس خالی کرتا رہا، اسے گالیاں بکتا رہا اور قہقہے لگاتا رہا۔

''Infact ماہم بیگم! تمہیں، تمہیں کسی سے محبت نہیں نہ فہد سے تھی نہ مجھ سے ہے۔ ارے جو ڈائن اپنی اولاد کی قاتل ہو اسے کسی اور سے محبت کیسے ہو سکتی ہے، تم خود پرست ہو، تمہیں صرف خود سے اپنی خواہشات سے پیار ہے۔ اگر تم محبت پر یقین کرنے والی ہوتیں تو آج میری بجائے فہد کی بیوی ہوتیں، پہلے فہد کی محبت کو قربان کیا اور اب اپنی ہی اولاد کو قربان کر رہی ہو اور دعویٰ کرتی ہو مجھ سے محبت کرنے کا، I hate you سمجھیں تم I hate you۔''

عامر نشے میں تھا حقارت سے اسے ٹھوکر ماری اور فون کی طرف بڑھا اور کوئی نمبر ملانے لگا اور جو جملہ عامر نے کہا اس سے وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''ہاں، روبی آجاؤ اور بیگم صاحبہ کو ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ اور۔'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر اسے دیکھنے لگا وہ اس کی بات کا مطلب سمجھ کر سن ہو گئی۔

☆=====☆=====☆

''اماں! آج دو دن ہو گئے دادو، اُجالا اور پھوپھو کہاں ہیں کل تو ابو بھی آجائیں گے۔ اب کیا ہوگا، امی کیا ہوگا۔'' تینوں ماں بیٹے ہول رہے تھے آنے والے وقت کی سنگینی اور تباہی کا سوچ کر مونا کا بس چلتا تو خودکشی کر لیتی یا ان دونوں ماں بیٹی کو ڈھونڈ کر ان تینوں پر تیل ڈال کر آگ لگا دیتی مگر کچھ بھی تو اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ زاہد کو کس طرح بہلاتی اس کا شک اب یقین میں بدل گیا تھا تب ہی تو آتے ہی دھمکیاں دینے لگتا تھا، مونا کو لینے کے دینے پڑ گئے ساس نند اور کچھ حرص و ہوس کے چکر میں اس نے اپنی ہی زندگی کے گرد پھندا کس لیا تھا۔

''دیکھ لئے ناں تم لوگوں نے اپنی دادی اور پھوپھو کے کرتوت۔ خود ہی زاہد کی دولت دیکھ کر زوہا کا رشتہ طے کیا اور خود ہی اسے بلکہ میری بیٹی کو بھی لے کر فرار ہو گئی۔''

مونا کے پاس موقع تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کو اپنے ہتھیاروں میں بدل کر اپنی حفاظت کے لیے استعمال کرے مگر بچوں کے معصوم ذہن آئینہ ہوتے ہیں جن پر حقیقی اور سچی تصویریں اُترتی ہیں اسی لیے چودہ سالہ عدیل کمرے سے باہر آتے ہوئے سرزنش کے انداز میں بولا۔

''امی! یہ بات نہ کریں دادو اور پھوپھو زاہد ماموں کو بالکل بھی پسند نہیں کرتی تھیں اور اُجالا اور ہم لوگ بھی زاہد ماموں کا آنا جانا پسند نہیں کرتے۔ پھر جب ہمارے ابو گھر پر نہیں ہوتے تو وہ ہمارے گھر کیوں آتے ہیں۔ آپ کیوں جھوٹ بولتی ہیں کہ دادو لوگ کسی شادی میں گئے ہیں۔ آجاتے ہیں منہ اُٹھا کر ہر روز۔ مجھے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے۔''

عدیل تو جیسے بھرا بیٹھا تھا اس نے ماں کو سنا دیں تو دل میں اس سے متفق ہوتے ہوئے بھی اس نے عدیل کو ڈانٹ دیا۔

''تم اپنی بکواس بند کرو اور ٹیوشن پڑھنے جاؤ۔ میں سب جانتی ہوں تمہاری دادی اور

پھوپھو کی مکاریاں اور کہاں ہیں یہ بھی جانتی ہوں۔ آ گئے ان کے ہمدرد۔ چلو جاؤ دونوں، خبردار جو چھٹی کی ہو تو، مفت کے پیسے نہیں دیئے جاتے جگہ جگہ مجھ سے۔''

اس نے دونوں کو تقریباً باہر کی طرف دھکیل دیا۔ اس وقت زاہد اندر آ گیا۔ ''کیوں چیخ رہی ہو مونا جی بچوں پر! کسی کا غصہ کسی اور پر نکالنا زیادتی ہے، رہی بات پیسوں کی تو میں ہوں ناں، لو بچو اپنی ٹیوشن فیس دے دینا۔''

زاہد نے سگریٹ کا گہرا کش لے کر دھواں مونا پر پھینکا جس نے ناگواری سے منہ پیچھے کر لیا۔ پھر زاہد نے جیب سے ہزار کے کئی نوٹ نکال کر لڑکوں کی طرف بڑھائے تو دونوں نے حقارت بھری ایک نگاہ اس پر ڈالی اور باہر نکل گئے۔ اور وہ بدتمیزی سے ہنستا ہوا مونا کی طرف بڑھا۔

''ارے ذرا بھی لالچی نہیں، تم پر تو نہیں گئے لگتا ہے اپنی پھوپھو زوہا پر گئے ہیں، خیر چھوڑو آؤ آج ہم مل کر باتیں کرتے ہیں، یہ دیکھو میں چلغوزے لے کر آیا ہوں تمہیں بہت پسند ہیں ناں۔ لو۔'' اپنے کوٹ کی جیب سے اس نے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا تو وہ اگنور کرتی اکتائی سی آگے بڑھ گئی۔

''وہ زوہا تو۔'' اس نے اتنی دیر میں کوئی معقول بہانہ گ[illegible] جو وہ اسے بتانے جا رہی تھی کہ اس نے اس کا بازو گھسیٹ لیا۔ اس کے چہرے کی سختی، بھینچے ہوئے دانت بن کہے ہی سب بتا رہے تھے کہ اسے سب پتا چل گیا ہے۔

''زوہا کہاں ہے مونا؟'' اس نے اتنی زور سے اس کا بازو دبایا کہ وہ چیخ پڑی۔

☆=====☆=====☆

''تو میری بہن! یہ تھی میری کہانی، میں تو بیٹے کی شادی کر کے برباد ہو گئی ہوں۔'' اپنے سارے دُکھ ساری پریشانیاں اپنی بہنوں جیسی دوست عشرت بیگم کے ساتھ شیئر کر کے جیسے راشدہ کو سکون سا آ گیا۔

''تو باسط اسے کچھ نہیں کہتا وہ اتنی بدتمیزی کرتی ہے، لو سنو بھلا، حد ہو گئی اتنی کم عمر خوبصورت لڑکی کے لیے دولہا جو ہی رہ گیا وہ بھی غنڈا بدمعاش قسم کا! کوئی ضرورت نہیں۔ تمہیں اور لڑکیوں کو واپس لے جانے کے لئے آئے گا تو میں اس کی خبر لوں گی کوئی یوں اپنی

بیوہ ماں اور بہن کے ساتھ کرتا ہے، بس چپ چاپ بیٹھی رہو میں خود بات کروں گی اس سے، تم کوئی لاوارث نہیں ہو، کیا سمجھ کر مونا اور باسط نے تمہارے ساتھ ایسا کیا۔ ارے میرے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ راشدہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا میرا تمہارا رشتہ خلوص اور محبت کا رشتہ ہے کوئی ایسا رشتہ تو نہیں تھا کہ میں تمہیں طعنے دیتی، حد ہوگئی۔"

عشرت بیگم کو بہت دکھ ہوا تھا ساری بات سن کر۔ اسی لئے انہوں نے دکھ سے یہ ساری باتیں کہیں، راشدہ روتی رہیں۔

"کیا کرتی عشرت! ماں ہوں برداشت کرتی رہی، میری بیٹی بھی سب کچھ جھیلتی رہی برداشت کرتی رہی کہ کسی طرح گھر میں امن اور سکون کی فضا بنی رہے مگر ہم ماں بیٹی کی ہر کوشش مونا نے ناکام کر دی۔ اور حد تو زاہد کا رشتہ لا کر کر دی، اس خبیث کی نظر زوہا کے ساتھ میری معصوم اُجالا پر بھی تھی پھر بتاؤ میں کیا کرتی؟ بس یہ ہی سوجھی اور لڑکیوں کو لے کر آ گئی لیکن اب باسط کی فکر ہو رہی ہے، جب حیدر آباد سے آئے گا تو ہم تینوں کو نہ پا کر نہ جانے اس کا کیا حال ہوگا۔"

راشدہ واقعی بہت فکر مند تھیں۔ پیچھے جانے کیا حالات ہوتے ہیں باسط اور مونا کا ٹکراؤ، دوسرے بچوں کی معصوم شکلیں ان کی نظروں میں گھوم رہی تھیں۔

"کچھ بھی ہو! تم اور لڑکیاں اب نہیں جائیں گی واپس۔ باسط کو خبر ہونے دو، آنے دو تو میں بات کر کے بھیجوں گی۔"

یہ تو عشرت بیگم کا فیصلہ تھا اور گھر میں ان تینوں کو وی آئی پی حیثیت کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ اتنی بڑی کوٹھی جہاں عشرت بیگم کے علاوہ اشعر تھا جس کے والدین وفات پا چکے تھے۔ اس کی پرورش بھی عشرت بیگم نے کی تھی ثمرہ، اشعر کی بڑی بہن جو اپنے ڈاکٹر شوہر کے ساتھ عشرت بیگم کے پاس ہی رہتی تھیں ان کے دو بچے زارا اور تیمور اس کوٹھی کے باسی تھے جن کی خدمت کے لئے پانچ چھ ملازم تھے جو ہر وقت خدمت کے لیے تیار رہتے۔ اشعر یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا اس کی اپنی دنیا تھی جس میں دونوں بچے اکثر ہلچل مچا دیا کرتے تھے، پرانے طرز کی آراستہ کوٹھی آج کے ماڈرن دور میں بھی اپنی حیثیت منوا رہی تھی۔ اُجالا اور زوہا و یہاں آ کر بہت اچھا لگا تھا مگر اندر سے دونوں ہی خوف زدہ رہتیں، جو حالات چھوڑ کر آئی

تھیں اس کا خوف ہر وقت ان پر سوار رہتا۔

"پھوپھو! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" اپنے کمرے میں آ کر اُجالا زوہا سے لپٹ کر رو دی۔ اسے امی اور بھائی بہت یاد آ رہے تھے۔ زوہا گلٹی فیل کرنے لگی کہ اس کی وجہ سے یہ حالات ہوئے سب کچھ بدل کر رہ گیا۔

"ڈر تو مجھے بھی لگ رہا ہے اُجالا۔ مگر اب کیا کریں میں نے تو سوچا تھا کہ چلو میں اپنی قربانی دے دیتی ہوں اور زاہد سے شادی کر لیتی ہوں مگر۔"

"ہائے نہیں پھوپھو! آپ اتنے گندے آدمی سے شادی کیوں کرتیں۔ دادو نے بہت اچھا کیا کہ مجھے اور آپ کو لے کر آ گئیں۔ آپ کو پتا ہے پھوپھو میں جب چائے لے کر جاتی تھی تو بری بری باتیں کرتا تھا وہ میرے ساتھ مگر اماں کو جانے کیوں وہ اچھا لگتا تھا۔ اس کی ہر بات مانتی تھیں۔ اب پیچھے میں نہیں، پھوپھو کیا ہو رہا ہوگا۔ پھوپھو ہم اماں اور بھائیوں کو بھی لے آتے تو اچھا ہوتا ناں۔" اُجالا معصومیت سے کہہ رہی تھی خود زوہا کا دماغ بھی اسی طرف لگا ہوا تھا اسے تو مونا پر ترس آ رہا تھا۔ ساری خطرناک صورتِ حال کو وہ اکیلی فیس کر رہی ہو گی۔

"میں خود بہت پریشان ہوں اُجالا۔ بھابی کو بھی لے لیتے مگر کیا کریں اس طرح بھاگ نکلنے کے سوا ہمارے پاس اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا اور امی نے یہ پروگرام کب بنایا مجھے بھی انہوں نے نہیں بتایا تھا۔"

"پھوپھو! ہم گھر فون کر کے حالات معلوم کرنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں، دیکھیں کیا حالات ہیں۔"

اُجالا کو بہت گھبراہٹ ہو رہی تھی اور فون بھی پاس رکھا تھا بار بار اس کے ہاتھ فون کی طرف بڑھے مگر زوہا نے اسے منع کر دیا۔

"نہیں اُجالا۔ جو امی جان کہیں گی ہم وہی کریں گے۔ اگر فون کرنا ہوتا تو امی خود کرتیں اور پھر ہم یہاں مہمان ہیں خود سے کچھ نہیں کر سکتے ناں، بس اللہ سے دعا کرو اُجالا کہ سب ٹھیک ہو جائے۔ آؤ عصر کی اذان ہوگئی ہے نماز کے بعد اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہماری مدد کرے اور ہمیں مشکل سے نکالے۔"

اور پھر دونوں نے نماز ادا کر کے خوب رو رو کر دعا کی۔

☆=====☆=====☆

''میں! میں سب جانتا تھا تیری ساری مکاریاں کہ تُو ایسا ہی کرے گی۔ بول کہاں ہے زوہا! اگر تُو نے میرا گھر نہیں بسایا ناں مونا بیگم! تو تیرے گھر کو بھی آگ لگا دوں گا نہیں آباد رہنے دوں گا، ورنہ بتا دے کہاں بھگایا ہے اپنی بیٹی کو اور اپنی ساس کی بیٹی کو، بتا مونا ورنہ بہت برا ہوگا۔'' زاہد کا شک یقین میں بدل گیا تھا کہ مونا اس سے زوہا کے بارے میں جھوٹ بول رہی ہے اس نے جان بوجھ کر زوہا اور اُجالا کو غائب کر دیا ہے۔ اس وقت بھی زاہد تنہائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے باز پُرس کر رہا تھا۔ انجان بننے پر وہ آپے سے باہر ہو گیا اور مونا کے بال مٹھی میں بھر کر وہ خونخوار آنکھوں سے دانت پیستے ہوئے زوہا کا پتا پوچھ رہا تھا اور مونا کو لگ رہا تھا کہ اب تباہی اس کا مقدر بن گئی ہے کچھ بھی اس کے ہاتھوں میں نہیں رہا۔

''میرا یقین کرو زاہد! مجھے کچھ معلوم نہیں امی ان دونوں کو کہاں لے گئی ہیں، میں تو خود ان ماں بیٹی کے اس ڈرامے پر حیران ہوں کہ کس طرح بڑھیا نے پہلے زوہا کو تمہارے لئے تیار کیا پھر خود ہی اپنی تو اپنی میری بیٹی کو بھی لے کر بھی فرار ہو گئی۔ میرا یقین کرو زاہد۔ اس میں میرا کوئی ہاتھ نہیں میں تو یہ چاہتی تھی کہ زوہا تمہاری ہی دلہن بنے مگر۔''

''بکواس بند کرو۔ تم نے ہی تو نہیں چاہا کہ میں اس گھر کا داماد بن جاؤں۔ ارے میں تمہارا ہی رشتے دار ہوں رگ رگ سے واقف ہوں تمہاری، تم بڑی مکار اور لالچی ہو یہ بات میں شروع ہی سے جانتا تھا۔ ارے غربت کی وجہ سے تم نے مجھے ٹھکرایا تھا اور باسط کو اپنایا تھا ناں اور اب جب کہ میرے پاس پیسہ آ گیا تو تم نے نند کے ذریعے مجھ سے دولت کمانے کا سوچ لیا اور دِکھانے لگیں مجھے سبز باغ! لیکن یاد رکھو وہ روپیہ پیسہ اور دولت جو میں تم پر لٹا چکا ہوں تمہیں آسانی سے ہضم نہیں ہونے دوں گا۔''

وہ دانت پیس پیس کر گنوار ہا تھا۔ مونا کے سانس کی ڈور اتنی تنی ہوئی تھی کہ پریشانی اور گھبراہٹ سے اسے لگ رہا تھا اب ٹوٹی کہ تب ٹوٹی۔ خوف سے آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں حلق خشک ہو رہا تھا ہونٹوں پر لرزہ طاری تھا۔

''میرا یقین کرو زاہد! میں بالکل بے قصور ہوں جہاں تک تمہارے روپے پیسے اور

چیزوں کا تعلق ہے وہ، وہ سب میں واپس کر دوں گی یہ، یہ لو یہ ہیرے کی انگوٹھی، یہ چین اور وہ چیک بھی دیتی ہوں جو تم نے۔''

مونا نے ہکلاتے ہوئے کہا اور گلے میں پڑی موٹی سی سونے کی چین اُتار کر زاہد کے ہاتھ پر رکھی اور رِنگ بھی اتار کر اس کے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔ چیک کے لئے اس نے اس کی گرفت سے آزاد ہونا چاہا تو زاہد نے گرفت مزید سخت کر دی۔

''تم بہت ہوشیار ہو میں جانتا ہوں۔ مگر میں کتنا تیز ہوں شاید تم آج تک نہیں جان پائی ہو، تو جان لو کہ مجھے اب اس گھر کی لڑکی چاہئے اس گھر کا داماد بننا ہے مجھے دلہا بننا ہے، تمہاری ساس کا داماد بننا ہے وہ نہ بنائے تو تم بنا لو اپنا داماد! آخر کمی کیا ہے مجھ میں۔'' وہ بے غیرتی سے ہنسا تو مونا کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا اور ایک پل کے لئے اس کو اُجالا کا ان دونوں کے ساتھ چلے جانا اچھا لگا۔

''میں تمہارا منہ نوچ لوں گی اگر تم نے میری کلیوں جیسی معصوم بچی کا نام اپنی میلی زبان سے لیا ہوتو۔'' اجالا کے نام پر بپھر گئی۔

''اوہو! میری زبان اگر تمہاری بیٹی کا نام لینے کے قابل نہیں تو نہ سہی۔ اُجالا نہ سہی اجالا کی ماں سہی۔'' زاہد بے شرمی اور بے غیرتی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔ اور وہ اسے اس موڑ پر لے آیا تھا جس سے خوف زدہ ہو کر وہ راستے بدل رہی تھی۔

''زاہد! بکواس مت کرو، میں باسط کی بیوی ہوں اس کے بچوں کی ماں ہوں، چھوڑ دو مجھے پلیز، خدا کے لئے زاہد میرا گھر برباد نہ کرو۔''

وہ منت سماجت پر اُتر آئی تھی اور وہ اس کی کلائی تھامے بدمعاشی سے ہنسے جا رہا تھا اور اس کی نگاہوں میں وہ تمام مناظر گھوم رہے تھے جب جب وہ آتا رہا اور لالچ میں آ کر جو ڈیمانڈ کرتی رہی وہ پوری کرتا رہا۔ اور اب اسی لئے تو وہ اس کی کمزوری کو اپنی طاقت بنا کر اس کی زندگی پر چھری رکھے کھڑا تھا۔

''برباد!'' وہ زور سے ہنسا تو وہ گڑگڑانے لگی۔

''کس نے کس کو برباد کیا ہے؟ یہی تو فیصلہ کرنا ہے اس وقت، ارے برباد تو تم مجھے کرتی آئی ہو بچپن سے اب تک۔ میں تمہارے ہی ہاتھوں برباد ہوتا ہوا آیا ہوں مونا بیگم

لیکن اب نہیں، تم ہمیشہ سے دولت کی پجاری رہی ہو مونا بیگم۔ ماضی میں جب میں تمہارا طلبگار تھا تو غریب تھا میرے مقابلے میں تمہیں باسط امیر لگا تم نے اس سے شادی رچالی اور جب میں صاحبِ جائیداد اور دولت مند ہوا تو تم نے پھر مجھے چارہ ڈالنا شروع کر دیا اور اپنی نند کو آگے کر دیا۔ اسی لالچ میں مَیں لُٹتا رہا اور تم لوٹتی رہیں اور اب اس کو سرے سے غائب ہی کر دیا ہے، تو، تو اب میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ زوہا نہیں تو نہ سہی اب تمہیں باسط سے طلاق لے کر مجھ سے شادی کرنی ہوگی بس۔''

وہ انتہائی سفاکی سے اس کے آشیانے کے تنکے ایک ایک کر کے اکھاڑتا چلا گیا، اور وہ بے بسی سے اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

''یہ ظلم نہ کرو زاہد میں، میں ایک ایک پائی لوٹا دوں گی، تمہاری سب چیزیں بھی دے دوں گی مگر میرا پیچھا چھوڑ دو خدا کے لئے میرا گھر برباد نہ کرو، سب کچھ لے لو مگر۔'' وہ گڑگڑانے لگی۔

''بکواس بند کرو مونا بیگم! بہت بے وقوف بنا لیا تم نے اب نہیں بنوں گا۔ کچھ نہیں چاہئے جو دیا تھا اس سے دس گنا زیادہ بھی دو گی تب بھی میں پیچھے نہیں ہٹوں گا، اتنا بے وقوف نہیں ہوں۔ بے وقوف بھی بنوں اور بے وقوف بننے کی قیمت بھی میں ہی ادا کروں یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ تمہیں باسط سے طلاق لینی ہوگی پھر میری مرضی میں تم سے نکاح کروں نہ کروں، خود کو بے وقوف بنانے کی سزا تو تمہیں دے کر رہوں گا۔'' وہ سگریٹ سلگاتا ہوا بے دردی سے کہہ رہا تھا اور تباہی کا ناگ اپنے قریب بڑھتے دیکھ کر مونا کی جان لبوں تک آ گئی تھی۔

''زاہد! تم...... تم ایسا نہیں کر سکتے۔ آخر کو میں تمہاری کزن ہوں، کچھ تو میرا خیال کرو پلیز۔ میرے بچے ہیں، ان کا کیا ہوگا۔'' ایک ایک لفظ خوف میں لپٹا ہوا تھا۔

''بچے! میرا مسئلہ نہیں ہیں مونا بیگم۔ مجھے صرف تمہاری طلاق سے غرض ہے، رہا رشتے داری کا سوال تو اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ اپنے ساتھ نکاح کی یقین دہانی کرا سکتا ہوں۔ رہے بچے تو چاہو تو لے آنا چاہو تو چھوڑ آنا لیکن اب باسط کے آتے ہی یہ کام ہو جانا چاہئے

''تم ہوتے کون ہو مجھ سے زبردستی کرنے والے؟ نہیں لوں گی میں باسط سے طلاق غلطی ہوگئی ہے مجھ سے۔ باسط کو یہ سب بتا کر معافی مانگ لوں گی۔''

کچھ بھی تھا اتنی بدتمیزی کے باوجود مونا کو باسط پر مان بھروسہ ضرور تھا اور یہ ہی بھروسا اس کی طاقت بن رہا تھا۔

''اچھا! اگر ایسا ہی ہے کہ وہ سب کچھ جان کر بھی تمہیں رکھے گا طلاق نہیں دے گا تو میں سمجھتا ہوں بہت بڑا بے غیرت ہوگا۔''

''تم نے درست کہا زاہد۔'' اور جس لمحے کی تباہی سے مونا ڈر رہی تھی وہ کسی عذاب کی طرح نازل ہو گیا تھا کسی عفریت کی طرح اسے خوف زدہ کر رہا تھا کسی بھوکے شیر کی طرح اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ باسط کی صورت میں...... باسط جو اسی وقت آ گیا تھا جب زاہد گھر میں گھسا تھا۔ باسط دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا تھا اور زاہد اور مونا کے درمیان ہونے والی ساری باتیں اس نے جس ضبط سے سنی تھیں وہ خدا ہی جانتا تھا۔ وہ جو خوش خوش کامیابی اور ترقی کی نوید لے کر آیا تھا اسے کیا خبر تھی کہ بدقسمتی اس کی منتظر ہوگی اور جو کچھ وہ سن چکا تھا اس کے بعد کس مرد میں حوصلہ ہوتا کہ اسے سینے سے لگائے رکھتا۔ یہ وہی عورت تھی جس نے اس کی ماں بہن کو سکھ کا ایک سانس نہیں لینے دیا تھا، ناشکری کی حدوں کو چھوتے ہوئے اس کی زندگی اجیرن کر دی تھی کبھی نہ خوش ہوتی نہ مطمئن نہ جانے کتنی ہوس بھری ہوئی تھی اس کے اندر کہ اس کی اتنی آمدنی بھی اس کی پیاس نہیں مٹا پاتی تھی۔ اور زاہد! جسے وہ اپنا بھائی کہتی تھی اس کے ساتھ اس کا ماضی وابستہ تھا اور اب اس کی بہن کا سودا کر بیٹھی تھی۔ اس خنکی میں بھی باسط پسینے میں نہا رہا تھا کیونکہ جو فیصلہ وہ سنانے جا رہا تھا۔ اس نے آگ بھر دی تھی اس کے بدن میں، اب دل ساکت اور آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں مونا سانس روکے کھڑی تھی۔

''تم نے درست ہی کہا کہ میں بے غیرت ہوں گا۔ مگر میں بے غیرت نہیں ہوں اس لئے میں، پورے ہوش و حواس کے ساتھ مونا کو طلاق دیتا ہوں۔ طلاق دیتا ہوں۔ طلاق دیتا ہوں۔''

☆=====☆=====☆

ماں بننا ہر عورت کا حق ہوتا ہے اور ماں کہلوانے کا احساس ماں کو دنیاوی رشتوں کی صف میں سب سے پہلے نمبر پر لا کھڑا کرتا ہے۔ ماں بننے کا احساس ممتا کے آنگن میں ہر طرف پھول ہی پھول مہکا دیتا ہے، ممتا کے آسمان پر چاند تارے ایک ساتھ روشن ہو جاتے ہیں اور عورت خود کو معتبر ترین ہستی تصور کرتی ہے۔ امی، اماں، مما کہلوانے کا احساس زندگی میں روشنی بھر دیتا ہے اس کی رگوں میں۔ مگر ماہم کی ممتا کا آسمان تو سُونا پڑا تھا کتنا اندھیرا تھا پورے آنگن میں، نہ کسی معصوم مسکراہٹ کی روشنی تھی نہ شوخ کلکاریاں تھیں۔ قبرستان جیسا سناٹا اور اندھیرا تھا ویرانی تھی بَین کرتی بال کھولے ممتا اس بے نام بے وجود قبر پر بیٹھی تھی۔ نہ کوئی ہمدرد دلاسا دینے والا نہ کوئی شانہ سہارا دینے والا، نہ کوئی ہاتھ آنسو پونچھنے والا۔ وہ تن تنہا اس ننھی منی سی بے وجود قبر پر بیٹھی سسک رہی تھی اور سود و زیاں کا حساب لگا رہی تھی۔

''کیسی ہو ماہم؟'' یہ آواز عامر کی تھی اور ہاسپٹل سے آنے کے پانچ دن بعد اس نے یہ آواز دوبارہ سنی تھی۔ ایسا جلاد باپ بھی ہوگا کوئی دنیا میں؟ لیکن شاید ماں بھی ایسی جلاد نہیں ہوگی اس دنیا میں۔ اس نے ممتا کی قبر پر بیٹھے بیٹھے دھند میں کھڑے عامر کو دیکھا تو جانے کیوں لمحہ بھر کے لئے شدت سے چاہا سامنے کھڑا شخص فہد بن جائے اور وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آنسو بہا دے۔ مگر وہ اسے رونے کب دیتا اس کا ایک آنسو بھی وہ چن کر اپنی ہتھیلی میں محفوظ کر کے اسے نہ روئے اور ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دیا کرتا تھا۔ مگر یہ کیسی دعا تھی فہد کی، اس کی ادھوری ناکام محبت کی طرح جو پوری نہیں ہوئی تھی۔

''ماہم! مجھے بچے بہت پیارے لگتے ہیں اور دیکھو، ویسے میں تمہاری ہر بات مانا

کروں گا لیکن اگر کبھی تم نے میرے بچوں کو ذرا سا بھی ڈانٹا ناں تو لڑائی ہو جایا کرے گی ہاں۔''

فہد منگنی کی رِنگ کو دیکھتے ہوئے زیادہ تر آنے والی زندگی کے خواب دیکھا کرتا اور بچوں کی باتیں کرتا، مگر کچھ بھی تو اس کے نصیب میں نہیں لکھا گیا تھا نہ ماہم کا پیار نہ ساتھ نہ بچے! کاش۔ کاش! فہد سے شادی ہو جاتی تو؟ تو آج اس کی گود ویران نہ ہوتی، ممتا کا آنگن سُونا نہ ہوتا لیکن پھر شاید یہ ٹھاٹھ نہ ہوتے۔

''ارے بھئی ماہم بیگم کہاں کھو گئیں! اب سوگ سے باہر نکلو اور گھر خالی کرنے کی تیاری کرو۔''

عامر نے آتے ہی رضائی سے کمبل اس کے وجود پر سے پرے پھینکتے ہوئے اسے گھر چھوڑنے کا حکم صادر کیا تو وہ جو اپنی ممتا کی قبر پر اس کے خوف سے رو بھی نہیں پائی تھی، بَین بھی نہیں کر پائی تھی، اپنی کوکھ میں اُتر جانے والے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اپنے وجود کو تلاش کر رہی تھی۔ چکراتی پھر رہی تھی، جس نے خود اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کا گلا دبایا تھا ابھی تو وہ اس احساسِ جرم کی بھٹی سے باہر بھی نہ آ پائی تھی کہ زلزلے کے دوسرے جھٹکے نے رہی سہی جان بھی نکال دی۔ اس نے خالی بے رونق آنکھوں سے اس سفاک انسان کو دیکھا جو سر سے پیر تک فریب تھا، سراب تھا جس میں اس نے اپنی خواہشات کی دنیا آباد کرنا چاہی تھی مگر حاصل کچھ نہیں ہوا تھا۔

''آپ! کیا کہہ رہے ہیں عامر! میں گھر چھوڑ دوں۔''

آواز کسی گہرے کنوئیں سے آئی بمشکل عامر کی سماعتوں تک رسائی حاصل کر پائی تو وہ استہزائی انداز میں ہنسا اور اس کی ہنسی اس کی ٹانگوں کی جان نکالنے لگی اس کی حالت یہ تھی کہ مرے ہوئے کو مزید مارنا۔

''مائی ڈیئر وائف! صرف تمہیں ہی نہیں مجھے بھی یہ گھر چھوڑنا ہوگا۔''

عامر نے اس کی ناک پر انگلی ماری تو وہ جو پہلے صدمے سے بے حال تھی اس اچانک گرنے والی بجلی میں ساکت نظروں سے اسے دیکھے گئی جو تھا تو ہمیشہ ہی سے عجیب اور سمجھ میں نہ آنے والا مگر اس وقت وہ بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بہت خوفناک اور پُراسرار لگ رہا

تھا۔

"عامر پلیز! آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنا بچہ کھویا ہے اپنی کوکھ اپنے ہاتھوں اُجاڑی ہے آپ کو تو اس کا صدمہ نہیں ہے لیکن مجھے تو سوگ منانے دیں۔"

اس کی کمزور ہوتی نحیف آواز میں ممتا کے ساتھ شکوہ اُتر آیا جو تیر کی طرح جا کر عامر کو لگا تو وہ پھنکارتا ہوا آگے بڑھا۔

"شٹ اَپ! آ گئیں کہیں سے ماں! یہاں اپنی زندگی خطرے میں ہے اور محترمہ اپنی ممتا کو رو رہی ہیں۔" پہلی بار عامر کے چہرے پر پریشانی ہویدا ہوئی تو ماہم چونک گئی کہ بات کوئی غیر معمولی ہے۔

"آپ...... آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" وہ روہانسی ہو گئی زخموں سے لہو رسنے لگا درد کا تو راج تھا اس کے اندر باہر کی دنیا میں۔

"تمہاری سمجھ! ہا، ہا۔" اس نے اس کی رگوں کو چیرتا ہوا قہقہہ لگایا اور پھر خونخوار انداز میں اس کی طرف گھوما۔

"احمق عورت! جن عورتوں کی سمجھ کی چوٹی پر حرص اور غرض کی برف جمی ہوتی ہے ناں ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اگر آ جاتا تو آج تم یہاں نہ ہوتیں، میری جان کا عذاب نہ بنی ہوتیں۔ ختم سمجھو اب یہ ڈرامہ اور یہ محل چھوڑنے کی تیاری کرو جس کی بارہ دریوں میں تم ملکہ بنی گھوما کرتی تھیں۔ خادموں کو حکم دیا کرتی تھیں یہ سب ڈرامہ تھا اور ڈرامے کا ڈراپ سین یہ ہے کہ پردہ گرا دیا جائے۔"

عامر کے چہرے سے عجیب سے پُراسرار سے راز افشا ہو رہے تھے۔ وہ چکراتے سر کے ساتھ اسے دیکھتی رہی جو اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ یہ خبر بچہ کھو دینے سے زیادہ بڑا دھاکہ ثابت ہو گی اس کمزور خوابوں کے پیچھے بھاگنے والی خود غرض لڑکی کے لیے جس نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے والدین، عزیز، رشتے دار ٹوٹ کر چاہنے والا منگیتر چھوڑا اور اب جب اسے یہ سب چھوڑنا پڑے گا تو یہ قیامت خیز خبر اس کی ہستی کی بنیادیں ہلا کر رکھ دے گی۔

"ڈرامہ؟ پردہ؟ پلیز...... پلیز عامر مجھ میں مزید کوئی دکھ برداشت کرنے کا حوصلہ

نہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ کیسا ڈرامہ کیسی ملکہ، پردہ! یہ...... یہ۔"

ماہم نے اپنے چکراتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا کپکپی اُس کے پورے وجود کو جکڑ رہی تھی اپنے چبھتے پنجوں میں۔

"ویل...... ویل مائی ڈیئر وائف! آپ کو یہ خبر دیتے ہوئے اچھا تو نہیں لگ رہا مگر حقیقت کو تسلیم کرنا ہی عقل مندی ہے۔ آپ کی حکومت کو زوال آ چکا ہے ملکہ عالیہ! یہ تخت و تاج آپ سے آج ہی چھن رہا ہے۔ یہ سب کچھ، یہ دولت، یہ جائیداد، یہ گاڑیاں، یہ محل جسے آپ میرے حوالے سے اپنا سمجھنے لگی تھیں درحقیقت میرا نہیں کسی اور کا ہے اور اصل مالک آ چکا ہے۔"

اور پھر اس کے بعد کی کہانی ماہم کے لیے کسی زلزلے کے جھٹکوں اور تباہی سے کم نہیں تھی۔ آج اسے پوری طرح یقین ہو گیا کہ اس نے سراب کے پیچھے بھاگنے کا جو فیصلہ کیا تھا اس موڑ پر آ کر جبکہ وہ تمام کشتیاں راکھ کر کے آئی تھی آگے دیکھتی تو کھائی تھی پیچھے دیکھتی تو دلدل تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے چکراتے سر کو تھام لیا اور بے دم ہو کر بستر پر گر گئی۔ پھر کتنی دیر اپنے مردہ وجود پر نوحہ کرنے کے بعد وہ اُٹھی۔

"نہیں! یہ نہیں ہو سکتا، یہ سب جھوٹ ہے۔ تم...... تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ عامر! تمہیں میری کمزوری پتا ہے ناں اسی لئے آزماتے رہتے ہو مجھے، میں جانتی ہوں۔ جانتی ہوں۔ اب مجھ سے تمہارا دل بھر گیا۔ تم جیسا عیاش مرد بھلا ایک عورت کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے۔ لیکن میں وعدہ کرتی ہوں ایک کونے میں پڑی رہوں گی آپ جہاں چاہیں جس سے چاہیں شادی کر لیں۔ ماریا ہی سے کر لیں۔ میں، میں کچھ نہیں بولوں گی مگر اس طرح کر کے مجھے پریشان نہ کریں پلیز ایسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں۔"

وہ مری جا رہی تھی ذلت، توہین اور ناکامی کے درد سے، سب کچھ...... سب کچھ گنوا دینے کے کرب سے۔ وہ شدت سے رو رہی تھی۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور ایک صاحبِ حیثیت قسم کا خوش پوش اچھی شخصیت والا ادھیڑ عمر شخص اندر داخل ہوا، عامر اسے دیکھتے ہی چور سا بن کر سمٹ گیا ماہم اجنبی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی جس نے ایک طنزیہ سی سلگتی سی نگاہ عامر کی جھکی گردن پر ڈالی پھر ان ہی نظروں کے ساتھ ماہم کو گھورا جو اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ عامر

جو کہہ رہا ہے سچ ہے۔ اب کمرے میں تین نفوس سکوت کا شکار تھے عامر کی تو جرأت نہیں تھی کہ کچھ بولے ماہم ہر بات سے بے خبر تھی اور آنے والا کچھ اتنا رعب دار تھا کہ جس کے ہر ہر انداز سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ جیسے سب کچھ وہی ہو۔

''ویل مسز عامر! ابھی آپ کہہ رہی تھیں کہ محترم عامر صاحب نے جو کہا وہ کیسے ہو سکتا ہے......؟ ہو سکتا ہے۔ بس بندہ نمک حرام اور بدنیت ہونا چاہئے برائیوں کی کتاب تیار ہونے میں کیا دیر لگتی ہے۔ زندگی میں پہلی بار تو عامر صاحب نے سچ کو منہ مارا ہے۔ ذائقہ خراب ہو گیا ان کی زبان کا...... بہرحال میرے پاس نہ اتنا وقت ہے نہ الفاظ کہ آپ کو آپ کے شوہر نامدار کے کارنامے گنواؤں، آپ کے لئے اتنا جان لینا کافی ہوگا کہ یہ شخص اول درجے کا دھوکے باز، احسان فراموش، مطلب پرست، موقع پرست آدمی ہے۔ یہ ہر موقعے سے اپنا فائدہ کیش کرنے کا استاد ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی کا راز راز رکھنا چاہئے لیکن جب وہی راز دوسروں کی زندگی برباد کرنے کے لئے استعمال ہو تو اسے فاش کر دینا بہتر ہوتا ہے۔ یہ...... یہ شخص عامر۔'' وہ آدمی جس کے لہجے میں ضبط بھی تھا۔ سرد آگ کے شعلے لپک لپک کر ماہم کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔ اور وہ مردہ احساس کے ساتھ اپنے جھلستے وجود کو دیکھ رہی تھی۔ عامر کا جھکا ہوا سر، چور نظریں اس شخص کی ایک ایک بات پر سچائی کی مہر لگا رہی تھیں۔

''ہاں! تو میں کہہ رہا تھا۔'' اس شخص نے گہرا سانس لیا اور دوبارہ گویا ہوا۔ ''یہ شخص ہمارے ایک ملازم کا بیٹا ہے۔ اس کی ماں اس کی پیدائش پر ہی دم توڑ گئی۔ شاید اس میں ہی اس کا بھلا تھا۔ زندہ رہتی تو اتنے ناہنجار بیٹے کی ذلالت اسے یوں ہی مار دیتی۔ باپ نے بن ماں کے اس بدخصلت کو ماں بن کر پالا تو اس نے ان کی محبت، قربانی، تربیت سب کچھ گندی اور بری صحبت کے گندے نالے میں پھینک دی۔ شراب نوشی سے لے کر شباب و کباب، چوری چکاری، فراڈ، دغا بازی کے کون سے ہنر ہیں جو ان کے پاس نہیں! اور انہوں نے معصوم اور سیدھے سادے انسانوں پر آزمائے نہ ہوں۔ ان ہی حرکتوں کی وجہ سے پپا کے دوست اور ساتھی ہارٹ اٹیک میں اس فکر سے آزاد تو ہو گئے مگر ہمارے پپا نے دوستی نبھاتے ہوئے اس نمک حرام کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کی، پروان چڑھایا اعلیٰ تعلیم و تربیت کے ساتھ بزنس میں باقاعدہ اس کے نام کا حصہ رکھا مگر اس ننگِ انسانیت نے ہر کسی کو دھوکہ دیا۔

پپا بھی نہ رہے تو ہم سارے بہن بھائی ملک سے باہر چلے گئے اور یہ سب کچھ اس کو دے دیا مگر بجائے اس کے کہ یہ ان سب نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے خدا کا شکر ادا کرتا۔ سب کچھ اس نے جوئے میں ہار دیا اور۔''

بولتے بولتے حسام صاحب رقت آمیزی کے باعث رک گئے بے شمار یادیں کانٹا بن کر حلق میں پھنس گئیں۔ عامر ڈھٹائی اور بے غیرتی کی تصویر بنا اب اطمینان سے ماہم کے قریب بیٹھ کر آئندہ کچھ سننے کے لئے منتظر نظر آ رہا تھا چہرے پر سکون اور اطمینان ایسا کہ جیسے اس کے فخریہ کارنامے بتائے جا رہے ہوں۔ ماہم کو تو بس اپنا وجود کسی کھنڈر کی طرح خالی ویران نظر آ رہا تھا نہ نبض چل رہی تھی نہ سینے میں دل نامی کسی چیز کی موجودگی کا احساس باقی تھا نہ آنکھوں کی پتلیاں جنبش کر رہی تھیں کہ مقرر نے اپنا گلا صاف کر کے اپنی تقریر پھر شروع کر دی۔

''ہمارے آباؤ اجداد کی نشانی یہ کوٹھی اس کمینے انسان نے جوئے میں ہار دی تو میرے ایک دوست نے یہ خبر مجھے امریکہ میں دی اور میں پہلی فرصت میں یہاں آ گیا۔ اپنے والد کی وصیت کے مطابق ہم نے اپنے پرکھوں کی نشانی اس اعتماد پر اس کے حوالے کی تھی کہ یہ اسے سنبھال کر رکھے گا مگر ہمیں کیا خبر تھی کہ...... بہرحال میں اس جواری سے اپنی جائیداد واپس لے چکا ہوں، تم دونوں کو فراڈ کے الزام میں پولیس کے حوالے کر تو دیتا مگر اپنے پپا کی وجہ سے چھوڑ رہا ہوں۔ مگر مسٹر عامر! شام تک تم مجھے یہاں نظر آئے تو دوسری بار تمہیں سلاخوں کے پیچھے دیکھوں گا انڈرسٹینڈ۔''

وہ سارے خواب، ساری خوشیاں عیاشیاں، عزتیں پانی پر بلبلے کی مانند ایک ہی جھونکے سے مٹ گئے۔ چاروں طرف سے آتی آندھیاں ماہم کو کسی فٹ بال کی طرح اچھال رہی تھیں، وہ خزاں رسیدہ پتے کی طرح ہوا کی تابع کیسے وقت کے قدموں تلے روندی جا رہی تھی تو کبھی اپنے وجود کو اپنے چھلنی آنچل میں سمیٹنے کی کوشش میں بکھر بکھر گئی۔ کیا زندگی یوں بھی ٹھوکروں پر رکھتی ہے، کیا خوابوں کی تعبیر اتنی بھیانک بھی ہو سکتی ہے؟ کیا وہ اتنی بڑی مجرم تھی کہ اتنی بڑی سزا کی مستحق قرار پائی۔ حسام کی مہربانی نے جیل کی بجائے ایک کمرے کے چھوٹے سے گھر میں لا کھڑا کیا تھا اسے۔ جگہ جگہ سے اُدھڑا ہوا جالے لگے گھر کا

رقبہ شاید 80 گز سے بھی کم ہی تھا۔ ہر چیز زنگ آلود، میلا پانی، کچرے کے انبار تھے تنہائی تھی سناٹا تھا اور اس کا پتے کی طرح لرزتا ڈولتا وجود تھا۔ وہ تو بڑی بری طرح عرش سے فرش پر پہنچ گئی تھی کہ نہ خواب تھے نہ خواب دیکھنے والی آنکھیں! نہ دل رہا تھا نہ دل میں کوئی احساس باقی تھا۔ وہ تو بے جان مورت کی طرح ساکت آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ یہ گھر تو اس کے 120 گز کے گھر سے بھی چھوٹا تھا۔ محل میں جا کر وہ 120 گز کے گھر کو ایک ڈراؤنا خواب سمجھ کر اور اس میں موجود خون کے رشتوں، اپنے خوابوں اور خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ سمجھ کر چھوڑ آئی تھی۔ ان کی محبتوں کو جذباتی قرار دے کر وہ اپنی دنیا میں مست ہو کر یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ پھر ایسی قبر میں اتار دی جائے گی جس پر مٹی نہیں ڈالی جائے گی۔ اس کی اپنی غلطیاں خطائیں کمزوریاں اژدھے بن بن کر اسے ڈستے رہیں گے۔

"بیٹا! رشتوں میں محبت ہونی چاہئے، محبت ہو تو ویرانہ بھی گلشن بن جاتا ہے۔ تمہیں یہ گھر چھوٹا لگتا ہے ناں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم محبت کو غرض کی عینک سے دیکھتی ہو۔ غرض اور محبت ایک نہیں ہو سکتے بیٹا۔ فہد تمہارا بہت اچھا ساتھی ثابت ہو گا۔ تمہیں زندگی کی ساری خوشیاں اس کی محبت کے شہر میں مل جائیں گی بس تم اپنی غرض کی عینک اتار کر اسے پہچانو۔"

چھوٹے سے آنگن میں بیری کے چھوٹے سے درخت پر اُترتی شام کے ساتھ امی کی پیاری سرگوشی گونجی تو وہ ننگے پیر باہر بھاگی۔ وہ صبح سے اکیلی تھی عامر اسے یہاں چھوڑ کر غائب ہو گیا تھا۔ شام کے اُترتے اندھیرے نے یہ بھی اعلان کر دیا کہ اس چھوٹے سے گھر میں صرف ایک بلب ہے وہ بھی ناکافی روشنی دیتا تھا۔ وہ 60 واٹ کا بلب اب کہاں تک اپنی روشنی پہنچاتا۔ وہ خوف زدہ ہو کر لکڑی کا ٹوٹا دروازہ کھول کر باہر اندھیرے میں جھانکنے لگی۔ اس گلی میں تو شاید جگنو بھی نہیں آتے تھے وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عامر کو دیکھنے لگی جو نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا اور کن سرگرمیوں میں مصروف تھا۔ خوف اس کے اندر پر پھیلانے لگا خنکی میں پیشانی عرق آلود ہونے لگی۔ یہ گھر نہ جانے ویرانے میں کس نے کس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا۔ شاید اسی کے لئے بنایا تھا یہ زنداں...... اسی کو سزا دینے کے لئے بنایا تھا۔ سناٹا، اندھیرا، تنہائی، جھینگروں کی سماعتوں کو چیرتی آوازیں، باہر جانوروں کی آوازیں، اس

نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا اندر کی طرف بھاگی تو وہ بلیاں جو کافی دیر سے لڑ رہی تھیں عین اس کے سامنے آ گریں اور وہ مارے خوف کے بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔ دل تھا کہ سینہ پھاڑ کر فرار ہونے کا تقاضہ کرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"ماہم! کیا ہوا تم گر گئیں۔ ہٹو دیکھوں چوٹ تو نہیں آ گئی۔" فہد کی آواز اور اس کا بڑھا ہوا ہاتھ۔ وہ تڑپ کر اُٹھی۔

"فہد! فہد تم آ گئے۔ میں بہت گھبرا رہی تھی ڈر لگ رہا تھا۔ فہد...... فہد مجھے چھپا لو، مجھے اپنے دل میں چھپا لو۔ مجھے لے چلو یہاں سے۔" وہ تڑپی سسکی اور اپنا ہاتھ بے قراری سے اس کی جانب بڑھایا جہاں اس کے آنچل کا گوٹا اٹکا ہوا تھا۔ وہ چکرا کر اُٹھی تو دھڑام سے زمین پر آ رہی کیونکہ جسے وہ فہد کا ہاتھ سمجھی تھی وہ بیری کی کمزور سی ٹہنی تھی جو اس کا بوجھ برداشت نہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ ہی زمین پر آ رہی۔ اسے ماتھے پر شدید چوٹ آ گئی۔ چوٹ کی ٹیس اس درد سے کم تھی جو یادوں کے پچھتاوؤں کے تیر بن کر دل میں اُتر رہی تھیں۔ وہ بمشکل آنچل سے خون صاف کرتی اس چھوٹے سے اجڑے کمرے میں آ گئی جہاں جلتا اکلوتا بلب اپنی اتنی سی روشنی پر بھی اترا رہا تھا۔ اس چھوٹی سی ویران دنیا کو روشنی جو بانٹ رہا تھا۔ وہ ایک ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر گھٹنے جوڑ کر بیٹھ گئی اور برستی آنکھوں سے اپنی زندگی کے ماضی حال اور مستقبل کے بارے میں سوچنے لگی۔ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں معدہ اپنے خالی ہونے کا اعلان کچھ اس طرح کرتا ہے کہ انسان بے بس ہو جاتا ہے مگر اس اجڑے دیار میں رکھا کیا تھا جو وہ کھاتی۔ اور قدرت نے اس کے اعمال اس بدنیتی کی سزا کے طور پر جس شخص کے ذمے اس کا نان نفقہ باندھا تھا وہ تو آج اپنے اوباش دوستوں کو اپنی میزبانی کا اعزاز دیتے ہوئے شراب و کباب میں دھت تھا۔ ایک پل کے لئے بھی اسے اس لڑکی کا خیال نہیں آیا تھا جو اپنی خطاؤں کی سزا اکیلی بھگت رہی تھی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی وہ مزید سمٹ گئی۔ اپنے بیگ سے گرم شال نکال کر شانوں پر ڈالی اور گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر شدتوں سے رو پڑی، مگر وہاں کون تھا جو اس کی سسکیاں سن کر بے تابی سے آگے بڑھتا۔ کوئی فہد نہیں تھا جو اس کے آنسو اپنی پلکوں میں اتار لیتا، کوئی ماں نہیں تھی کہ اس کے برفانی وجود کو اپنی گود کی گرمی سے گرم کر دیتی۔

"تم چاہو تو اپنے گھر لوٹ سکتی ہو۔" جاتے جاتے عامر نے پلٹ کر ایسے کہا تھا جیسے اپنے جوتے پر سے گرد جھاڑ رہا ہو۔

"اپنے گھر؟" اپنی مُردہ آواز کو اپنی سماعتوں نے سمیٹ لیا نظریں جھک گئیں۔ وہ بھلا اس قابل کہاں تھی کہ پلٹ کر واپس جاتی۔ وہ تو کشتیاں جلا کر نکلی تھی اپنی خوشیوں اپنے خوابوں کے آسمان پر انتہائی بلندی پر پرواز کرتے ہوئے اس نے کب سوچا تھا کہ اتنی پرواز کے بعد اس کے پر کٹ جائیں گے اور جب وہ نیچے آ گرے گی تو کسی کی دعاؤں کی چھاؤں نہ ہوگی، اس تپتے صحرا میں نہ ہی کسی رشتے کی بانہیں وا ملیں گی۔ اپنے پیچھے تو وہ سارے چراغ گل کر آئی تھی اب گھپ اندھیرے میں تو اپنے ہی گھر کے راستے گم ہو گئے تھے۔ وہ کہاں جاتی؟

"امی! آپ سب لوگ جلتے ہیں میری خوشیوں سے، آپ کیسی ماں ہیں کہ بیٹی کو شہزادوں کا سا شوہر مل گیا ہے۔ محل جیسا گھر مل گیا ہے سب لوگ جل گئے، مجھ سے جل گئے ہیں۔" اپنی آواز کی بازگشت اس خوف ناک ماحول میں گونج کر اسے تڑپا گئی۔

"دل تو اگر ایک ٹوٹ جائے تو آسمان لرز جاتا ہے۔ تم نے تو صرف فہد کا ہی نہیں سارے خاندان والوں کے دل توڑے ہیں۔ اتنا قرض کیسے چکا پاؤ گی۔ کیسے؟"

ابو کا بیمار باریش چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا تھا اور وہ ان محبتوں کو محض جذباتی پن قرار دے کر اپنی کامیابی پر شاداں تھی۔

"میرے قرض چکانے کی باری آ گئی ہے ابو! مگر میں تہی داماں ہوں ایک سکہ بھی نہیں انمول محبتوں کا قرض کیوں کر چکا پاؤں گی۔" اس کی گھٹی گھٹی سی ہچکیاں اب کمرے کے سکوت کو توڑنے لگی تھیں۔

"تم! ہو ہی ناشکری! گھر میں سب سے زیادہ محبت اور اہمیت تمہیں دی جاتی ہے تم پھر بھی ناشکری کرتی ہو نہ ہی اللہ کی نعمتوں کا شکرانہ، نہ اس کے بندوں کا شکریہ نہ ان کی محبتوں کا! یہ نہیں، وہ نہیں، گھر اچھا نہیں کھانا اچھا نہیں لباس اچھا نہیں۔ ہر وقت شکوہ، ناشکری کہیں کی۔" سعدیہ آپی کی اس بات پر وہ کتنا لڑی تھی ان سے۔

"ماہم! تمہیں اندازہ ہی نہیں میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں۔ ایک بار تم مل جاؤ تو دیکھنا دنیا

جہاں کی دولت تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا۔ شیش محل میں مہارانی بنا کر راج کراؤں گا۔" فہد کی بوجھل خوبصورت گمبھیر آواز نے ماحول کو پل بھر کے لئے اپنے سحر میں لے لیا۔

"ہونہہ! تم اور دولت! زیادہ سے زیادہ کسی آفس میں کسی فرم میں معمولی سی ملازمت پر لگ جاؤ گے۔ شیش محل تو کیا تم تو ایک کمرے کا مکان بھی تمام عمر نہیں بنا پاؤ گے اور یوں بھی I am lucky میں نے جو چاہا اللہ نے دے دیا۔ بس۔"

اس کی چاہت کی ننھی ننھی کلیوں کو اپنے قدموں تلے روندتی وہ عامر کے جعلی عشق کے نشے میں دُھت وہاں سے آ گئی۔ پلٹ کر فہد کے چہرے پر اُتری شام اور آنکھوں کے کناروں پر چمکتے پانی کو نہیں دیکھا، لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ کبھی کبھی یہ پانی بستیاں بہا دیا کرتا ہے۔

"فہد!" ایک بڑی آزردہ سی سسکی دل کی گہرائیوں سے ہوتی اس کے سوکھے خشک لبوں پر آ کر دم توڑ گئی۔

"تم بہت گھاٹے کا سودا کر رہی ہو ماہم! ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔ اللہ نے چاہا تو فہد تمہیں شیش محل میں ضرور بٹھا سکتا ہے مگر عامر تمہیں فہد والی سچی اور پاک بے غرض محبت نہیں دے سکتا۔" زوبا کا دوستانہ مشورہ ہمیشہ یہ ہی رہا تھا جس پر اسے کبھی یقین نہیں آیا تھا۔

"میاؤں" رات کے اس اندھیرے اور سناٹے میں بلی کی میاؤں بھی بھلی محسوس ہوئی۔ ماضی کے دریچے بند ہوئے تو موجودہ ماحول کی بدصورتی اور خوفناکی کا احساس مزید بڑھ گیا۔ مارے خوف کے بھوک پیاس اور ٹھنڈ سب مر چکی تھی۔ جب سانس کی بقا داؤ پر لگی ہو تو باقی ہر احساس بے معنی ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ خوف سے آنکھیں بند کر لیتی۔

"خدا کا شکر ادا کرو اس گھر میں عزت سے زندگی گزار رہے ہیں ہمارے ہی جیسے بے شمار لوگ سڑکوں پر رُل رہے ہوتے ہیں۔ خدا سے ڈرا کرو اس کو ڈربہ کہتے ہوئے۔ خدا نہ کرے کہ کبھی تم پر ایسا وقت آئے کہ تم اس ڈربے کو بھی ترسو۔" امی کی آواز اسے کانوں سے نہیں دل سے آئی تھی کتنے سچے تھے وہ لوگ اپنے جذبوں کی طرح اپنی محبتوں کی مانند اپنی باتوں میں۔ ایک میں ہی جاہل خود پرست خود غرض اندھی کو کسی کی بات سمجھ میں نہ آئی۔ اپنی نادانی میں چمکتی چیز کو سونا سمجھ کر پیتل کے پیالے میں زہر پی لیا۔ یا اللہ مجھے معاف فرما

دے۔

وہ چادر میں جتنی سمٹی تھی اس سے زیادہ سمٹنا چاہتی تھی۔ مگر نہ جانے کیوں اسے لگ رہا تھا جیسے چادر بھی اسے سزا دینے کے لئے سمٹ کر چھوٹی ہوگئی ہے تا کہ وہ خوف اور ٹھنڈ میں ٹھٹھر کر مر جائے لیکن وہ جانتی تھی کہ جو کچھ وہ کر چکی ہے موت بھی اتنی آسانی سے اسے قبر میں نہیں اُترنے دے گی۔ اسے اپنے پیاروں کی محبتوں پر مکمل یقین تھا کہ وہ لوٹ کر جائے گی تو سب، سب کچھ بھول کر اسے سینے سے لگالیں گے۔ مگر وہ خود میں اتنی ہمت کہاں سے لاتی۔ ان کا سامنا کرنے کی اپنے میلے دامن میں ان کی محبت اور ظرف کی کلیاں کس طرح چن کر بھر لیتی۔ وہ تو اس قابل ہی نہیں۔

''یا اللہ! میں...... میں کیا کروں، مجھے معاف فرمادے۔ معاف فرمادے۔''

پھر جانے کب تک وہ اس ٹوٹی چارپائی پر سجدے کی حالت میں گری اپنی خطاؤں کی سزا سے نجات کی دعا کرتی رہی مگر وہ جو کہتے ہیں کہ نیند تو سولی پر بھی آجاتی ہے، جانے کس پہر اسے نیند کی مہربانی نے ہر احساس سے بے نیاز کردیا۔ اور جانے کب دھڑ دھڑ دروازے پر حیوانی قسم کی دستک نے اس کی تمام خوابیدہ حسیات کو جھنجھوڑ کر جگا دیا، تو لمحہ بھر کے لئے وہ فیصلہ نہ کر پائی کہ ان چوبیس گھنٹوں میں وہ تخت گنوا بیٹھی ہے۔ عرش سے فرش پر پھینکی جا چکی اور اس یقین تک پہنچنے کے لئے وہ قیامت خیز دستک ہی کافی تھی اس دھڑ دھڑ سے وہ موجودہ ماحول میں لوٹ آئی تھی۔ دستک کی بدتمیزی بتا رہی تھی کہ یہ عامر ہی ہے اوپر سے وہ اپنی نشے میں مست آواز میں گالیاں بھی بک رہا تھا وہ جب اُٹھی تو اسے لگا جیسے ٹانگیں تو ساتھ ہوں ہی نہ۔ سُن جو ہو چکی تھیں ایسی صورتِ حال میں اس سے اُٹھا نہیں جا رہا تھا اور اس کی مسلسل مار پیٹ وہ ٹوٹا ہوا ناتواں دروازہ برداشت نہ کر پایا اور گر گیا تو وہ دندناتا ہوا اندر آیا۔ وہ نشے میں قدم رکھتا کہاں پڑتے کہاں۔

''نواب زادی صاحبہ! یہ محل جہیز میں لے کر آئی ہیں کہ تخت پر خواب استراحت کے مزے لوٹے جا رہے ہیں۔ نہ جانے کس منحوس گھڑی میرے پلے بندھ گئی تھی۔''

گالیاں بکتے ہوئے دائیں بائیں تھوکتے ہوئے اس نے چند زوردار ہاتھ اس کے نازک بدن پر جڑے پھر اسے کلائی سے پکڑ کر چارپائی سے نیچے گھسیٹا تو وہ اپنے سرد سُن

پیروں پر کھڑی نہ ہو پائی اور زمین پر گر گئی اور وہ کسی بھی بات کا خیال کئے بغیر نشے میں چارپائی پر گرا جو اس کا بوجھ برداشت نہ کرتے ہوئے زمین بوس ہوگئی۔ مگر اب اسے ہوش کہاں تھا پڑتے ہی خراٹے لینے لگا اور وہ اکھڑے ہوئے برفیلے فرش پر آتے جاتے پل کے دامن میں آنسو رواں کرتی رہی اور پھر جانے کب وہ ہوش وخرد سے بے نیاز ہوگئی۔ اور نئے دن کا نیا سورج اس بے راہ جوڑے کے لئے کون سی نئی زندگی کا پیام لے کر اس چھوٹے سے آنگن میں اُترا اور کمرے کی جن بے کواڑ کھڑکیوں سے ساری رات یخ ہوا جسم کو منجمد کر چکی تھی۔ اب سورج کی نرم گرم کرنیں ماہم کو سکون پہنچا رہی تھیں۔

''امی! امی مجھے معاف کردیں امی۔'' وہ غنودگی میں کسمسائی، یخ بستہ فرش کی ساری ٹھنڈک تمام رات اس کی پور پور میں آباد ہوتی رہی اور اب وہ بے ہوشی میں معافی مانگ رہی تھی، مگر نادان نہیں جانتی تھی کہ سزا کے اعلان کے بعد معافی کی درخواست بے معنی ہوا کرتی ہے۔ سورج کی حدت نے اس کے مُردہ وجود میں پھر زندگی کی منجمد برف کو پگھلایا تو وہ چونک کر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ خواب میں تو وہ امی کے پاس تھی سر ان کی نرم گرم گود میں رکھا ہوا تھا، آنکھ کھلی تو حقیقت کسی تیر کی طرح دل میں آکر لگی اور درد اس کی رگ رگ میں دوڑنے لگا۔ اس نے چارپائی پر دیکھا عامر غائب تھا۔

''یہ کہاں چلا گیا۔ اب میں کیا کروں گی۔'' اس کے بدن میں تنہائی پھر سنسنانے لگی۔ گرمائش ملنے پر جوڑوں پر جمی برف پگھل گئی تو وہ اُٹھی مگر کل سے بھوک پیاس کی نقاہت نے بیٹھنے پر مجبور کردیا۔ جانے کیا وقت ہو رہا تھا سورج کی کرنوں کی چنکی بتا رہی تھی کہ خاصا وقت ہو گیا ہے۔ وہ بمشکل باہر آئی۔ وہی اجڑا ماحول چھوٹے سے صحن کی مٹی پر لمبی لمبی گھاس اُگی ہوئی تھی بیری کا گند اور بے ثمر ٹہنیوں پر پھدکتی چڑیاں، یہ وہی گھر اور ماحول تھا جس سے رات کو وہ اتنی خوف زدہ ہو رہی تھی مگر اب دماغ کچھ سوچنے کے قابل ہوا تو تھا مگر کیا سوچے کیا فیصلہ کرے! زندگی ہر انسان کو ایک موقع ضرور دیتی ہے فیصلہ کرنے کا اس میں وہ اچھا فیصلہ کرے تو زندگی جنت ورنہ جہنم! اور اس موقعے سے اپنے طور پر ماہم نے فائدہ اُٹھانے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ اس کی زندگی کو جہنم بنا گیا تھا اور اب اسے اسی جہنم میں تاحیات رہنا تھا۔

"یہ لو کھاؤ اور تیار ہو جاؤ۔" جانے کب عامر آیا اور اس کی طرف بسکٹ کا پیکٹ پھینک کر بولا۔

"کیا مطلب! تیار ہو جاؤں، کہاں جانا ہے۔" اس نے ڈوبتے لہجے میں پوچھا۔

"جہاں میں کہوں۔ کیونکہ اب تک میں نے تمہیں عیش کرائے ہیں اب تم مجھے عیش کراؤ گی۔"

☆=====☆=====☆

قیامت آ کر گزر چکی تھی۔ ایک شریف بیوی اور ایک شوہر جس لفظ کو کہنے سننے سے پہلے ہر ہر امکان پر کوشش کرتے ہیں کہ ادا نہ ہو ان کی زندگی میں طلاق نامی طوفان نہ ہی آئے تو اچھا ہے اور یہ ہی کوشش باسط اور مونا نے بھی کی تھی مگر جب زاہد زندگی میں داخل ہوا تو باسط کی ہنستی بستی زندگی طوفان کی نذر ہو گئی اس کے ارمانوں سے بنا یہ آشیانہ، آج اس آشیانے کو خود ہی آگ لگا دی تھی سب کچھ جل کر بھسم ہو گیا تھا۔ باسط وہاں سے جلدی فارغ ہو گئے تھے تو سوچا گھر میں اطلاع کیے بغیر جائیں گے۔ سرپرائز دیں گے مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ وقت ایسا سرپرائز دے گا کہ دنیا ہی اجڑ جائے گی ان کی۔ آتے ہی انہوں نے گیٹ کھلا دیکھا تو سوچا بچوں نے بند نہیں کیا ہو گا۔ بلکہ اچھا ہی ہے سب اچانک دیکھ کر خوشی سے دوڑے آئیں گے ان کی طرف اور لپٹ جائیں گے امی ماتھا چوم کر پیار کریں گی، بچے آگے پیچھے لپٹ جائیں گے اور مونا شرمائی سی کھڑی یہ منظر دیکھے گی پھر تنہائی میں اپنا گفٹ مانگے گی انکار پر لڑے گی اور پھر وہ ذرا ستا لینے کے بعد وہ چھوٹا سا مگر خوبصورت طلائی سیٹ اس کے سامنے کر دیں گے تو وہ مارے خوشی کے ان سے لپٹ جائے گی مگر اندر قدم رکھتے ہی جس اذیت ناک حقیقت نے ان کا استقبال کیا تھا اس نے حواس کے ساتھ صبر ضبط سب چھین لیا تھا۔ ان کے دل میں شعلے بھڑک اٹھے تھے، آنکھوں میں دھواں بھر گیا تھا مونا اور زاہد کا ماضی، ان کی ملاقاتیں ان کی عدم موجودگی میں اور پھر ان کی بہن کو مہرہ بنانا۔ زاہد سے مالی فائدے حاصل کرنا، تحائف لینا زاہد کی گندی نظریں اور باتیں ہنسی خوشی برداشت کرنا اور ماں، بہن اور بیٹی کا گھر سے چلے جانا...... اور اب ان کے چلے جانے کے بعد زاہد کا زوہا کے لئے تقاضہ کرنا ان کی معصوم بیٹی اُجالا کا نام لینا اور ان کے نہ ملنے کی سزا کے طور پر مونا کا طلاق لے کر اس

سے شادی پر دباؤ ڈالنا...... کون سی حقیقت رہ گئی تھی جو باسط سے چھپی رہ گئی تھی اور کون سا ایسا بھائی تھا جو بہن کو بکتا ہوا دیکھ سکتا تھا۔ کون سا ایسا باپ تھا جو اپنی معصوم بچی کا نام گندے ادھیڑ عمر مرد کی زبان سے سن سکتا تھا۔ کون سا ایسا شوہر تھا جو بیوی کی اتنی بے وفائی برداشت کر جاتا؟ مرد اور عورت جب نکاح کے پاکیزہ بندھن میں بندھتے ہیں تو اس رشتے کو نبھانے کی شرط ایمان داری اور وفاداری ہوتی ہے اور جب بیوی یہ تقاضے ہی پورے نہ کر سکے تو ایک غیرت مند شوہر کو جو کرنا چاہیے تھا وہ زاہد نے کر دیا تھا کیونکہ مونا ایسی بیوی ہرگز ثابت نہیں ہوئی تھی کہ وہ اپنی پارسا بہن یا معصوم بیٹی کو اس بیوی پر قربان کرتے۔ انہوں نے بیوی کو قربان کر دیا تھا اپنی عزت اور غیرت پر! کیونکہ اس کے مجرم ہونے کا ثبوت ان کے سامنے موجود تھا اور مونا اور زاہد جن کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ قیامت دبے پاؤں بھی آتی ہے، طوفان اتنے بے وجود بھی ہوتے ہیں۔ مونا تو مونا زاہد بھی پل بھر کے لئے باسط کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا اور مونا جس کے بدن کا سارا لہو کسی جونک نے پی لیا تھا، اس کی حسیات دم توڑ گئی تھیں۔ آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور سماعتیں طلاق کا لفظ سننے کے بعد سنسان ہو گئی تھیں کسی ویرانے کی طرح جہاں چیختے چنگھاڑتے سناٹے کانوں کے پردے پھاڑ دیتے ہیں۔ خود باسط کی حالت مونا سے مختلف تو نہیں تھی انہوں نے تو اس سے لو میرج کی تھی اور اس کی محبت میں اچھے خاصے زن مرید شوہر ثابت ہوئے تھے پھر آج...... آج وہ زن مرید شوہر ایک باپ، ایک بھائی سے کیسے مات کھا گیا جس کا مونا کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

"با۔ با۔ سط...... یہ...... یہ؟" سکتہ ٹوٹا تو مونا باسط کی طرف مڑی، بھاگی، ہاتھ پکڑنا چاہا جسے انہوں نے بری طرح دھتکار دیا۔

"مت چھوؤ مجھے ختم ہو گیا ہے میرے تمہارے درمیان رشتہ! نامحرم ہیں اب ہم ایک دوسرے کے لئے۔ آزاد کر دیا ہے میں نے تمہیں، اب تم اپنے ماضی کے ساتھ آسانی سے مستقبل کا رشتہ جوڑ سکتی ہو۔" باسط کی آواز ان کے مُردہ لہجے میں دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی ان کی حالت یوں تھی جیسے وہ سب کچھ ہار گئے ہوں۔

"نن...... نن۔ نہیں باسط! آپ ایسا نہیں کر سکتے آپ...... آپ مجھے۔ نہیں باسط پلیز!!" وہ گڑگڑاتی ہوئی ان کے قدموں میں بیٹھ گئی تو وہ پیچھے ہٹ گئے۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو میں ایمان دار آدمی ہوں؟ زندگی اور جذبے ایمان داری سے جینا چاہتا تھا؟ میں نے کبھی بے ایمانی نہیں کی پھر! پھر تم نے...... تم نے میرے ساتھ بے ایمانی کیوں کی...... کیوں؟ ایک شریف عورت کو زندگی میں کیا درکار ہوتا ہے؟ ایک شریف شوہر! جو اس سے محبت بھی کرے؟ اس کی عزت بھی کرے، گھربار بچے آرام آسائش زندگی کی ہر خوشی اس کی جھولی میں ڈال دے اور وہ بیوی پھر بھی حرص و ہوس کا شکار رہے؟ اپنے ماضی سے ناتا جوڑے، ایک غیر مرد سے شوہر کی عدم موجودگی میں ملے اور شوہر سے بے وفائی کرے تو ایسی بیوی کو مزید برداشت کرنا میرے جیسے شوہر کے لئے ناممکن تھا۔ ارے میں تو وہ شوہر تھا مونا بیگم کہ تمہارے عشق میں اپنے فرائض بھی بھول گیا تھا کہ میں ایک بیٹا بھی ہوں اور بھائی بھی ہوں۔ میں نے تم سے وفا نبھانے کی خاطر دوسرے رشتوں سے بے ایمانی کر ڈالی اور مجھے تم نے یہ صلہ دیا۔ ارے امی نے بارہا باتوں باتوں میں اشاروں کنایوں میں تمہارے ان کرتوتوں کے بارے میں بتانا چاہا مگر میں نے۔ میں نے ان کی شان میں گستاخی کی اور ان کی باتوں کو ساس بہو کا روایتی اختلاف سمجھ کر خاطر ہی میں نہیں لایا۔ اور جب تم نے اس گندے انسان کے لئے میری معصوم بہن کا سوچا تو میں بھی تمہاری باتوں میں آ گیا۔ آخر زن مرید جو تھا اسی کی سزا ملی ہے مجھے۔ آج بھی اگر میں سرپرائز دینے کے چکر میں بغیر اطلاع کے نہ آتا تو جانے اسی فریب اور خوش فہمی میں زندگی گزار دیتا کہ میں تمہاری زندگی میں آنے والا پہلا اور آخری مرد ہوں اور یہ کہ میں تمہیں زندگی کی ساری خوشیاں دے رہا ہوں مگر۔ مگر۔!!"

شدتِ ضبط و غم سے باسط ڈھے سے گئے، زندگی کا یہ روپ کس قدر بھیانک تھا کہ وہ سرتاپا اُجڑ گئے تھے۔ مونا کے پاس ناحق رہے تھے ناحق! وہ سکتے کی حالت میں ان کے قدموں میں بیٹھی تھی۔ اس توقف میں باسط جانے ضبط کے کس پل صراط پر سے گزرتے ہوئے دوبارہ اُبھرے۔

"مگر وہ جو امی کہا کرتی تھیں ناں کہ ذات پہچاننے کے لئے ایک ٹھکے ہی کی تو ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی یہ بات آج میری سمجھ میں آئی ہے۔ کاش! تم سے شادی سے پہلے یہ بات سمجھ میں آ جاتی تو آج میں یوں نہ اجڑتا نہ برباد ہوتا۔ اب میری طرف سے تم

آزاد ہو اس شخص کے ساتھ جانا چاہو تو ابھی جا سکتی ہو۔ کیونکہ اس شخص کو تو اس گھر کا داماد بننا تھا ظاہر ہے اتنا لٹا چکا تھا۔ وصول بھی تو کرنا تھا ناں اسے۔ مگر خدا کا شکر اور صد احسان کہ یہ گھر اس کے ساتھ تمہارے وجود سے بھی پاک ہو گیا۔ اب تم اس کی شرط آسانی سے پوری کر سکتی ہو اس کے ساتھ شادی کر کے بچوں کو یہاں چھوڑ دو اور جاؤ چلی جاؤ۔" باسط بری طرح دھاڑے تو اس کا سکتہ ٹوٹ گیا۔

"بچے! نہیں باسط بچے میرے ہی ہیں۔ میں مر جاؤں گی اپنے بچوں کے بغیر۔" اب تک جو ہوا ناقابلِ برداشت تو وہ بھی تھا مگر بچے تو اس کی جان تھے، جینے کا احساس تھے وہ ان کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتی تھی۔ بچوں کے ذکر پر وہ ہذیانی انداز میں چلائی کہ رات کا سناٹا گونج اٹھا۔ اس دعوے پر باسط نے خون ہوتی نظروں سے اسے دیکھا۔ ایک زخم خوردہ سی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر آ گئی۔

"بچے! ہونہہ تمہارے بچے۔" وہ استہزائیہ ہنسی ہنسے، لہجہ روتا ہوا تھا۔

"بچے! میرے ہیں یا تمہارے! چلو یہ فیصلہ بھی میں نے تم پر چھوڑا۔ اگر تو بچے میرے ہیں تو ان کا نام تمہاری زبان پر نہیں آنا چاہئے۔ اور۔"

"نہیں! نہیں پلیز باسط! مجھے اتنا بھی میری نظروں میں مت گرائیں کہ میں جینا بھی چاہوں تو جی نہ پاؤں۔ یہ بچے آپ کے ہیں آپ کو مبارک ہوں۔ میں آپ کی اور ان کی یادوں کے سہارے جی لوں گی۔ یا اللہ مجھے موت کیوں نہ آئی یہ سب سننے سے پہلے۔"

مونا اپنا منہ نوچتی رہی، بال نوچتی رہی زور سے فرش پر ٹکریں مارتی رہی۔ باسط نے اندر جا کر سہم کر چھپے بیٹھے اپنے بچوں کو لیا اور باہر آ گئے۔ زاہد جا چکا تھا یوں جیسے اب اس کھیل میں اس کی دلچسپی ختم ہو گئی ہو وہ بین کرتی مونا کو سہارا دینے کی بجائے تڑپتا مچلتا چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

"میرے بچے۔ پلیز باسط خود سے تو کاٹ کر الگ کر دیا ہے میرے بچے میرے جینے کا سہارا ہیں، انہیں چھوڑ دیں مجھے دے دیں۔" وہ بچوں سے لپٹ لپٹ گئی، بچے بھی ماں سے چپک گئے مگر باسط آخر باپ تھا مرد تھا، سفاکی سے الگ کر دیا۔

"جو حصہ ناسور بن جاتا ہے تو اسے کاٹ ڈالنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ دوسری بات تمہارے

جینے کا سہارا نہ میں تھا نہ میرے بچے۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو۔ تو میری جنت نہ اُجڑتی۔ جو تمہارے جینے کا سہارا ہے وہ تمہیں دیئے جا رہا ہوں، یہ گھر اور یہ جو جائیداد ہے سب تمہارے نام کر رہا ہوں۔ یہ ہی تمہارے جینے کا سہارا ہے۔ چلو بچو۔''

باسط نے ایک زخمی سی نظر اس عورت پر ڈالی جس سے کچھ دیر قبل محبت مان اعتماد کے کتنے ہی رشتے تھے جو نکاح کے وقت ایک مرد اور ایک عورت کو جوڑتے ہیں اور اگر یہ رشتے ایمان داری اور وفاداری سے نبھائے جائیں تو قبر تک ساتھ جاتے ہیں۔ اگر کوئی ایک فریق آئینِ وفا توڑے تو طلاق کا طوق دونوں کا مقدر بن جاتا ہے۔ پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ مونا اپنے ہی اعمال کی سزا بنی گلیوں، گلیوں قہقہے لگاتی پھرتی، میرا گھر میرے بچے پکارتی رہتی اور باسط نے کٹھور پن اور سنگدلی کی انتہا کرتے ہوئے ماں کی التجاؤں کے باوجود مونا کو بچوں سے نہ ملوایا۔ بچے ماں کے لئے تڑپتے رہے اور راشدہ بیٹے کی اجڑی زندگی کا دکھ لئے قبر میں اُتر گئیں۔ مونا کے انجام پر دل تو سب کا دُکھا مگر انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اگر ایک شوہر عزت محبت کے علاوہ زندگی کی ضروریات کے ساتھ پُر آسائش زندگی دیتا ہو خوبصورت ہو بچے ہوں تو پھر بھی کوئی مونا آئینِ وفا توڑے تو اس کا انجام مونا جیسا ہونا کچھ عجب تو نہیں! خدا کرے کوئی مونا اتنی نادانی کا ثبوت نہ دے، آمین۔

☆=====☆=====☆

''یہ تم ایسے اجنبی نظروں سے کیا دیکھ رہی ہو، میری بات سمجھ میں نہیں آئی کیا؟''

عامر نے اس کی پتھرائی بے تاثر آنکھوں میں جھانکا، جن سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ واقعی اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھی تھی۔ کیونکہ جس دنیا سے وہ تعلق رکھتی تھی۔ جس دین اور جن اخلاقی اقدار سے اس کا تعلق تھا اس کے مطابق تو ہمیشہ شوہر ہی بیوی کے نان ونفقے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ وہی اسے عیش کراتا ہے یہ کیسا شوہر ہے کہ جو اسے کہہ رہا ہے کہ ''اب اسے عیش کرانے کی باری تمہاری ہے۔'' کیا اس کی ازدواجی زندگی بارٹر سسٹم پر کھڑی تھی یہ تو اس نے خواب دیکھتے ہوئے سوچا ہی نہیں تھا۔ ساکت پتلیوں کے ساتھ اسے دیکھے گئی۔ ہاتھ میں پکڑا بسکٹ کا پیکٹ کچھ دیر قبل کی بھوک مٹانے کے لئے کافی نظر آ رہا تھا اب اس کی طلب ہی محسوس نہیں ہو رہی تھی اور وہ سامنے بیٹھے اس خوبرو وجیہہ شخص کو دیکھ رہی تھی جس کی

گندی سوچ اور مکروہ عزائم نے اس کی ظاہری شخصیت کے سارے حسن کو مسخ کر دیا تھا۔

''کیا سوچ رہی ہو مائی ڈیئر بیوٹی فل وائف۔'' عامر نے منہ میں بھرا سگریٹ کا سارا دھواں اس پر اچھال دیا اور پھر اپنی انگلی سے اس کی ٹھوڑی کو چھونا چاہا تو اس کو گھن آنے لگی۔ اس نے کراہیت سے منہ پیچھے کر لیا۔

''میں! میں آپ کی بات کا مطلب سمجھ نہیں پا رہی۔'' جانے کنارے اتنے کچے کیوں ثابت ہوئے یا لہریں ہی اتنی منہ زور تھیں کہ وہ ٹوٹ گئے اور پانی رخساروں کی زمین کو تر کرتا چلا گیا۔ ہونٹ کاٹ کر اس نے ٹیسوں کو دبایا۔ عامر قہقہہ لگا کر ہنس دیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے سارے آنسو یوں رگڑے کہ اس کے مردانہ ہاتھوں کی سختی اس کی نرم جلد پر خراشیں ڈال گئی۔ وہ سسک پڑی، عامر کے چہرے پر سختی آ گئی اور ہونٹ بھینچ لئے۔

''تم! میری بات نہیں سمجھ رہی ہو یہ تو تمہارے اس تھوبڑے پر درج ہے۔'' عامر نے سختی سے اس کے چہرے کو پکڑ کر گھمایا کہ اس کی گردن کا بل اس کی چیخ بن گیا اور خاموش آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

''عامر پلیز! جو کہنا ہے آسان لفظوں میں بتائیں میں، میں سب کچھ گنوانے کے ساتھ ساتھ اپنی عقل اور سمجھ بھی گنوا چکی ہوں۔'' وہ سسک پڑی تو وہ نرم پڑ گیا نہ جانے اس پر ترس آ گیا تھا یا وہ اس کی آفر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی بات منوانا چاہ رہا تھا۔

''گھر واپس جانا چاہتی ہو اپنے والدین کے پاس۔'' نہ جانے اس بات کی اوٹ میں عامر کا کیا مطلب تھا۔ تھا بھی کہ نہیں مگر ماہم پر بھرپور طنز تھا۔ اس کا جملہ کسی طمانچے کی طرح اس کی ہٹ دھرمی خودسری کے منہ پر لگا تھا۔ ایک جملہ اس سود وزیاں کا مطلب سمجھا گیا تھا۔ اس نے بمشکل ٹیسوں کو دبایا۔ البتہ برستے ساون پر اس کا اختیار نہیں تھا۔

''مجھ جیسی لڑکیاں جو خود پرست اور خود غرض ہوتی ہیں اپنے فیصلے خود کرتے ہوئے کشتیاں جلاتی ہیں تو ان کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ اس آگ میں ان کے سارے حقوق بھی راکھ ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس کی تو ہواؤں پر بھی میرا حق باقی نہیں رہا۔''

اس کی گھٹی گھٹی سی سسکیاں اندر ہی اندر ضبط کے سمندر میں اُترتی گئیں تو وہ تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے ہنسا، پھر اس کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

''بھئی! میرے تو آگے پیچھے کوئی ایسا خونی رشتہ ہے نہیں۔ مگر سنا ہے کہ والدین کی محبت میں، دوسرے رشتوں کی چاہت سے زیادہ وسعت ہوتی ہے I hope کہ تم جاؤ تو وہ تمہیں سینے سے لگالیں گے اور پھر تم نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا گھر سے تو بھاگ کر مجھ سے شادی نہیں کی تھی ناں۔ گھر والوں نے خود تمہاری شادی میرے ساتھ کی تھی راضی خوشی۔ پھر وہ خفا کیوں ہوں گے؟''

عامر نہ جانے ایسی باتیں کیوں کر رہا تھا اس کا مقصد کیا تھا ان باتوں سے۔ وہ واقعی اس کے لئے سنجیدگی سے مخلص ہو کر کہہ رہا تھا یا اپنے عزائم کے لیے زمین ہموار کر رہا تھا۔ ماہم کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے تو بس اتنا سمجھ میں آ رہا تھا کہ آگ کے اس سمندر میں اسے ڈوب کر جانا ہے کنارہ ملے نہ ملے، کس کو خبر تھی۔ اس نے شدتِ ضبط سے آنکھیں بھینچ لیں۔

''والدین کی وہ خوشی وہ رضا مندی جو میری جیسی بدتمیز گستاخ ہٹ دھرم بیٹی کی گستاخی سے جنم لیتی ہے۔ والدین کی وہ رضا مندی کبھی اولاد کو خوشی نہیں دیتی جس کو دیتے ہوئے والدین کی روح تک زخمی ہو جاتی ہے۔ میں ان کے ظرف کو جانتی ہوں، ایک بار پلٹ جاؤں تو ساری محبتیں سارے رشتے سینے سے لگانے کو آگے بڑھیں گے۔ کیونکہ ان کی محبت سمندر ہے مگر میں وہ گوہرِ نایاب نہیں جو سمندر کی گہرائیوں میں پائے جاتے ہیں۔ میں تو سمندر کی سطح پر بننے والا بلبلہ ہوں، انتہائی کمزور و ناتواں ہوا کے معمولی سے جھونکے سے مٹ جانے والا۔'' اس کے جملے کا ایک ایک لفظ اپنی کمزوریوں، غلطیوں اور ان سب کی محبتوں کا اعتراف کرتا چلا گیا۔

''well said- اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو۔''

عامر نے ایک اطمینان سے لبریز سانس فضا میں چھوڑا، کھڑے ہو کر اپنی جینز جھاڑی تو کچھ نہ سمجھتے ہوئے ماہم نے گردن اوپر کر کے اسے دیکھا، وہ کچھ جان سمجھ نہیں رہی تھی۔

''Come on'' عامر نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے سامنے پھیلایا تو وہ سوچ میں ڈوبی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ تب عامر نے بسکٹ کا پیکٹ کھولا اور ایک بسکٹ نکال کر اس کے منہ میں رکھا اور دوسرا اپنے منہ میں رکھا اور بغور اسے دیکھنے لگا۔ اس کی

نظریں کئی معنی لئے ہوئے تھیں ماہم نہ سمجھتے ہوئے اُلجھ گئی۔

''تمہیں اندازہ ہے ماہم! کہ تم کس قدر حسین ہو۔ تمہاری آنکھیں گہرے ساگر، تمہارے رخسار گلاب کا آنگن، تمہارے لب پتی گلاب کی اور تمہارا۔'' وہ عجیب مخمور لہجے میں اس کی تعریف کر رہا تھا یہ انداز اس کا شادی سے پہلے تھا جب اس نے اسے پھانسا تھا۔ اس وقت تو وہ اپنی غرض اپنی خواہشات میں اس قدر پاگل تھی کہ اسے نہ تو جال نظر آیا نہ ہی بچنے کی خواہش تھی وہ اس جال میں پھنستی چلی گئی تھی مگر اب تو وہ سراب کی حقیقت جان گئی تھی چاہتی تو اس کھلے دروازے سے فرار ہو سکتی تھی مگر کہاں......؟ کس سمت فرار ہو کر جاتی تمام راستے تو اس نے خود بند کئے تھے۔ پھر کہاں جاتی۔ اس پنچھی کی کتنی بڑی بدنصیبی ہوتی ہے کہ ایک مدت قید میں رہے آزادی کے لئے پنجرے کی سلاخوں سے ٹکرا ٹکرا کر اپنے پر توڑتا رہے مگر جب دروازہ کھل جائے تو وہ یہ سوچ کر دہلیز پار نہ کر سکے کہ کس آسمان پر پرواز کرے کس راستے پر بھاگ کر جائے۔ اس نے ہار کر سر اس کی رضا کے قدموں میں ڈال دیا۔

''اب کیا سوچا ہے آپ نے۔'' اس نے ہمتوں کے سارے ہتھیار ڈال دیے۔

''ہوں! جو میں کہوں گا کرو گی۔'' عامر نے اس کے ہتھیار اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''اس کے سوا چارہ نہیں۔'' آواز میں ڈوبتے کناروں کو آخری مرتبہ دیکھنے کا دکھ تھا۔

''جہاں لے جاؤں گا جاؤ گی۔'' نیک نیت اور سچی محبت کرنے والے شوہر ایسی باتیں نہیں پوچھا کرتے ہیں وہ تو بس اپنی زندگی کی ساتھی کو ہر سرد و گرم سے بچانے کے لئے اسے اپنی محبت کے پروں میں چھپائے رکھتے ہیں۔

''ایک شوہر کا اپنی بیوی سے یہ سوال بے معنی سا ہے۔ ظاہر ہے جہاں آپ وہاں میں۔'' ماہم کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ یہ سب کیوں کہہ رہا ہے۔ اگر وہ ایسا سچا مخلص عزت کرنے والا شوہر ہوتا تو یہ سوال نہ کرتا اسے حوصلہ دیتا اور اپنی محبت سے اسی ویرانے کو گلشن بنا دیتا تا کہ وہ اپنے گھر والوں کے سامنے سرخرو ہو جاتی۔ مگر اب کون سی شکل لے کر جاؤں ان کے سامنے۔

''گڈ! یہ ہوئی ناں فرمانبردار بیویوں والی بات! دیکھو اب تک تو میں ایک امیر آدمی تھا ایک دولت مند آدمی۔'' وہ بڑی ڈھٹائی اور بے غیرتی سے کہہ رہا تھا۔

"دھوکے بازی اور فراڈ بازی کا اقرار کر کے توبہ کر لیتے تو میں تمہیں معاف کر دیتی۔"

وہ دُکھتے دل کے ساتھ اس کی ڈھٹائی پر کراہ کر رہ گئی۔ اس نے اپنا بیان جاری رکھا۔

"تمہاری ہر ضرورت ہر خواہش پوری کرتا رہا مگر اب!!" اب کے بعد سناٹا چھا گیا اور سوالیہ نشان لئے وہ ہونٹوں پر مسخری سی مسکراہٹ لئے اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے کسی بھیانک خیال نے اس کا دل مٹھی میں لے کر زور سے دبایا اور چھوڑ دیا۔

"اب ہم لندن جائیں گے۔"

"لندن!" سوالیہ نشان اور لندن کا نام سن کر ماہم نے رکا ہوا سانس بحال کیا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ یہ سن کر اچھل پڑتی زوہا اور ماریہ کو جلا جلا کر راکھ کرتی کہ۔ "دیکھو میں کہاں جا رہی ہوں خوابوں کے نگر میں۔" مگر اب اندر کچھ ایسا ہوا تھا کہ کسی بات پر خوشی نہیں ہوتی تھی دل کی زمین ایسی بنجر ہوئی کہ خوشی کی کونپلیں پھوٹتی ہی نہیں تھیں۔

☆=====☆=====☆

مشرق کی بیٹی مغرب کی آزاد بے باک فضاؤں میں جلد ہی سانس لینے لگی تھی، عامر چونکہ اک عرصے تک یہاں رہا تھا پڑھا یہیں تھا یہاں کی بے باک فضاؤں میں پلا بڑھا تھا اسی لئے تو بے باکی بے حیائی رگوں میں دوڑ رہی تھی۔ یہاں آتے ہی اس کے اطوار پُراسرار ہو گئے تھے۔ عجیب و غریب لوگوں کا آنا جانا جن میں انگریز انڈین پاکستانی ہر قوم کے لوگ آتے مگر وہ حلفیہ کہہ سکتی تھی کہ کوئی نیک شریف آدمی نہیں تھا۔ شراب و کباب کے علاوہ شرطوں، جوئے کا دور ہوتا وہ اسے بھی ہر بار کھیل میں شریک کرنا چاہتا تھا مگر وہ خوف زدہ ہو کر چھپ جاتی، نماز پڑھنے لگتی یوں خطرہ ٹل جاتا مگر عامر جانے کیا سوچے بیٹھا تھا۔ اس سے اسے کون سے فوائد حاصل کرنے تھے کہ اس پر خاص توجہ دینے لگا تھا۔

"عامر! ہم یہاں کب تک رہیں گے۔" اس رات وہ گھبرا گئی "مارتھا" اپارٹمنٹ میں ایک دو کمرے کے چھوٹے سے فلیٹ میں رہتے رہتے اسے اُبکائیاں آنے لگی تھیں ہر چہرہ اجنبی ہر آنکھ میں غیریت نہ کوئی ہم زبان ملتا نہ ہم مذہب اک عرصے سے سماعتوں میں اذان کی آواز کی روشنی نہیں اُتری تھی۔ گہرے مٹیالے بادل ہر وقت آسمان کو اس سرزمین کی نظروں سے چھپا رکھتے نہ آسمان کی جھلک نظر آتی نہ سورج کی کرنیں کھڑکی سے جھانکتیں۔ ایک دوبار

عامر اُسے لندن کی سیر کرانے لے گیا تھا وہ ڈری سہمی اس ملک کے شہر کو دیکھتی رہی جو خوابوں میں بھی اس جیسی لڑکی کی دسترس سے دور تھا کہاں وہ اب یہاں کی گلیوں میں گھوم رہی تھی جہاں کی منجمد کر دینے والی ٹھنڈ انسانی رگوں کے خون کو بھی منجمد کر چکی تھی، مقامی باشندے تو تھے ہی غیر، مقامی لوگ بھی بے حسی کی بکل میں اپنے سوا کسی کو نہیں جانتے پہچانتے تھے۔ مہذب دنیا کی اس سوسائٹی میں کون سا گناہ چھپ کر یا سرِعام نہیں ہوتا۔ ماہم کا دم گھٹنے لگا تھا یہاں۔

"عامر! بتائیں ناں ہم یہاں کب تک رہیں گے۔" اس کے سوال کی معنی خیز سی خاموشی کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے ماہم نے اس کا بازو ہولے سے دبا کر پوچھا تو ایک بے باک سا قہقہہ اس چھوٹے سے فلیٹ میں گونج گیا۔ وہ کانپ کر چند قدم ہٹ کر اسے دیکھنے لگی۔

"کم آن یار ماہم! کہا تھا ناں میں نے کہ ہنی مون ہم لندن جا کر ہی منائیں گے تو سمجھ لو ہم ہنی مون منا رہے ہیں۔ انجوائے۔" عامر نے بدتمیزی سے اسے دیکھا اور بوتل کھول کر قالین پر بیٹھ گیا۔ وہ بھی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"ہنی مون تو کچھ دنوں کا ہوتا ہے عامر۔ ہم لوگوں کو آئے کئی ماہ ہو چکے ہیں اور۔"

"اور ابھی تک کوئی پھنسا نہیں۔" عامر بے دھیانی میں کہہ گیا تو ماہم خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ اس کے خوف اور سوچ سے بے نیاز گلاس کے تکلف کو مٹائے بوتل سے چڑھا گیا۔

"کک۔ کیا مطلب۔" انجانا سا خوف حلق میں اٹک گیا۔

"ہوں! ہاں کچھ نہیں یار! تم تو احمق ہو بالکل۔"

نشے کی وادی میں جاتے جاتے بھی وہ اس کے خوف کی وجہ سمجھ گیا تھا۔

☆=====☆=====☆

دن جیسے جیسے گزر رہے تھے ایک خوف اس کے اندر پنجے گاڑے جا رہا تھا۔ عامر کی مصروفیات دن بہ دن بڑھنے کے ساتھ پُراسرار ہو کر ماہم کو عدم تحفظ کی وادی میں دھکیل رہی تھیں۔ اب تو عامر اسے غلط باتوں پر مجبور کرنے لگا تھا اسے بھی شراب نوشی پر مجبور کرتا انکار

پر مار کٹائی کرتا۔ تو وہ سجدے میں گر کر شدتوں سے معافی مانگنے جاتی اپنے رب کریم سے۔
''یہ پکڑو اور تیار ہو جاؤ۔'' اس رات وہ تنہائی میں انتہائی خوف زدہ ہو رہی تھی کیونکہ اس رات ان کے اپارٹمنٹ میں کچھ لوگوں کا جھگڑا ہو گیا اور دو سیاہ فام ان کے فلیٹ تک آ گئے۔ ماہم مقفل دروازوں کے سامنے میز کرسیاں وغیرہ رکھ کر خود واش روم میں چھپ کر اندر بند ہو گئی۔ اور وہ نشے میں دھت انگریزی میں گالیاں بکتے دروزے توڑنے کی حد تک دھڑ دھڑ کرتے چلے گئے اور وہ واش روم کی چھوٹی سی پناہ میں روئے گئی۔ دل تھا کہ لگتا تھا آج ہی بند ہو جائے گا اس نے سانس بھی روک رکھا تھا اور جب عامر آیا تو اس نے کتنی دیر دروازہ نہیں کھولا اسے لگا جیسے وہ ہی غنڈے عامر کی آواز بنا کر بول رہے ہیں جب عامر نے اپنے مخصوص انداز میں ڈانٹا تو اس نے دروازہ کھولا۔ عامر نے بے بھاؤ کی سنائی تھیں وہ چپ چاپ سنتی رہی کچھ بھی تھا برا تھا، بدکردار تھا ایک جائز شوہر تھا اس دیار غیر میں نامحرموں کی دنیا میں محرم تھا۔ وہ دن یا رات میں یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی جبکہ عامر جانے کیا سوچ بیٹھا تھا۔

''رات کے اس پہر کہاں جانا ہے عامر۔'' مسلسل خوف، ٹینشن اور غیر یقینی حالات نے اس کے اعصاب مفلوج کر کے رکھ دیئے تھے۔ اس نے پیکٹ عامر کے ہاتھ سے لے کر اسے دیکھا جس نے استہزائیہ سی نظر اس پر ڈالی اور آگے بڑھا پھر پلٹ کر کہنے لگا۔

''جو تم سے کہا گیا ہے وہ کرو بس۔ اور یوں بھی یہ انگلینڈ ہے یہاں رات ہی کو زندگی جاگتی ہے، ہنستی مسکراتی ہے۔ پاکستان نہیں جہاں دن اور رات کے الگ مفہوم ہوں۔ چلو پانچ منٹ میں تیار ہو جاؤ۔ اس میں جو لباس ہے وہی پہن کر تیار ہونا اور اب ان دقیانوسی ملبوسات کا پیچھا چھوڑ دو لندن میں یہ دیہاتی لباس نہیں چلتا۔ ہری اپ ناؤ۔''

وہ حکم دیتا ہوا آگے بڑھ گیا اور وہ پیکٹ کھولتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ دیارِ غیر میں انسان کا لباس ہی تو اس کے مذہب اور قومیت کی پہچان ہوتا ہے۔

''اُف میرے خدا! میں...... میں یہ کپڑے! یہ کپڑے کم کپڑوں کی توہین زیادہ ہے۔ میں ہرگز نہیں پہنوں گی۔'' اس نے اسکن ٹائیٹ شرٹ اور عجیب سی ادھوری جینز غصے سے دور پھینکی جو عین عامر کے قدموں میں جا کر پڑی تو وہ جو اس موڈ میں واش روم سے باہر آیا تھا

کہ وہ تیار ہو چکی ہو گی۔ وہ سیٹی بجاتا باہر آیا تو آج کے پلان کے لیے تیار کئے گئے لباس کو اپنے ہی قدموں میں دیکھ کر غصے سے بھنا گیا اور تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اس کے ریشمی بال جن کے ایک ایک بل میں فہد کی جان اٹکی رہتی تھی عامر نے نوچ ڈالے۔

''میں نے تمہیں کیا کہا تھا۔ میری بات کی کوئی اہمیت ہے کہ نہیں تمہاری نظر میں۔ ویسے تو بڑی شوہر پرست بنتی ہو۔ یاد رکھو یہ وہ جگہ ہے جہاں تمہارے اور میرے سارے خواب پورے ہو جائیں گے۔ اس کے لئے تمہیں ذرا سا خود کو بدلنا ہو گا بس۔''

وہ دانت پیستے ہوئے اب کھل رہا تھا اس کی آنکھوں میں ماہم کو اپنا خراب مستقبل صاف نظر آ رہا تھا۔

''عامر پلیز! ایسا کچھ کرنے کو مت کہو جو میں کرنا نہیں چاہتی اور یوں بھی میرے سارے خواب ٹوٹ چکے ہیں۔ شوق مُردہ ہو چکے ہیں، خواہشات کے دیے بجھ چکے ہیں، مجھے اب زندگی سے کچھ نہیں لینا۔ اپنے خوابوں کی قیمت جو میں نے ادا کی ہے خدا نہ کرے کوئی لڑکی ادا کرے۔ پلیز۔'' وہ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑائی۔

''تمہارے خواب مرے نہیں میں نے پورے کئے سب کے سب۔ اب تمہاری باری ہے میرے خواب پورے کرنے کی تمہیں یہ سب کرنا پڑے گا او کے۔ اور پھر میں تمہارا شوہر ہوں تمہیں میرا حکم ماننا ہی ہو گا۔ میں جہاں جا رہا ہوں وہاں میرے پرانے دوست ہیں کچھ بزنس کی باتیں ہوں گی ان کی بیگمات یا گرلز فرینڈز ہوں گی اور میں جانتا ہوں کہ وہ کس لباس اور حلیے میں ہوں گی تم اس پینڈو لباس میں ہرگز نہیں جاؤ گی۔''

عامر نے انتہائی بدتمیزی سے اس کا دوپٹہ کھینچا جو اس کے گلے میں خراشیں ڈالتا ہوا دور جا گرا۔ ماہم روتی رہی سسکتی رہی التجائیں کرتی رہی مگر وہ اسے اپنی پسند کے لباس میں ایسی جگہوں پر لے جاتا کہ اس کی روح خوف سے لرز اٹھتی۔ نگاہیں شرم سے گویا گالوں سے چپک جاتیں اُٹھ نہ پاتیں۔ اس بار بھی وہ ادھورے لباس میں اپنے شوہر کے ساتھ نائٹ کلب میں تھی جہاں اخلاقیات کی ناؤ بے حیائی اور گمراہی کے گندے پانیوں میں پوری طرح ڈوب چکی تھی۔ ہر طرف گندی نظریں اور شراب کی مختلف اقسام کی بدبو سے اس کا دم گھٹنے لگا تھا وہ اپنے آپ کو کوستی اپنی حرص، خوابوں اور خواہشات کو روتی رہی جن کی وجہ سے آج

اخلاقیات کے انتہائی گھٹیا درجے پر اس شوہر کے ساتھ کھڑی تھی جو اس کے خوابوں کا شہزادہ بن کر اس کی زندگی میں آیا اور جس نے اس کی ہر خواہش پوری کی، خوابوں کو تعبیر دی اور بدلے میں اس سے وہی کچھ چاہ رہا تھا۔ وہ اس سے اپنی قیمت وصول کر رہا تھا یہ وہ شخص تھا جس کے جھانسے میں آ کر اس نے اپنے اتنے پیاروں کا دل توڑا تھا اور اب سزا کے طور پر اس کا لہو ہوتا دل اندر ہی اندر ڈوب رہا تھا۔ وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔

''عامر! آپ کو خدا کا واسطہ یہاں سے چلیں میرا دم گھٹ رہا ہے۔''

وہ التجائیہ انداز میں گڑگڑائی تو عامر نے خونخوار نظروں سے سے گھورا اور جھٹکا دے کر خود سے چپکی ہوئی ماہم کو خود سے الگ کر دیا۔

''اور تمہاری ان حرکتوں سے مجھے جو شرمندگی اُٹھانا پڑ رہی ہے اپنے دوستوں میں یہ لوگ میرے دوست رہے ہیں ساتھ پڑھتے رہے ہیں ان کی گرل فرینڈز کو دیکھو۔ کتنی پڑھی لکھی اور کتنی لبرل ہیں۔'' عامر کا دبا لہجہ بہت کاٹ دار تھا۔

''وہ گرل فرینڈز ہیں عامر! میں آپ کی بیوی ہوں۔ نکاح ہوا ہے آپ کا۔'' ماہم نے بیوی ہونے اور نکاح پر زور دیتے ہوئے اس سے زیادہ خود کو تسلی دی کہ وہ کوئی گناہ نہیں کر رہی اس کا شوہر ساتھ ہے اور اس کے حکم پر وہ یہ سب کر رہی ہے اور یہ بات ہی عامر کو ساگا جاتی۔ وہ ماہم کو جس مقصد کے لئے یہاں لایا تھا وہ ابھی تک پورا نہیں ہوا تھا۔

''شٹ اَپ! بڑا شوق ہے تمہیں میری بیوی ہونے اور کہلوانے کا۔ یہ زعم بھی دور کر دوں گا جلد ہی۔'' عامر نے دبی دبی آواز میں دھمکی دی تو اک تیر دل کے آر پار ہو گیا وہ فہد کے لئے اعزاز تھی اور عامر کے لئے آزار تھی۔ اور یہ فیصلہ اس کا اپنا تھا کسی کو کیا کہتی۔ آج اگر وہ فہد کی بیوی ہوتی تو بے شک وہ اسی گھر میں ہوتی وہ فہد کی آنکھ کا تارا ہوتی فہد عزت اور محبت کے سارے خزانے اس پر لٹاتا رہا ہوتا۔ مگر اب! وہ سسک کر رہ گئی عامر اپنے جیسے دوستوں سے مل رہا تھا۔

''اوہ جمی۔ Come on i am here'' عامر جس شخص کو دیکھ کر خوشی سے چلایا تھا ماہم نے اسے دیکھا انتہائی سرخ و سفید امریکن بھوری آنکھوں میں مستی لئے عامر کی طرف بڑھا۔ اس سے ہاتھ بعد میں ملایا ماہم کی طرف پہلے متوجہ ہوا۔

''Wao beautifull just like a butterfly''

جمی نے اپنی فطری بے باکی سے ماہم کے رخساروں پر ہاتھ لگانا چاہا مگر وہ غصے سے ایک دم پیچھے ہٹ کر عامر سے چپک گئی جس نے اسی سرعت سے اسے خود سے الگ کر دیا تو وہ خود کو بہت تنہا محسوس کرنے لگی۔ عامر کو بالکل بھی تو برا نہیں لگا تھا جمی کا اس کو چھونا۔

''You like her'' عامر نے داد طلب نظروں سے ماہم کو دیکھا اور رائے جمی سے مانگی۔ جمی نے ایک گہری نظر ماہم پر ڈالی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک لفافہ نکال کر عامر کے ہاتھ پر رکھا۔

''Yes of cours'' اور پھر عامر اور جمی میں جانے کیا باتیں ہوتی رہیں۔ ماہم کچھ تو تھی ہی اردو میڈیم اور کچھ اس کی انگریزی شروع ہی سے اچھی نہیں تھی اس لئے اسے خالصتاً انگلش لب و لہجے میں جلدی جلدی بولتے ان دونوں کی باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ باتیں بھی تو وہ کوڈ ورڈ میں کر رہے تھے، کوشش کے باوجود اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ہاں عامر کا نظریں چرانا جمی کا گہری نظروں سے اس کو دیکھنا خطرے کی گھنٹیاں ضرور بجا رہا تھا اور پھر ماہم نے دیکھا عامر نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ویسا ہی لفافہ جیسا جمی نے عامر کو دیا تھا جمی کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔ اور ان سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی ماہم جان ہی نہ پائی کہ ان لفافوں کے تبادلے میں اس کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا ہے۔ مارے خوف کے اس کی ہتھیلیاں بھیگنے لگیں دھڑک دھڑک کرتا ہوا دل باہر آنے کی کوشش کرتا محسوس ہوا۔ عجیب سی بے نام سی گھبراہٹ سے اسے دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر عامر جمی کا دیا ہوا لفافہ اپنے کوٹ میں رکھتا ہوا ماہم کی طرف بڑھا تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ عامر خواہ کتنا ہی خفا کیوں نہ ہو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر یہاں سے بھاگ جائے گی۔

''عامر پلیز! جلدی سے یہاں سے چلئے میرا دم گھٹ رہا ہے پلیز جلدی چلئے۔''

وہ دھیمی سی آواز میں گڑگڑائی تو اک بڑی پُراسرار اور استہزائیہ سی مسکراہٹ عامر کے چہرے پر آ گئی جانے اس مسکراہٹ کی اوٹ میں کیا راز تھا جس کو وہ سمجھ نہ سکی۔

''اوکے! چلتے ہیں تم ذرا یہاں رکو میں ابھی آیا۔'' اس نے مضبوطی سے پکڑا ہوا اپنا بازو

ماہم کی گرفت سے آزاد کرایا۔ مگر اس نے پھر دگنی مضبوطی سے پکڑ لیا۔

''نہیں عامر! میں بھی ساتھ چلوں گی۔'' پہلے سے زیادہ بے قراری اور اصرار تھا اس کی آواز میں۔ عامر نے سختی سے اس کا بازو الگ کیا۔

''فضول ضد مت کرو جانے دو مجھے۔'' وہ بازو چھڑا کر آگے بڑھا۔ وہ دوڑی۔

''عامر! مجھے ان نامحرموں میں چھوڑ کر نہ جائیں پلیز۔'' وہ گڑگڑائی۔

''آج سے میں بھی تمہارے لئے نامحرم ہوں۔'' وہ رکا پلٹا اور بم اس کی طرف اچھال کر تیزی سے تھرکتے لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا اور جب تک وہ ساکت سانسوں، جمے قدموں کے ساتھ اس جملے کو سمجھتی جمی ہاتھ میں بوتل لئے لڑکھڑاتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔

''Come with me baby''

جمی نے اس کا بازو پکڑ کر بے باکی سے گھسیٹا تو ماہم سلگ اُٹھی اور ایک زور دار ہاتھ جمی کے سرخ گالوں پر آواز کے ساتھ نشان چھوڑ گیا۔ رقص و سرور میں مصروف کچھ لوگوں نے جمی کو دیکھا، کچھ قہقہے بلند ہوئے۔ یہ ایسی جگہ تھی جہاں ایسے واقعات ہوتے رہتے تھے۔ یہاں ذلیل ہونے والے کا ساتھ دینے کی بجائے اس پر قہقہے لگائے جاتے ہیں اور یہ قہقہہ جمی پر پڑ گیا تھا اور وہ جو ماہم کی قیمت عامر کو ادا کر چکا تھا۔ قیمت بھی ادا کرے اور بے عزتی بھی برداشت کرے اس اکھڑ دماغ انگریز کو قبول نہ ہوا اس نے ویسا ہی زور دار تھپڑ ماہم کے نازک رخساروں پر مارا تو لمحہ بھر کے لئے وہ حواسوں کی دنیا سے بے خبر ہو گئی پھر جمی نشے میں پاگل بنا اسے گھسیٹتا ہوا باہر لے گیا۔ رات کا جانے کون سا پہر تھا یخ بستہ رات محوِ خواب تھی، لوگ اس سردی میں اپنے نرم گرم بستروں میں آتش دانوں کے قریب بیٹھ کر آرام کر رہے تھے، نہ جانے کون سا علاقہ تھا کون سی سڑکیں اور گلیاں تھیں وہ اسے گھسیٹتے ہوئے پارکنگ میں لے آیا اور اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر دھکیلا تو ماہم حواسوں میں لوٹی۔ اور درپیش حقیقت پھر حواس چھین لینے کے درپہ تھی اس نے جمی کو گھورا دروازہ کھولا۔ جمی نے اسے پھر جھپٹ لیا۔ وہ اسے نوچنے لگی۔

''لیو می! لیو می پلیز...... عامر۔ عامر!'' وہ اس سے جان چھڑانے کی کوشش کرنے لگی اور اس دیارِ غیر میں اپنے اکلوتے محرم کو پکارنے لگی تو جمی کا قہقہہ جیسے اس سرد فضا میں منجمد ہو

گیا اور اس کے قہقہے میں جانے کیا تھا کہ اسے لگا جیسے وہ اس پر ہنس رہا ہو کہ عامر سے اس کا کوئی تعلق واسطہ نہ رہا ہو۔ تب ہی عامر کا جملہ سماعتوں کو چیرتا چلا گیا۔

''آج سے میں بھی تمہارے لئے نامحرم ہی ہوں۔''

اس کے اندر اک نئی تکلیف ایک نئی حقیقت کا ادراک جیسے سوئیاں چبھونے لگا اور اپنی ہنسی کے مقصد پر جمی نے عامر کا دیا ہوا لفافہ دے کر مہر لگائی۔

''This is for you from yours amir''

جمی کے ہونٹوں پر مسلسل ہنسی تھی لفافہ جو دیتے ہوئے اس نے عامر کو دیکھ لیا تھا۔ مگر معلوم نہیں تھا کہ اس بند لفافے میں اس کی تقدیر کا فیصلہ بند ہے اس نے لرزتے ہاتھوں اور بند ہوتے دل کے ساتھ لفافہ کھولا تو زندگی میں پہلی بار اس نے بجلی گرتے اور سب کچھ راکھ ہوتے دیکھا تھا۔ شاید جب زلزلہ آتا ہے زمین پھٹتی ہے پہاڑ لرز کر ہواؤں میں اُڑتے ہیں تباہی آتی ہے تو ایسی ہی قیامت آتی ہے۔ ہاں ایسی ہی تباہی آتی ہے ایسی ہی قیامت آتی ہے۔ ایسے ہی عرش ہل جاتا ہے جب زمین پر کوئی طلاق ہوتی ہے۔ وہ بھی ایک شریف، نیک، شوہر پرست بیوی کو طلاق ہوتی ہے تو ایسی ہی تباہی آتی ہے۔ ماہم کی پتھرائی آنکھیں اپنی تقدیر کے آئینے میں سب کچھ دیکھ رہی تھیں وہ اتنی ہی گناہ گار تھی کہ جتنی بڑی سزا کی حق دار قرار دے کر ایک غیر مسلم غیر قومیت کی سرزمین پر یوں بے یار و مددگار چھوڑ دی جاتی۔ وہ سب پلاننگ کے ساتھ ہو رہا تھا اور وہ اسے اپنی خوش بختی سمجھتے ہوئے اس کے نقشِ قدم پر قدم رکھتی آگے بڑھتی گئی۔ کتنی احمق تھی کہ فریب پر، سراب پر، دھوکے پر اتنا اندھا اعتماد تھا کہ ایک بار، ایک بار بھی دائیں بائیں آگے پیچھے نہ دیکھا کہ کہیں وہ کسی دلدل کی طرف تو نہیں لے جائی جا رہی۔ اسی اعتماد پر چراغ بھی ہمراہ نہ لیا کہ اس کا شوہر اس کے ساتھ ہے جس نے اس کے سارے خوابوں میں رنگ بھرے تھے۔ مگر یہ کیوں بھول رہی تھی اب وہ اس سے ان رنگوں کی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا اور کتنی احمق تھی کہ اتنی سی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ عامر نے ان رنگوں کی قیمت وصول کر لی تھی اور بہت بڑی قیمت وصول کی تھی اس نے اس سے اس کے خوابوں میں رنگ بھرنے کی۔

اگر عامر کی بجائے فہد اس کا شوہر ہوتا تو...... کیا کوئی قیمت وصول کرتا؟ وہ تو اپنے خونِ

جگر سے اس کے خوابوں میں رنگ بھرتا۔ مگر اس نے اس کو یہ حق دیا ہی کب تھا۔ وہ تو اس کی محبت کی ڈولی میں بیٹھی ہی نہیں تھی، وہ تو اپنی خواہشوں کے دھارے پر بہتی عامر تک آ پہنچی تھی۔

''ماہم! میری بچی مت کرو ایسا۔ ایک دل ٹوٹے تو عرش لرز اُٹھتا ہے تم اتنے ٹوٹے دلوں کا بوجھ لئے کیسے خوشی کی منزل تک پہنچ پاؤ گی۔ سمجھ جاؤ، سنبھل جاؤ۔'' امی نے آخری کوشش کی تھی اسے ڈوبنے سے بچانے کی۔

''ماہم! اپنی آنکھوں میں سمندر مت بھرو۔ ڈوب جاؤ گی۔''

سعدیہ آپی بازو پھیلا کر اسے روک رہی تھی۔

''ماہم! مت جاؤ پلیز...... مر جاؤں گا تم بن، تم میری خوشی ہو، میری محبت میری آرزو ہو، کتنا تمہیں چاہا ہے ذرا غور تو کرو۔''

''اتنے تو ہم اپنے بھی طلبگار نہ تھے۔''

وہ اپنی مرضی اور خوشی سے اپنی موت کی طرف بڑھ رہی تھی سب چاہنے والے اس کو روک رہے تھے مگر وہ آنکھیں اور کان بند کئے ان سب کو دشمن قرار دیتے ہوئے اپنی اندھی دنیا میں کود گئی تھی۔ کتنی آوازیں کتنی محبتیں اس کا راستا روکتی رہ گئی تھیں مگر وہ گونگی بہری اور اندھی بنی ہوئی تھی۔ ایک غیر مذہب، غیر قوم اور غیر زبان کا بندہ اسے گاڑی میں ڈالے نہ جانے کہاں لے جا رہا تھا۔ وہ اپنی خود غرضی اور خود پرستی کی زندگی کو اپنی مرضی سے اپنی پسند کے ساحل پر لے جا رہا تھا کیونکہ وہ خریدار تھا اور وہ اس کی قیمت ایک بے غیرت شوہر کو ادا کر چکا تھا، اس کے اندر زندگی ہے ہی نہیں، اس کے اندر کون سی قیامت نے کتنی تباہی مچائی ہے، جمی کو ان سب باتوں سے بے نیاز اس خوبصورت لڑکی کو اپنے عزائم اور مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا کنارا مل گیا تو اس کی زندگی کے کنارے ڈبو کر اسے بازو سے گھسیٹ کر نکالنے لگا۔ ماہم کی منجمد حسیات پر ہوش کی حدّت پہنچی اور لمحہ بھر کے لئے اسے کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے، اب تک تو وہ یہ سب بھیانک خواب ہی سمجھ رہی تھی۔ مگر یہ خواب کہاں تھا۔ خواب تو وہ تھے جن کے پیچھے بھاگتے ہوئے وہ اس خوف ناک حقیقت تک پہنچی تھی۔ اس نے حقارت سے جمی کو دیکھا اس کے بدن سے شعلے نکلنے لگے۔

''لیو می!'' وہ دھاڑی اور اس کے ہاتھ پر ناخن مارے کہ وہ نازک مزاج فرنگی کراہ اٹھا۔

''Come baby I will see you'' جمی نے دانت پیسے اور زور سے اسے گاڑی سے باہر گھسیٹا، نہ جانے دیارِ غیر کا کون سا شہر کون سا علاقہ تھا۔ اس سے کیا فرق پڑتا تھا وہ تو ایک کافر کی گرفت میں تھی، رگوں میں لہو منجمد کر دینے والی ٹھنڈ میں اس کے بدن سے غصے اور نفرت کے شعلے نکل رہے تھے۔

''I said leave me'' اس نے ناحق خود کو اس سے چھڑانے کی سعی کی کیونکہ یہ شہر یہ ملک یہ علاقے اس کے قانون سب اسی کے تھے، اس کا کیا تھا؟ یہ وجود! جو اتنا بے وقعت تھا کہ شوہر نے قیمت لگا دی۔ اور بکاؤ مال کبھی انمول نہیں ہوتا۔ عامر نے اس وقت تک اس کو سنبھالے رکھا جب تک جمی سے منہ مانگی قیمت نہ وصول کر لی اور اب جمی بھی اس وجود کو تب تک سنبھالے رکھے گا جب تک منہ مانگی قیمت۔ ''اف میرے خدا! میں...... میری عزت اتنی ارزاں ہو گئی! نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔'' اس نے شعلے برساتی نظروں سے جمی کو دیکھا جو اس منجمد تاریکی میں اسے حیوانوں کی طرح گھسیٹے جا رہا تھا۔ جانے یہ کون سی جگہ تھی، کون سے فلیٹ تھے۔ کس علاقے کو اس کا مقتل قرار دیا گیا تھا؟ وہ حواسوں میں اُترتے خوف کے عفریت کی وجہ سے اندر ہی اندر مرتی جا رہی تھی، جان آہستہ آہستہ رگوں سے نکل کر رُواں رُواں مردہ کر رہی تھی۔ ٹانگیں بے جان ہو چکی تھیں۔ جمی اسے گھسیٹ گھسیٹ کر سُوئے مقتل لا رہا تھا ہر سیڑھی پر ماہم کو جان نکلتی محسوس ہوتی، سماعتیں بصیرتیں سب ختم ہوتا جا رہا تھا، سب کچھ گھومتا ہوا لگ رہا تھا سینے میں سانس اُکھڑنے لگی تھی۔ عزت کا گوہرِ نایاب داغ دار ہونے جا رہا تھا۔

''نہیں میرے پروردگار! یہ...... یہ سزا نہ دینا، موت دے دینا۔ یا اللہ میری عزت تیرے ہاتھ ہے، تیری حفاظت میں دیتی ہوں میں اپنی عزت۔''

نہ جانے کتنی سیڑھیاں چڑھ آئی تھی یا گھسیٹ کر لائی گئی تھی۔ جمی نے اسے ایک فلیٹ میں دھکیلا اور خود نہ جانے کہاں چلا گیا۔ ماہم خوب زور سے زمین پر پٹخی گئی تھی اس کے ماتھے پر چوٹ آ گئی، ساری دنیا گھوم گئی۔ ذرا حواس بحال ہوئے تو اس نے چکراتے دماغ

کے ساتھ اپنی قتل گاہ کا جائزہ لیا۔ ایک کمرہ جہاں ہر طرف شراب کی بدبو تھی، خالی اور بھری بوتلیں تھیں، بے ہودہ تصاویر سے سجا کمرہ...... کسی جمی جیسے شخص کا ہی ہو سکتا تھا اس کے حواس منجمد ہو چکے تھے دماغ چکرا رہا تھا اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کہاں ہے اور کیوں ہے۔ زخم سے اُٹھتی ٹیسیں اس کو حواسوں میں لے آئیں تو دماغ ایک بار پھر کچھ سوچنے کے قابل ہوا۔ ساری بات سمجھ میں آنے لگی کہ وہ بک چکی ہے اور ایک فرنگی کی ملکیت بن چکی ہے۔

''اُف میرے خدایا! یہ دن بھی دیکھنا تھا۔ یااللہ میں کیا کروں میری مدد فرما...... مدد فرما۔'' وہ جیسے ہی ہوش میں آئی خوف پھر رگوں میں دوڑنے لگا اور دماغ کام کرنے لگا اس نے دم توڑتی ہمت کو مجتمع کیا اور بمشکل اُٹھی، خوف پریشانی اور بے یقینی کی کیفیت نے ہر احساس مٹا ڈالا تھا اس وقت تو وہ صرف یہاں سے فرار کے راستے ڈھونڈ رہی تھی امکانات پر غور کر رہی تھی۔ اس نے لڑکھڑاتے قدموں سے چھوٹے سے فلیٹ کا جائزہ لیا، ہر طرف سے بدبو آ رہی تھی فریج دیکھ کر حلق میں کانٹے پڑنے لگے پیاس کی شدت ہونٹوں پر خشکی بن کر چپک گئی مگر ہر چیز کے ناپاک ہونے کا خیال اسے فریج تک جانے سے روک گیا۔ وہ آہستگی سے چلتی کھڑکی کے قریب آ گئی۔ یہ تو غنیمت تھا کہ فلیٹ میں اور کوئی نہیں تھا اس نے کھڑکی پر پڑا براؤن کلر کا پردہ کھسکایا تو نیچے جھانکتے ہوئے اسے قطعی اندازہ نہیں ہوا کہ وہ کتنی بلندی پر ہے اور فلیٹ کون سی منزل پر ہے۔ وہ خالی دماغ اور خالی نظروں سے نیچے دیکھتی رہی چوڑی سی سڑک کے کنارے زرد اداس کر دینے والی روشنی پھیلی ہوئی تھی اِکا دُکا گاڑی آ جا رہی تھی۔

''یہاں سے کودا بھی تو جا سکتا ہے۔'' اس بلڈنگ کی بلندی کا خیال کئے بغیر کود جانے کے نتیجے میں جان سے جانے کا خوف سب بے معنی تھا۔ اس وقت اسے صرف عزت بچانے کا خیال تھا۔

''یہ زندگی ایسی پیاری یا قابلِ فخر بھی نہیں کہ عزت پر قربان نہ کی جائے۔'' اس نے اپنے بارے میں حقارت سے سوچا اور ہاتھ بڑھا کر کنڈی کھولی پھر ہاتھ باہر نکالا۔ یہ جان کے جیسے اس کی جان میں جان آئی کہ کھڑکی کے سامنے نہ کوئی گرل ہے اور نہ ہی کوئی جالی تھی۔ اور اس سے قبل کہ وہ شیطان اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لئے اندر آتا وہ فیصلہ کر چکی تھی، اپنی اس

زندگی کو قربان کرنے کا۔ جس میں اس نے اپنے خوابوں اور خواہشوں کی بھینٹ اپنے تمام رشتوں کو چڑھا دیا تھا۔ وہ اس زندگی کو ختم کر دینا چاہتی تھی جس میں عامر جیسا بدکردار شخص شوہر کی حیثیت سے داخل ہوا اور اس شیطان کے حوالے کر گیا، وہ اس زندگی کو ختم کر دینا چاہتی تھی جو اگر رہتی تو نہ جانے مزید کتنے شیطانوں سے نبرد آزما ہوتی۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ آنکھیں بند کیں تو امی ابو، بہن بھائی کے پیچھے اس کی محبت میں ڈوبا فہد اس کی ہمت توڑنے لگا۔ مگر کیوں؟ اس نے خود اپنے ہاتھوں ہی تو ان رشتوں کی ڈور کاٹی تھی، اب نظروں کے سامنے عامر اور جمی ایک ساتھ آن کھڑے ہوئے۔ لرزتے ارادے کو مضبوط کیا۔ باہر جمی جا چکا تھا نشے میں ڈوبی اس کی آواز کسی بے ہودہ گیت میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اس نے سانس روک کر کلمہ پڑھا کھڑکی کھولی اور تیزی سے اوپر چڑھ گئی۔

''پروردگار! مجھے معاف فرمانا...... یہ زندگی عزت سے زیادہ قیمتی نہیں۔'' اس نے باہر سے لاک کھلنے اور اس بدمست جھومتے جمی کو دیکھا اور آنکھیں بند کر کے نیچے کود گئی۔ دل میں کہیں بھی مر جانے کا خوف تھا نہ کسی رشتے سے بچھڑنے کا غم! خوشی تھی تو یہ کہ مہربان موت نے اس کی آبرو کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا ہوگا۔

☆=====☆=====☆

''کیسی ہے وہ۔'' یہ حسن تھے جو لندن میں اس وقت سے ہیں جب وہ چار پانچ سال کے تھے، ان کے والدین پاکستان سے یہیں آ کر آباد ہو گئے تھے مگر حسن کو اپنے ملک اور اپنے لوگوں سے بے حد پیار تھا اور وہ اس بے حس سرزمین پر اپنے لوگوں کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا حساب کتاب رکھتے تھے۔ مسلمانوں اور خاص طور پر پاکستانیوں کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ اس رات بھی وہ ایک پاکستانی کے پاسپورٹ کا مسئلہ حل کر کے ایمبیسی سے واپس آ رہے تھے۔ تین بجے کا وقت تھا کہ انھوں نے روڈ پر خون میں لت پت ماہم کو دیکھا۔ انسانی ہمدردی نے آگے بڑھنے نہ دیا اور وہ رنگ ونسل قومیت سے بے نیاز ہو کر گاڑی سے اُترے اور بظاہر مردہ مگر ٹوٹے سانس لیتی ماہم کو ہاسپٹل لے آئے جہاں ان کے ایک انڈین دوست عمار نے اسے سنبھال لیا۔ اس کے بعد تقریباً پانچ روز ہو گئے تھے وہ روز اس کی خیریت معلوم کرنے آ رہے تھے۔

"ہوں! بہتر ہے مگر اس کا چہرہ آپریشن کے بعد خاصا تبدیل ہو گیا ہے، نہ جانے کون ہے۔ اس صورتِ حال سے کیوں دوچار ہوئی یا کی گئی یا اتفاقی حادثہ! بہر حال اب وہ ہوش میں تو ہے مگر شاید بات نہ کر سکے۔" ڈاکٹر عمار نے تفصیل بتائی۔

"یہ بھی تو معلوم نہیں کہ وہ کون ہے اس سے کس زبان میں بات کی جائے۔ اس کا لباس تو ایسا تھا کہ جسے آج کل ہر مذہب کی لڑکی پہن رہی ہے۔ صد افسوس کہ مسلم لڑکیاں بے دھڑک یہ لباس استعمال کر رہی ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اسے جلدی سے صحت یاب کر دے تاکہ میں اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جاؤں۔"

انہوں نے آئی سی یو میں جھانک کر دیکھا وہ پٹیوں میں جکڑی ہوئی ہوش اور بے ہوشی کی کیفیت میں یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کہاں ہے اور کیوں ہے۔ حواس مفلوج ہو چکے تھے۔ سارا چہرہ پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ وہ اس اندھیرے کو بہتر تصور کر کے مطمئن ہو گئی کہ عذاب بھری زندگی سے جان چھوٹی۔ اب وہ اپنے سیاہ نامۂ اعمال کے بارے میں سوچ رہی تھی جس کے تحت اس کے لئے سزائیں مقرر ہوئی تھیں۔ اور پھر مختلف آوازیں آنے لگیں پھر اس کے بیڈ کے قریب ہی، وہ سمجھی کہ حساب کتاب شروع ہو چکا ہے اور جب نرس نے اس کے بازو میں انجکشن لگایا تو وہ اس یقین کے ساتھ بے ہوش ہوتی چلی گئی کہ بس اب ایک ایک کر کے سارے اعمال کا جواب دینے کا وقت آ گیا ہے۔

☆=====☆=====☆

"دیکھئے بی بی! آپ نے اپنے بارے میں ناکافی معلومات دی ہیں کہ آپ مسلمان پاکستانی لڑکی ہیں، آپ مزید کچھ بتائیں گی تو ہم آپ کے لئے کچھ کر سکیں گے۔"

تقریباً پندرہ دن کے بعد وہ اس اذیت ناک احساس کے ساتھ دوبارہ زندگی کے آنگن میں چمکتی دھوپ کو دیکھ کر کچھ ناگواری اور ڈھیر ساری شرمندگی کے ساتھ آنکھیں موندے لیٹی تھی۔ اس کے ہوش میں آتے ہی حسن نے اس کے مذہب اور قومیت کے بارے میں معلوم کر لیا تھا جو اس نے بتا دیا۔ اب جو وہ پوچھ رہے تھے وہ آپ بیتی سنانے کے لئے نہ الفاظ تھے نہ حوصلہ۔ اس لئے ان کے سوالوں کے جواب میں اس کے ہونٹوں پر منجمد خاموشی اور گہری ہو گئی تھی ابھی وہ اپنے بارے میں کئے سوالات کے بارے میں سوچ رہی

تھی کہ کیا بتائے۔ وہ خود جہاں میں بکھر کر رہ گئی تھی کیا بتاتی کہ فہد کی سچی محبت کو ٹھکرا کر وہ کس ذلت سے دوچار کر دی گئی ہے۔

"چلئے بہتر! آپ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتیں، آپ کا ذاتی معاملہ ٹھہرا مگر اب یہ بتائیے کہ آپ کیا چاہتی ہیں۔"

وہ جو حقائق کو لفظوں کے پیراہن دے کر ان کے سامنے نہیں لانا چاہتی تھی، اتنا تو حسن جان ہی گئے تھے کہ وہ اچھے سفر میں ہرگز نہیں رہی، بدحالی اور پچھتاوا ہمسفر رہا تھا۔ اس نے ایک نظر اس مہربان کو دیکھا جس سے اس کا کوئی رشتہ نہیں تھا مگر مذہب اور قومیت کی ڈور میں بندھا وہ اس کی ہر طرح مدد کر رہا تھا۔ کیا مرد ایسے بھی ہوتے ہیں؟ حسن نہیں جانتے تھے زخموں کے آسمان سے برسا ساون آنکھوں کی بجائے دل کی زمین کو سیراب کر رہا تھا۔

"آپ نے جواب نہیں دیا بی بی۔" سامنے بیٹھا یہ بہت اچھا سا انسان مسلسل اس کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ اب وہ کیا کہتی کہ اس نے تو جب بھی چاہا غلط ہی چاہا۔

"میں! میں نہیں جانتی کہ میں کیوں پھر بچا لی گئی۔ شاید مجھے میرے اعمال کی سزا دنیا ہی میں ملنی ہے۔" اک ہوک دل سے اُٹھی تھی۔ اس نے بمشکل حسن کو دیکھا جو نظریں جھکائے کچھ کاغذات دیکھ رہے تھے۔

"آپ ایک احسان کر دیجئے مجھے کسی طرح بھی پاکستان بھجوا دیجئے۔"

زندگی کا ایک ایک پل اچھا برا، ہر خواہش پر پچھتاوا اس کے لہجے میں اُتر آیا۔ انہوں نے اس کے بھیگے لہجے کے سوز میں بغور اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر اپنے رشتے داروں کو اطلاع کرنا چاہیں تو ان کے بارے میں بتا دیں۔"

"کیوں یہ شخص میرے زخموں کو روند دینے پر تلا ہوا ہے۔ مدد کر رہا ہے کہ اسے جڑ سے اکھاڑ رہا ہے۔ کہاں کوئی میرا رشتہ! کس کو چھوڑا ہے، سب کو...... سب کو تو مار ڈالا ہے میں نے اپنی خود غرضی کی تلوار سے۔" مگر وہ یہ سب کہاں کہہ سکتی تھی۔

"جی سب ہیں۔ میری، مٹی میری ماں کی طرح اپنے سینے سے لگا لے گی مجھے۔ میرے وطن کی ہوا میری پیشانی پر پیار کر کے مجھے خوش آمدید کہے گی، دھوپ لپٹ لپٹ جائے گی کسی

پیاری بہن کی طرح، ہم راز دوست کی طرح میرے دیس کی چاندنی رو دے گی میرے گلے لگ کر۔ رشتہ تو وہی ہوتا ہے ناں جو آپ سے پیار کرے اور آپ اس سے۔"

وہ تو شاید دیوانی ہو گئی تھی ایک دوست، ہمدرد انسان کو دیکھ کر وہ ذرا بھی تو خود پر کنٹرول نہ کر پائی۔ حسن اَن کہی داستان کے موڑ خود ہی سمجھ کر نتیجہ اخذ کر کے کھڑے ہو گئے۔

"ٹھیک ہے بی بی آپ اچھی طرح صحت یاب ہو جائیے میں آپ کے پاکستان جانے کے انتظامات کرتا ہوں۔" حسن جا چکے تھے۔ ان کے جانے کے بعد وہ کافی دیر تک روتی رہی اور جب اس نے پہلی بار اپنی بگڑی ہوئی شکل آئینے میں دیکھی تو اسے لگا جیسے اس کے سامنے کوئی بدشکل عورت کھڑی اس کا منہ چڑا رہی ہو۔ کئی بار اس نے پلٹ پلٹ کر دیکھا تو یقین ہونے لگا کہ یہ تو وہ خود ہی ہے اتنی بلندی سے گرنے کے بعد اس کے چہرے کے بائیں طرف کا حصہ بہت بری طرح مسخ ہوا تھا ٹھوڑی اور آنکھ کے نیچے کی جلد کو کھینچ کر ٹانکے لگائے گئے تھے جس سے چہرہ انتہائی بدنما اور خوف ناک تو ہوا ہی تھا وہ خود کو بھی پہچان نہیں پائی کہ یہ وہی چہرہ ہے جس کا فہد دیوانہ تھا جس کی وجہ سے وہ عامر...... لیکن نہیں عامر نے صرف اس کی بے وقوفی اس کی خود غرضی کو کیش کرایا تھا۔

کہاں گیا وہ چہرہ جسے اس کی امی بار بار چوما کرتی تھیں، بہن نظر اتارا کرتی تھی اور فہد نثار ہوا کرتا تھا۔ وہ حسین چہرہ دل میں تاریکی اتارتا چھپ گیا تھا۔

"یہ لیجیے۔ یہ آپ کے کاغذات ہیں آپ اچھی امیدوں کے ساتھ وطن جائیے اس میں کچھ ڈالرز ہیں، بوقتِ ضرورت کام آئیں گے۔ خدا حافظ۔"

وہ مہربان کسی فرشتے کی طرح اللہ کی طرف سے آیا اور اس کے سارے کام کر کے ائیر پورٹ پر چھوڑ کر واپسی کے لئے مڑ گیا۔ ماہم نے پلٹ کر ایک نظر اس خضرِ راہ پر ڈالی اور آگے بڑھنے لگی۔

☆=====☆=====☆

یہاں آ کر وہی ہوا تھا مٹی نے قدم چومے تھے ہوا نے پیشانی چومی تھی اور دھوپ لپٹ کر رو دی تھی، ماہم اپنے ہی وطن میں اجنبی ہو گئی تھی اپنی شکل کی طرح وہ اپنے بکھرے وجود کو سمیٹتی اپنے گھر آئی۔ مگر ایک سو بیس گز کا یہی گھر اپنے پرانے مکینوں کی جدائی میں اداس اور

ویران ملا، بزرگ اپنی آخری منزل تک پہنچ چکے تھے اور جوان اپنے نئے ساتھیوں کی ترقی کی منازل طے کرتے کوئی ملک میں تھا۔ کئی باہر جا چکے تھے۔

"اور...... اور وہ فہد...... وہ کہاں ہیں۔"

اس نے اس گھر کے نئے مکینوں سے پوچھا تو خاتون نے اس کے چہرے پر افسوس زدہ نگاہ ڈالی اور ذرا چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"بھئی ہمیں کیا خبر کوئی کہاں ہے۔ ہم کیا جانیں یہ فہد کون ہے کہاں ہے۔ ویسے تم کون ہو اور ان کا کیوں پوچھ رہی ہو۔"

خاتون نے مشکوک سی نظر ڈالی کیونکہ اس کا چہرہ اس کا حلیہ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس گھر کے سابقہ مکینوں سے کوئی رشتہ ظاہر کرتی، آج یہ وقت بھی آنا تھا کہ کبھی وہ جس گھر کے لوگوں کی آنکھوں کا تارا تھی آج ان سے نسبت بتاتے ہوئے بھی خوف آ رہا تھا، دل میں درد کا ایک جہاں آباد تھا۔ ٹیسوں کو دباتے دباتے وہ بے حال ہو رہی تھی۔

"جی! میں کبھی یہاں ان کے گھر ملازمہ ہوا کرتی تھی۔ اور۔" حلق میں جیسے گولہ پھنسنے لگا وہ چپ ہو گئی۔

"بھئی ہمیں تو کچھ معلوم نہیں کون کہاں ہے تم چاہو تو ہمارے ہاں ملازمت کر لو۔ میں ہوں میرے میاں اور تین بچے زیادہ کام نہیں۔ بس۔"

زندگی نے ایک اور جھٹکا دیا۔ آج وہ اتنی بے وقعت ہو گئی تھی اسے گھر کی مالکن کی بجائے اس گھر کے مکینوں کی ملازمہ کی حیثیت مل رہی تھی۔ وہ بمشکل اپنے ہوسٹل واپس آئی۔

وہ تو اپنی نظروں میں بھی گر گئی تھی والدین اور دوسرے بزرگوں کی موت اور اپنے بہن بھائی اور کزنز کے بارے میں لاعلمی اسے تڑپا گئی۔ وہ کیا کرتی کس کے شانے پر اپنا سر رکھ کے روتی۔ اس کی دوست ہم راز، ہمدرد زوہا جانے کس جہاں کو چلی گئی تھی۔ اس کی بھابی مونا کو دیکھا جو پاگل ہو کر گلیوں میں گھومتی پھرتی اور ہر ایک کو روک روک کر اپنے اجڑے آشیانے کا پتا پوچھتی پھر رہی تھی۔ ماہم اس کو گلے لگا کر شدتوں سے رو دی۔

"سنو! تم بتاؤ ناں کہاں ہے میرا گھر، میرے بچے، میرا شوہر! تمہیں میرے گھر کا پتہ معلوم ہے تو بتاؤ۔ کہیں کھو گیا ہے مجھے ڈھونڈ دو میرا گھر...... اللہ کے واسطے میرا گھر ڈھونڈ دو۔"

مونا اپنے اعمال کی سزا بنی حواس وخرد سے بے نیاز ہر دروازے پر جاتی، دستک دیتی میرا گھر پکارتی۔ لوگ ڈانٹ دیتے، بچے پتھر مارتے۔

"میں تو آپ لوگوں کے پاس آئی تھی اپنے گھر کا پتا پوچھنے، آپ تو اپنا گھر گنوا بیٹھی ہیں۔"

"بھابی......" جانے کب تک اپنے وقت کی مغرور خودسر عورتیں روتی رہیں اپنا آپ گم ہو جانے پر گریہ زاری کرتی رہیں اور جانے کب ماہم ہوسٹل واپس آ گئی حسن کا دیا ہوا زادِ راہ ختم ہو چکا تھا۔ اب اس کے پاس نہ کوئی ڈگری تھی نہ کسی کام کی صلاحیت۔ اس بگڑی شکل اجڑے حلیے اور بغیر کسی ڈگری یا کوالیفیکیشن کے وہ کہیں جاب بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ بری طرح الجھ گئی تھی دل میں جینے کی خواہش تھی نہ کوئی منزل تھی نہ جینے کا مقصد! مگر زندگی بھی جیسے کمبل ہو گئی تھی پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔ ایک بار اس کمبل کو اتار کر پھینکا بھی مگر وہ اور بدشکل صورت اختیار کیے اس سے چپک گئی۔

"پروردگار! میں گناہ گار خطار کار سیاہ کار ہوں۔ والدین کی نافرمان اور فہد کی دین دار ہوں، مجھے معاف فرما دے پروردگار۔ موت مانگنے کا تیرا حکم نہیں زندگی جینے نہیں دیتی میں کیا کروں پروردگار، اس زندگی کا جو اک بوجھ ایک سزا اک کرب کے سوا کچھ نہیں، کیا کروں اب اس زندگی کا جس کی ضرورت کسی کو نہیں۔ کسی کو نہیں۔"

عصر کی نماز کے بعد جانے کب تک وہ اپنے خالق و مالک کے حضور گڑگڑاتی رہی، انسان جب خودسری میں مبتلا ہوتا ہے تو جائز ناجائز گناہ وثواب میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ مگر اس نشے میں سب کچھ گنوا کر ہوش آئے تو کیا حاصل۔ اور کہاں کچھ حاصل ہوا تھا ماہم کو اس خودسری سے خودغرضی سے۔ پچھتاوے کی خاک لیے وہ زندگی کے ہاتھوں کھلونا بنی اس شخص کے گھر ملازمہ بن کر آ گئی جو کبھی اس کا عاشق رہا تھا، جس کا رواں رواں اسے چاہتا تھا وہ جس کی طلب میں ہر وقت رہی تھی وہ جو تڑپ تڑپ کر رویا تھا۔ اس کی بے وفائی پر محض اس کی خاطر وہ اسے روکتا رہا، مناتا رہا مگر وہ باز نہ آئی تو اس شخص نے اپنے دل میں قبر کھود کر اپنی محبت کو اس میں دفن کر دیا۔ آج وہ اسی شخص فہد کے گھر ملازمہ بن کر آئی تھی جس کو اس نے اس لیے ٹھکرایا تھا کہ وہ اس کے حوالے سے ملنے والی وہی روتی بسورتی اور سسکتی زندگی دوبارہ جینا نہیں چاہتی تھی اور وہ فہد سے شادی کر کے اس ڈربے نما چھوٹے سے گھر

میں رہنا نہیں چاہتی تھی۔

"ایسا مت کہو ماہم! فہد بہت قابل اور ذہین ہے، کیا پتا کل کو وہ سی ایس ایس کر کے ہائی گریڈ کا افسر بن کر بہت بڑے گھر میں تمہیں رکھ سکتا ہو اور......"

"ہونہہ! رہنے دو تم...... کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔ اب میں اس کا تمام عمر انتظار کرتی رہوں، تب تک سڑتی رہوں اس ڈربے میں۔"

زوہا کی بازگشت کے جواب میں اپنی آواز کی بازگشت کے آئینے میں اس کے غرور کی خودسری کی داستان یا تصویر پھیل گئی اور ٹیسیں اسے تڑپا تڑپا گئیں۔ کیسا ستم تھا کہ وہ زندگی کے اس موڑ پر تن تنہا لٹی پٹی بے حال کھڑی تھی جہاں سے کوئی راستا اس کی منزل کی طرف نہیں جاتا تھا۔ اور اس وقت فہد کے سرکاری بڑے سے بنگلے میں ملازمہ کی حیثیت سے لائی گئی تھی۔ آنکھوں کو عینک اور بدنما چہرے کو آنچل سے ڈھانپے وہ اس بڑے سے بنگلے کے گیٹ پہ پہنچی تو نیم پلیٹ پر فہد کا نام چمک رہا تھا یوں تو فہد کوئی اور بھی ہو سکتا تھا مگر جس انداز سے اس کا نام دل کو دھڑکا گیا تھا کہ یہ ہی اس کے فہد کا گھر ہے۔ زوہا کی بات پوری ہو چکی تھی، فہد وہاں تھا جہاں اس کے پہنچنے کا ماہم کو یقین نہ تھا اور خود جہاں تھی وہاں سے یہاں آ گئی تھی۔

"بیگم صاحبہ! آپ نے کسی ماسی کا بولا تھا ناں۔ یہ آئی ہے آپ بات کر لیں جی۔"

وہ دوسری ملازمہ کے ساتھ من من بھر کے قدم اٹھاتی بے حد خوبصورتی سے سجے گھر کو دیکھتی اپنے زخموں کو نوچتی آگے بڑھ رہی تھی۔ ابھی تو وہ سنبھل نہیں پائی تھی کہ جیسے دلِ حزیں پر ایک اور قیامت ٹوٹی جب اس نے صاحب اور بیگم صاحبہ کو ایک ساتھ دیکھا، ماضی کا لمحہ لمحہ اسے منہ چڑاتا ہوا محسوس ہوا۔ اپنی خودسری، ہٹ دھرمی آنکھیں دکھاتی محسوس ہوئی۔ صاحب اس کا اپنا فہد تھا اس کی جدائی بے وفائی نے وہ شوخ کھلنڈرا خوبرو وجیہہ فہد نگل لیا تھا۔ اب جو فہد سامنے تھا وہ انتہائی بُردبار باوقار سا فہد تھا جس کے چہرے پر اس کی جدائی اور بے وفائی سنجیدگی کی اداس شام کا سوز لیے اس کو اور باوقار بنا رہی تھی۔ ستم اگر یہیں تک ہوتا تو وہ اپنی ٹوٹی ہمتوں کے ساتھ کھڑی رہتی مگر فہد کے برابر اس کی بیگم کے روپ میں ماریہ کو دیکھ کر جیسے سب کچھ فنا ہو گیا تھا۔ یہ وہی ماریہ تھی جس سے ماہم نے اس کا پیار عامر چھینا تھا اور کتنی بدتمیزی خودغرضی سے وہ عامر کو اپنی طرف مائل کر کے ماریہ کا پتا کاٹ کر شاداں فرحاں غرور

سے چلا کرتی تھی۔ مگر قدرت کو یہ انداز کہاں پسند ہوتے ہیں، اپنے جس حسن کے زعم میں اس نے عامر کو ماریہ سے چھینا تھا آج اسی ماریہ کے سامنے وہ انتہائی بدشکل چہرہ چھپائے اس کی ملازمہ بننے کو تیار کھڑی تھی، اس نے بغور ماریہ کو دیکھا۔ وہ اتنی خوبصورت تو کبھی بھی نہیں تھی ہاں فہد کی محبت اور اس کی بیوی کی حیثیت سے سارا حسن آ گیا تھا اس کے اندر۔ سیاہ جارجٹ کی تاروں بھری ساڑھی میں ایک 21 گریڈ کے خوبرو وجیہہ گورنمنٹ آفیسر کی بیگم صاحبہ کے روپ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی، ماہم سے کھڑا ہونا دوبھر ہو رہا تھا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ اب گری کہ تب گری۔ وہ کس کو قصوروار ٹھہراتی، شکوہ کرتی یہ سب فیصلے تو خود اس کے تھے اپنے ان ہی فیصلوں میں اس نے اپنی خوشی کو پانا چاہا تھا مگر کچے رنگ زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے تھے۔ آج تقدیر نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ اپنی جس تدبیر پر اسے گھمنڈ تھا اس نے اسے خاک میں ملا دیا تھا۔ ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ وہی ماریہ جس سے عامر کو چھین کر ماہم کو لگا تھا کہ اس نے دنیا فتح کر لی ہے اور اب وہ اس دنیا پر راج کرے گی اور ماریہ تہی داماں رہے گی مگر اپنی خودسری میں گھرا انسان یہ بھول جاتا ہے کہ عزت ذلت سب خدائے لاشریک کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت کا طوق اس کی زندگی کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔ اس وقت ماریہ اور فہد کتنے اچھے لگ رہے تھے مکمل اور بھرپور جوڑا جہاں فہد اسے کھڑا کرنا چاہتا تھا اس نے خود وہاں ماریہ کو کھڑا کر دیا تھا۔

"پھر بیگم صاحبہ جی اس کے لیے کیا حکم ہے۔" دوسری ملازمہ نے ماہم کو اس کی اوقات یاد دلاتے ہوئے ماریہ سے کہا جو موبائل پر بات کرتے فہد کو نظر اتارتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"بھئی نسرین تم بھی ماسی کو ایسے وقت میں لائی ہو جب ہم ایک بہت اہم پارٹی میں جا رہے تھے۔ ایسا کرو تم ان کو کل لے آنا۔"

ماہم کو لگا جیسے ماریہ ایک لمحہ بھی فہد کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔

"کم آن ماریہ! اب کہاں پھر یہ دوبارہ آئیں گی ابھی بات کر لو میں باہر گاڑی میں ویٹ کرتا ہوں آپ کا۔" موبائل آف کر کے فہد نے ماہم پر نظر ڈالے بغیر انتہائی عزت سے

ماریہ کو مخاطب کیا تو ماہم کو عامر کی گالیاں یاد آ گئیں مار پیٹ اور گھونسے یاد آ گئے۔ فہد یہ کہہ کر آگے بڑھا ماہم کو جیسے روح جسم سے نکلنے لگی، یہ اس کا فہد تھا اس کا طلب گار تھا اس کی چاہتوں پر صرف ماہم کا حق تھا پھر...... پھر یہ ماریہ کہاں سے آ گئی۔ یہ سب سمیٹنے کے لئے نفرت اور حسرت کا جھونکا اسے جھلسا کر رکھ گیا۔ اس نے حقارت سے ماریہ کو دیکھا جس نے کیا نصیب پائے تھے۔

"کیا نام ہے آپ کا۔" ماریہ خالصتاً بیگمات والے انداز میں مخاطب ہوئی تو ماہم کا رواں رواں تڑپ اُٹھا۔

"بدنصیبی! کو کسی بھی نام سے پکار لیں، بدنصیبی ہی رہے گی۔"

اس کی آواز اور لہجے کے سوز نے فہد کے دل کے سارے در دھڑ دھڑا کر رکھ دیئے۔ یہ آواز بھلا وہ کہیں بھول سکتا تھا جس کے سننے کے لئے وہ اسے چھیڑا کرتا تھا، تنگ کیا کرتا تھا، جب وہ جھلا کر لڑتی اسے مارتی تو وہ بس اسے دیکھے جاتا۔ اس نے پلٹ کر ماہم کو دیکھا وہ تو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ گہرے رنگ کی عینک سے جھانکتی آنکھیں نہ جانے کیوں اسے ماہم ہی کی لگیں مگر وہ کہاں؟ وہ تو اپنے پسندیدہ شوہر کے ساتھ لندن میں عیش کر رہی ہوگی۔ آخری اطلاع اس کو یہ ہی ملی تھی کہ وہ عامر کے ساتھ لندن چلی گئی ہے۔ پھر اس پر کیا بیتی نہ اسے معلوم تھا اور نہ ہی ایسا سوچ سکتا تھا۔ دلِ بے قرار کو سنبھالتا وہ باہر نکل گیا ماہم کی آنکھوں کے سامنے دنیا جل تھل ہو گئی۔ وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی، وہ خود ہی مجرم تھی کسی سے کیا کہتی۔ وہ کہیں دور چلی جانا چاہتی تھی مگر نسرین نے اسے کہیں جانے نہ دیا کیونکہ ہوسٹل کے مالی نے اسے بتایا تھا کہ یہ بہت دکھی عورت ہے اور دنیا میں اس کا کوئی نہیں لہٰذا انسانی ہمدردی کے تحت نسرین اسے یہاں اس گھر لے آئی تھی اور اب بھی اسی کے اصرار اور سفارش پر وہ ملازمہ رکھ لی گئی تو اس رات وہ سجدے میں گری روتی رہی۔ خدا کی چاہت یہ تھی کہ وہ اس جنت نظیر زندگی کی مالکہ ہوتی مگر اس نے اپنی چاہت کے چکر میں وہ سب گنوا دیا اور آج بے حیثیت ملازمہ بن کر اسی فہد کے گھر آ گئی جسے حقیر جان کر ٹھکرایا تھا۔ قسمت کے اس وار کو سہنا اس کے لئے بہت کٹھن تھا وہ مر مر جاتی، ماریہ کو فہد کے ساتھ دیکھ کر دو پیارے پیارے بچوں کو دیکھ کر اسے اپنا بچہ یاد آ گیا جس کا گلا اس نے محض عیش و آرام کے لئے خود گھونٹ

ڈالا تھا۔ ماریہ اور بچے بے حد خوش تھے نوکر چاکر خوشحالی۔ کیا نہیں تھا ماریہ کے دامن میں البتہ فہد بہت اداس رہتا اس اداس دھند میں اسے اپنا دکھ نظر آتا۔ اپنی بے وفائی کا کرب نظر آتا۔ وہ جانتی تھی خاموش رہ کر وہ اسے ہی سوچ رہا ہوتا تھا، اس کی آنکھوں میں آج بھی وہی تھی مگر وہ اس اعزاز کے قابل نہیں تھی۔ وہ ماریہ کے لئے ایک بے حیثیت ملازمہ تھی جس پر توجہ دینے کی اسے ضرورت نہیں تھی اسے تو کام بھی نسرین کے ذریعے بتائے جاتے تھے وہ تو براہِ راست ماریہ سے بات بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ بچوں کے کاموں پر مامور کر دی گئی۔ ماہم برستی آنکھوں اور سلگتے دل کے ساتھ ماریہ کو فہد کے ساتھ دیکھتی۔ ہر چند کہ فہد کے رویے میں ماریہ کے لئے وہ والہانہ پن نہیں تھا مگر وہ اس کی بہت عزت کرتا اس کا خیال کرتا جو عامر سے شادی کے بعد اسے نصیب نہیں ہوا تھا۔ وہ جو کبھی فہد کا سب کچھ تھی آج ملازمہ بنی غور سے اسے دیکھتی اور ٹیسیں دباتی وہاں سے ہٹ جاتی۔ وہ یہاں آکر لحہ لحہ جیتی مرتی تھی، یہ ماریہ اور فہد نہیں جانتے تھے اسے اپنی محبت اور فہد کی چاہت پر اتنا تو یقین تھا کہ آج بھی اس لمحے میں بھی وہ فہد کا ہاتھ تھامتی تو وہ ہرگز نہ جھٹکتا۔ مگر وہ ماریہ کی زندگی بے سکون کرنا نہیں چاہتی تھی۔ جسے اللہ نے نواز دیا تھا تو وہ کیوں درہم برہم کرتی۔ اس روز وہ کسی کام سے اندر آئی تو اپنا نام سن کر رک گئی، ماریہ فہد سے کہہ رہی تھی۔

"آج پھر ماہم یاد آرہی ہے۔" لہجہ انتہائی پُرسکون اور شفاف تھا کوئی حسد نہیں تھا اس کے انداز اور لہجے میں۔ ماہم نے فہد کا جواب سننے کے لئے سانس روک لی۔

"اسے بھولتا ہی کب ہوں۔" ماہم اپنے وجود کو مضبوطی سے تھام نہ لیتی تو وہیں گر جاتی اس کا فہد آج بھی اسے ہی چاہتا تھا۔ چاہت کا یہ اعزاز آج بھی اسی کے پاس تھا۔

"اسے یاد رکھنے پر تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ماریہ!" فہد کی آواز پھر گونجی تو اب ماریہ کا جواب سننے کے لئے ماہم نے سانس روک لی۔

"نہیں فہد! مجھے کیوں اعتراض ہونے لگا بلکہ میں تو ماہم کی احسان مند ہوں کہ اس نے میرے لئے جگہ خالی کر دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ جیسا اچھا شریف عزت کرنے والا شوہر مجھے دے دیا۔ آپ کو معلوم ہے فہد ایک شریف بیوی کو شوہر کی محبت سے زیادہ اس کی عزت درکار ہوتی ہے۔ نکاح کے بعد اگر شوہر عورت کے سر کا تاج بن جاتا ہے تو شوہر بیوی

کی عزت کرے یہ اس کا حق ہوتا ہے یہ ہر عورت کی چاہت ہوتی ہے۔"

"مگر اس نے تو ایسا نہیں چاہا تھا۔ اس کی چاہت تو۔"

فہد کے لہجے کو سلگتے ہوئے ماہم نے سنا تھا دل میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔

"اس نے جو چاہا اسے مل گیا۔ فہد اور مجھے تو میرے اللہ نے میری طلب اور اوقات سے بڑھ کر نواز دیا۔ آپ جیسا شوہر، خوش حال زندگی، بچے۔"

کتنا پُرسکون تھا ماریہ کا لہجہ۔ خوشی کی کرنیں روشن تھیں اس کی آنکھوں میں۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ماریہ۔ جو میں نے چاہا تھا وہ مجھے ملا اور میرا سب کچھ ختم ہو گیا۔ میں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے نفس کو خود پر حاوی کر لیا اور نہ کسی کی محبت کی پرواہ کی نہ عزت رکھی اور اپنے کھوکھلے بودے فیصلوں کی دلدل میں دھنستی چلی گئی۔ اُف میرے خدا یہ کلیجہ کیوں درد سے پھٹنے لگا۔" آخر دل ہی تو تھا ندامتوں کا مارا دکھوں کا پیٹا، ذلتوں کا کاٹا ہوا دل ہی تو تھا کہاں سے لاتا اتنی برداشت کہ وہ ماریہ کو فہد کے ساتھ دیکھتا، کہاں سے لاتا اتنی ہمت کہ فہد کو دیکھتا بھی سنتا بھی اور پکار نہ سکتا۔ حالِ دل نہ کہہ سکتا۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھتی زمین پر دھڑام سے گر گئی تو ماریہ اور فہد گھبرا کر باہر آگئے۔

"ارے یہ تو ماسی ہے۔ کیا ہوا بھئی نسرین...... نسرین!"

ماریہ اس پر جھکی فہد اس سے چند قدم ہٹ کر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ درد سے تڑپ رہی تھی فہد کو عجیب سی بے قراری ہونے لگی۔

"فہد! اسے تو ڈاکٹر کے پاس لے جانا پڑے گا اس کی حالت ٹھیک نہیں۔"

ماریہ کو گھبراہٹ ہونے لگی ماہم پسینے میں نہا رہی تھی درد سے سانس رکنے لگی تھی۔

"ٹھیک ہے تم ان کو لے کر آؤ میں ڈرائیور کو کہتا ہوں۔"

فہد آگے بڑھا تو ماہم بمشکل چلائی۔

"نہیں فہد...... میرے فہد نہ جاؤ کہ اب دم مسافرت ختم ہو چلی ہے۔"

وہ بمشکل بولی۔ ماریہ چونک کر پیچھے ہٹی مگر فہد جو سیڑھیاں اُتر چکا تھا یہ آواز پہچان کر ایک ساتھ کئی کئی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر آگیا۔

"ما...... ماہم!" بے یقینی سے اس کا حلق بند ہونے لگا کہ آواز ماہم کی ہے۔ پکار میں تڑپ

ماہم کی ہے اس پکار پر تڑپ اٹھنے والا دل فہد کا ہے۔ مگر یہ وجود یہ چہرہ ماہم کا نہیں وہ فرش پر بیٹھ گیا اور کسی بھی تصدیق کی ضرورت سمجھے بغیر اس کا سر گود میں رکھ کر اسے پکارنے لگا۔

"ما۔ ماہم۔ میری جان، میری محبت ماہم۔ ماہم۔"

"ہاں۔ ہاں فہد میں...... وہی بدنصیب ماہم ہوں جس کو تم نے چاہا بڑے ارمانوں سے۔ میں...... میں۔" وہ آہستہ آہستہ زندگی سے رابطہ جوڑ رہی تھی۔ فہد پاگل ہی تو ہو گیا ماریہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔ ماہم کیا تھی اور کیا ہو گئی تھی ابھی ان حقائق کو جاننے کا وقت نہیں تھا وہ سمجھ گئی تھی کہ ماہم کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔

"فہد یہ...... ماہم ہی ہے میں بھی پہچان گئی ہوں حقائق کیا تھے یا ہیں ابھی اس کا وقت نہیں، ماہم کو شاید ہارٹ اٹیک ہوا ہے اسے ہاسپٹل لے جانا چاہئے۔ فہد پلیز جلدی کیجئے۔"

ماریہ نے ماہم کو فہد سے الگ کرنا چاہا تو فہد کو ماریہ کی بات درست لگی۔ وہ اٹھنے لگا تو ماہم چلائی۔

"نہیں فہد! نہیں جاؤ مجھے چھوڑ کر۔ ایک بار میں نے تمہیں چھوڑا تھا تمہیں کھو دیا۔ آج اگر تم مجھے چھوڑ گئے تو مجھے کھو دو گے۔"

"نہیں ماہم! اب نہیں تم کیا تھیں، یہ کیا ہو گئی ہو ماہم۔" وہ اس کا سر سینے سے لگائے بری طرح رو رہا تھا۔ ماہم کو ایک مدت کے بعد سکون ملا تھا وہ اکھڑی اکھڑی تشنہ سانسیں لے رہی تھی مگر فہد کی قربت سے ایک سکون سا ملا تھا۔ ایک مدت کے بعد اسے سکون ملا تھا فہد اس کا اپنا کزن تھا، دوست تھا اور محبت تھا کچھ دیر کے لئے اس کا دل ڈوب سا گیا۔ سانسیں جیسے رک گئیں۔ فہد چیخا۔

"ماہم! ماہم میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ اب ملی ہو تو جانے نہیں دوں گا۔"

وہ بہت جذباتی ہو رہا تھا ماریہ بے بسی سے ہاتھ مسل رہی تھی اسے ماہم کی حالت اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

"فہد! تم کیسی دعائیں کرتے رہے مجھے پانے کی کہ ایک بھی قبول نہ ہوئی۔ میں نے ایک ہی دعا مانگی تمہاری بانہوں میں...... مر...... مرنے کی اللہ نے وہ قبول کر...... کر لی۔"

ماہم کو جھٹکا لگا۔ ماریہ بھی تڑپ گئی، فہد تو پاگل ہوا جا رہا تھا۔

"ماہم! ڈاکٹر کے پاس چلو۔ فہد اُٹھیں آپ بھی ہمت ہار بیٹھے ہیں۔"

ماریہ کے اصرار پر فہد بھی اٹھا۔ ماریہ کی مدد سے اسے گاڑی تک لے آیا ماہم کی سانسیں ڈوب رہی تھیں۔

"ماہم!" گاڑی کی پچھلی سیٹ پر اسے ڈالتے ہوئے وہ چیخا۔

"فا۔ فا۔ فہد" وہ سانس کھینچ رہی تھی یوں جیسے زبردستی کسی کو گھسیٹا جائے۔

"فہد! اس سے...... اس سے پہلے کہ...... کہ میں زندگی۔ زندگی دینے والے خدا کے پاس واپس لوٹ جاؤں۔ میں تمہاری مسافت تمہیں لوٹانا چاہتی ہوں۔ فا۔ فا۔ ہد تمہیں ہمیشہ مجھ سے بے وفائی کا شکوہ رہا کہ میں تم سے محبت نہیں کرتی۔ تو...... تو سنو فہد! مجھے تم سے محبت ہے دیوانگی حد تک۔ اسی وقت سے جب سے تمہیں تھی۔ کوئی...... کوئی دوسرا مرد اس محبت میں شریک نہیں ہو سکا فہد۔ کک۔ کک کوئی نہیں۔" زندگی سے رابطے توڑتی ماہم نے خشک لبوں سے اپنی محبت کا یقین فہد کے دامن میں ڈالا تو وہ تڑپ تڑپ گیا۔

"ماہم...... ماہم مجھے یقین تھا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ اظہار ضروری تو نہیں تھا مگر مجھے تو...... تم چاہئے تھیں ہمیشہ کے لئے اس زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد ملنے والی اس زندگی میں بھی۔ جوابدہی ہو گی مگر...... مگر ماہم۔"

فہد کی بانہوں میں ماہم کا وجود سرد پڑنے لگا۔ وہ چلایا تو اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں اور فہد کو دیکھتی رہی۔

"خدا کا شکر ہے فہد کہ...... کہ آخری وقت میں تمہارا چہرہ ہے میری آنکھوں میں۔"

"ڈرائیور! گاڑی اسٹارٹ کرو۔ ماریہ بیٹھو میں ماہم کو ہاسپٹل لے کر جاؤں گا...... ماہم میں اس شخص کو ڈھونڈ نکالوں گا۔ ایک ایک زخم کا حساب لوں گا اس سے میں۔ ڈرائیور جلدی کرو۔"

"کک...... کک کس سے میرے زخموں کا حساب لو گے۔ فہد یہ سب تو میرے اپنے فیصلے تھے۔ مم...... مم میں نے خود اپنی زندگی برباد۔ ماریہ! مجھ جیسی لڑکیاں جو والدین کی گس...... گستاخ ہوتی ہیں ان کی محبتوں کو ٹھکرا کر ان کے فیصلے بودے قرار دے کر اپنی زندگی کے خود...... کو د فیصلے کرتی ہیں اور کسی فہد جیسے کی مم...... مم محبت کو ٹھکراتی ہیں۔ ان کا ان......

انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ میرے جیسی بدتمیز خودسر لڑکیاں ایسے ہی انجام سے دوچار ہوتی ہیں۔ ماریہ مجھے معاف کر دینا۔ مم...... مم نے تمہارا حق مارا، میں نے تمہاری محبت چھینی اور مجھ سے ہر خوشی چھن گئی۔ س سو...... سوری ماریہ۔"

ماہم کی آواز ڈوب گئی تھی۔ ماریہ نے کان لگا کر اس کی بات سنی تھی۔

"ڈرائیور تیز چلاؤ گاڑی۔" فہد کی بے قراریاں عروج پر تھیں وہ ماہم کو سینے میں چھپا لینا چاہتا تھا موت سے۔ جو اس پر طاری ہو چکی تھی۔

"نن...... نہیں فہد زندگی کی گاڑی کو بریک لگ چکے ہیں۔ اب تو۔"

ماہم کی آواز پھر ابھری۔

"دیکھا فہد تم نے...... مم میرے ساتھ جینے کی تمہاری دعا پوری نہیں ہوئی، تمہاری بانہوں میں مرنے کی میری دعا قبول ہو...... گئی۔"

ماہم کو ایک زور کا جھٹکا لگا۔ ایک آخری سانس تیزی سے ابھرا اور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اس نے آہستگی سے کلمہ پڑھ لیا تھا۔

"ماہم...... ماہم! میری ماہم نہیں مر سکتی۔ ماریہ یہ زندہ ہے یہ نہیں مر سکتی۔" فہد بالکل دیوانہ ہو گیا تھا۔

پھر سب کچھ ہو گیا۔ ماہم اسے ملی بھی اور جدا بھی ہو گئی۔ فہد لٹ سا گیا تھا۔

"ماہم تم نے ہمیشہ مجھے دکھ ہی دیا کبھی بے وفائی کی صورت اور اب ابدی جدائی کی صورت۔" وہ سارا وقت اس کی قبر پر بیٹھا روتا رہتا۔

"گھر چلیں فہد بہت دیر ہو گئی ہے۔" وہ آنکھوں میں دھند لئے آخری حد تک ماہم کی قبر کو دیکھتا جا رہا تھا۔ اس کا دکھ ساری فضا کو دکھی کر رہا تھا۔ جانے کہاں سے آواز آ رہی تھی۔

"اس توں ڈاڈا دکھ نہ کوئی، کسے دا یار نہ وچھڑے۔"

☆==== ختم شد ====☆